المعروف بہ
باہتمام
محمد سراج الحق صاحب

دوسری کتاب

مسیح اور مسیحیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

باب اول

حضرت مسیح کی ولادت کے وقت زمانے کی حالت

حضرت عیسیٰ کی ولادت۔ اس عہد کی تصویر۔ رومی۔ بنی اسرائیل۔ اُن کی دینی خرابیاں۔ عقائد اُن کا اثر۔ مسیح موعود کا انتظار۔ جھوٹے مسیح۔ انتظار مسیح میں بے صبری۔ آپ کی ولادت بالکل گمنامی میں ہوئی۔

حضرت عیسیٰ کی ولادت اب ہم اپنی آگے کی رفتار روک کے پھر ۴ سنہ قبل محمد کی طرف رجوع کرتے ہیں جبکہ ہیرو ڈاول کی سلطنت کا آخری زمانہ تھا۔ اسی سال حضرت عیسیٰ بن مریم پیدا ہوئے۔ جن کی پیدائش کے ساتھ ہی دنیا میں ایک بہت بڑا انقلاب ہو گیا۔ دین مسیحی نے ظاہر ہوتے اندر ہی اندر قوت پکڑنا شروع کی۔ رومیوں کی ملکی ترقی اور یہودیوں کے خیالات مذہبی محدود ہونے سے اس جدید دین کو موقع مل گیا کہ تمام اقطار عالم میں پھیل کے ہمیشہ کے لیے اپنی جڑ مضبوط کر لے

اس عہد کی تصویر

لیکن جناب مسیح کی پیدائش کے حالات بیان کرنے سے پیشتر ضرورت ہے کہ اس عہد کی مذہبی اور تمدنی حالت صاف صاف بتا دی جائے۔ تاکہ معلوم ہو کہ کس ضرورت نے اُس وقت مسیح کے ایسے احیاءِ دین کرنے والے پیغمبر کو ظاہر کیا تھا جس مسئلہ کو بیان کر سکتی ہے کہ دنیا کو کسی پیغمبر یا ناموس الٰہی کے ظاہر ہونے کی کب اور کیوں ضرورت ہوتی ہے؟ اور کیسی کیسی گمراہیاں اور خرابیاں ہیں جو غیرت الٰہی کو حرکت میں لا کے تجدید دین و اصلاح عالم کی طرف متوجہ کر دیا کرتی ہیں؟

دنیا

اگرچہ یہ سرزمین یعنی ارض یہودا بالتخصیص بنی اسرائیل سے تعلق رکھتی تھی۔ مگر قوت و حکومت کی وجہ سے اُس عہد کی بھلائی اور بُرائی کا دار و مدار زیادہ تر رومیوں کی حالت پر تھا۔ جو وادی فرات سے لے کے انتہائی حدود مغرب تک ہر ملک اور ہر قوم کی قسمت کے مالک تھے۔ ان دنوں اُن کی پولٹکل حالت اس درجہ خراب ہو رہی تھی کہ قریب قریب ساری دنیا میں ایک تہلکہ سا پڑ گیا تھا۔ طبریوس قیصر کا آخری عہد نہایت ہی بدنظمی اور بداخلاقیوں کا زمانہ تھا۔ اس کے عامل اور والی ہر جگہ سازشوں اور مظالم میں مشغول تھے۔ روز بغاوتیں ہوتیں۔ قتل و خون کا بازار گرم رہتا۔ اور پھر اُن کے ساتھ خاندان شاہی کے باہمی جھگڑے تھے۔ وقتاً فوقتاً نئی نئی خوفناک افواہیں اڑتیں۔ اور ملکوں اور قوموں کو پریشان کر دیتیں۔ علاوہ بریں متواتر قحط سالیوں۔ طوفانوں۔ اور زلزلوں نے خدا کی مخلوق کو اور زیادہ چونکا دیا تھا۔ اگر یہ بُرائیاں صرف رومیوں کی اندرونی حالت ہی کے خراب کرنے پر ختم ہو جاتیں تو بھی شاید اس قدر اندیشہ نہ ہوتا۔ غضب تو یہ تھا کہ رومی اور یونانی قوم کے تعلقات یہودیوں سے روز بروز نازک ہوتے جاتے تھے اور سب پر طرہ یہ ہوا کہ مغرور و خود پرست قیصر روم قالی غلہ نے اپنی پرستش کرانے کا ارادہ کیا۔ اس کی یہ مجنونانہ خود پسندی بت پرستوں کے مندروں ہی تک محدود نہ تھی۔ بلکہ حکم دے دیا گیا کہ اس عہد کے سب سے زیادہ متعصب خدا پرستوں یعنی یہودیوں کے ہر معبد اور

خاصتہً بیت المقدس مین یہوا کے قربان گاہ پر بھی اس کی سُنہری مورت قائم کی جائے یہ ایسی باتین نہ تھین کہ یہودی درکنار خود رومیون کو بھی اپنے مذہب کی طرف سے بدظن نہ کر دیتین۔

بنی اسرائیل ان عام دنیاوی مصیبتون کے بعد جب خاص ارض یہودا کی حالت کیطرف توجہ کی جاتی ہے تو اور بھی زیادہ خرابیان نظر آتی ہین۔ حکمران اگر ظالم وخود پرست تھے تو مقتدا نفس پرست وریاکار۔ امتداد زمانہ۔ غیر قومون کی محکومی۔ بیدینون کی اسیری ومظلومی۔ بُت پرست اقوام کے میل جول۔ معبد الٰہی کے کھنڈر سے قائم ہونے۔ اور صدہا قسم کے دیگر واقعات سے یہودیون مین انتہا درجے کی دنائت پیدا ہو گئی تھی۔ اور یہی دنائت روز بروز ان تمام عیوب کو پیدا کرتی اور بڑھاتی جاتی تھی جو اُس کے لازمی نتائج ہین گناہون اور جرائم پر اُن کی جرأت بڑھ گئی تھی۔ رحم وانصاف کا مادہ اُن کے دلون مین نہین باقی رہا تھا دنائت اور کیادی کے مبتذل امور کو وہ اپنا ذریعۂ ترقی قرار دینے لگے تھے۔ عام قوم مین یہ عیوب تھے تو اُمرا اور مذہبی مقتدا اُن مین خود غرضیان اور خود پرستیان تھین۔ اگر کسی اسرائیلی شخص کے ہاتھ مین تھوڑی بہت قوت آجاتی تو بجائے اس کے کہ اسرائیل کی اولاد اُس سے عام فائدہ اُٹھائے۔ دیگر مدعیون کے دعوے اور جھگڑے پیدا ہو جاتے۔ اور آئے دن یہ تماشا نظر آتا کہ ایک کی شکایت مین دوسرا شخص خاص روم مین پہونچا ہے۔ اور بت پرست قیصر کے سامنے اور اُس کے مضحکہ اُڑانے والے مصاحبون کے درمیان نہ صرف اپنے ہم قومون بلکہ عزیزون کو برا بھلا کہہ کے فائدہ اُٹھانے یا ذاتی کامیابی کی کوشش کر رہا ہے۔

اُن کی دینی خرابیان مذہبی مقتدا یعنی وہ گروہ جس کی برکتون سے قوم بنی اسرائیل نے ہمیشہ ترقی و ناموری حاصل کی تھی ان کی دنائت سب سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اُن کی نیتین خراب تھین۔ اور ارادے ناپاک۔ ریاکاری ہیکل پر یانی

کے تمام محافظون اور عبادت کرانے والون مین عام تھی۔ شریعت موسوی کے احکام کی پابندی بہت سی جدید اور نئی رسمون کے ساتھ ہوتی بھی تھی تو اس بے اعتدالی اور مبالغے کے ساتھ کہ مذہب صرف رسم و تقلید کا نام رہ گیا تھا۔ خدا کے سامنے جانورون کی قربانی کرنا جو ایک نہایت ہی متین عبادت اور اُس کے جلال و عظمت کے ماننے کا سب سے عمدہ مظہر تھا ان دنون بالکل ایک کھیل بنالیا گیا تھا۔ دین کے ساتھ علانیہ ملاعبت ہو رہی تھی۔ اور مقتدایان قوم کی مداہنت و خود غرضی اُنھیں اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اس رسم کو اعتدال پر لائین۔ عام طور پہ سمجھ لیا گیا تھا کہ ہر چھوٹے بڑے گناہ کا کفارہ صرف قربانی ہے۔ شہر بیت المقدس کے رہنے والے اور نیز اضلاع ارض یہودا کے مرد و عورت روزانہ آ آکے کوئی طائر یا مویشی مقدس قربان گاہ مین ذبح کرتے اور خوش خوش واپس جاتے کہ گناہ سے پاک و صاف ہو گئے۔ بیت المقدس کے بیرونی راستون مین سے جس سڑک پر گذریے یہی تماشا نظر آتا کہ بیرونجات اور گاؤن سے لوگ کسی جانور کو لیے چلے آتے ہین کہ معبد الہی مین لے جاکے ذبح کرین گے۔ اس رسم نے ہیکل سلیمانی اور خاص یہودا کے قربان گاہ کو کسی ظالم بادشاہ کی ڈیوڑھی بنا دیا تھا۔ جہان ہر وقت خون بہتا نظر آتا ہو۔

مقتداؤن کا اثر دوسری طرف یہودیون پر اُن کے مقتداؤن اور احبار کا اثر اس قدر اعتدال سے بڑھ گیا تھا کہ اپنی قوم مین وہ قریب قریب اسی درجہ پر پہونچ گئے جو درجہ کہ برہمنون کو ہندؤن یا کیتھولک پادریون کو اپنے متبعین مین حاصل ہے۔

اس قسم کا شدید تعلق پیدا کرنے کی اُن دنون اُنھین ضرورت بھی تھی۔ اس لیے کہ رومیون کی عظمت و سطوت روزافزون ترقی کرتی جاتی تھی جسے یہودی حیرت سے دیکھتے اور تعجب کرتے تھے کہ ہم خدا کے مقبول و منتخب بندے ہو کے اس ذلت و نکبت مین مبتلا ہین۔ اور ان لوگون کی شان و شوکت اس درجے کو پہونچ گئی ہے کہ بہت کم کوئی حصہ مین نظر آتا ہے۔ جہان اِن کی حکومت نہ ہو۔ خاص معبد الہی کے قریب ہی رومیون کا بتخانہ قائم تھا۔ اور اُن کا مذہب یہودیون کو لالچ دلا دلا کے اپنی دولت

وحشمت کی طرف بڑھاتا تھا۔ ایسی حالت مین یہودی مقتدایان دین اپنے ہم مذہبون اور
ہم قومون پر اپنی گرفت نہ بڑھاتے تو دین موسوی کے ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا
یہی ضرورت تھی جس سے اُنھون نے یہودیون کو اپنے بس مین کر کے اُن کی قومی تاریخ
یاد دلائی۔ اپنے نامور پیغمبرون اور حکمرانون کے کارنامے ہر ایک کے پیش نظر کیے۔
اور بتایا کہ وہ کیسے مقبول الٰہی لوگ ہین۔ اور بارگاہ ایزدی سے کتنا قریبی تعلق
رکھتے ہین۔

اس یاددہانی کا یہ اثر ہوا کہ بنی اسرائیل کی وہ گزشتہ شان و شوکت جبکہ وہ
وادی فرات سے سواحل شام تک حکومت کر رہے تھے۔ ہر یہودی بچے کی آنکھون کے سامنے
پھرنے لگی۔ اتنا جوش پیدا ہونے کے بعد جب اس امر پر اُن کی نظر پڑی کہ پیغمبرون کے پیدا
ہونے کا سلسلہ ہی موقوف ہو گیا تو اُن مین ایک خاص قسم کا تازہ جوش پیدا ہوا
اور ساری قوم نہایت ہی بے صبری کے ساتھ کسی نئے پیغمبر کے ظہور کی مشتاق ہوئی۔

مسیح موعود کا انتظار

اس شوق کو مقتداؤن نے اور تیز کیا۔ اور بتایا کہ حضرت
اشعیا و عزرا کی پیشین گوئیان عنقریب پوری ہونے والی ہین۔ اور بیت اللحم مین
جو بیت المقدس سے چند میل کے فاصلے پر تھا اور جہان نسل داؤد آباد تھی، ایک نیا
قومی بادشاہ پیدا ہوگا جو ایک طرف تو احیاے دین کرے گا۔ اور دوسری طرف
وہ رومیون کو ارض یہود سے مار کے نکال دے گا۔ اس کے ہاتھون بنی اسرائیل
کی دولت و سطوت اُس درجے پر پہونچ جاے گی کہ کبھی نہ پہونچی تھی۔ یہ امور اور
یہ واقعات تھے جنھون نے ساری قوم یہود کو کسی نئے بادشاہ اور صاحب شریعت
پیغمبر کا منتظر بنا دیا تھا۔

بنے ہوے مسیح

مگر اِن باتون سے جہان قوم مین کسی نئے بادشاہ اور مسیحا کے استقبال
کا جوش پیدا ہوا وہان بہتون کے دل مین خود مسیحا بن جانے کی بھی ہوس جوش مارنے
لگی۔ وہ صرف قومی ادبار اور یہود کی نفس پرستیان تھین جنھون نے اس موقع پر
روز ایک نیا مسیحا پیدا کیا۔ ایسے بہت سے لوگ ظاہر ہونے لگے جنھون نے پیمبری

اور مسیحیت کا دعویٰ کیا۔ اور رومی فوجون کے مقابلے مین پسپا ہو کے مارے گئے۔ اور اس دور
پست ہمتی نے یہان تک ذلیل کر دیا تھا کہ بعض خوشامدیون کو خود ہیرودڈ کی ذات مین شان
مسیحائی نظر آئی جو رومیون کی ماتحتی مین برائے نام بادشاہ تھا اور خوشامد و سازش سے
اپنا کام چلا رہا تھا۔

انتظار مسیح مین بے صبری

لیکن ہیرودڈ کے بعد جب اس کے بیٹون کی نالائقیون سے تمام
یہودا پر براہ راست رومیون کی حکومت قائم ہو گئی تو اور دشواریان پیش آئین۔
اس لیے کہ مسیح کے انتظار مین بے چینی اور بے صبری پیدا ہو چلی تھی۔ یہود کو یکایک نظر آیا
کہ اب ان مین حکومت کا کوئی حصہ نہین باقی رہا۔ جا بجا لوگون نے بغاوتین شروع
کر دین۔ بعض قومی پرجوش سپاہی جنگلون مین رہنے اور تاخت و تاراج پر زندگی
بسر کرنے لگے۔ رومیون سے ان کے تعلقات نازک ہوتے جاتے تھے۔ بغاوت کا زور
اُن پر زیادہ زور و شور سے ظاہر ہونے لگا تھا۔ لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار
ہر طرف گرم تھا۔ بد امنی ساری ارض یہودا پر حکومت کر رہی تھی۔ رستے پر خطر تھے۔
اور خود رومی حکومت کچھ نہ کر سکے کوئی کارروائی کرتی تھی۔ یہودیون مین کا ہر شخص
جہان اور جس سرزمین پر تھا بیتابی و بے صبری کے ساتھ ہر افواہی آواز پر کان
لگائے بیٹھا تھا کہ داؤدی نسل کا بادشاہ اور مسیحا ظاہر ہو تو اس کی اطاعت
کرین۔

یہ حالت ایسے زمین و آسمان۔ اور ایسے حاکم و محکوم تھے جن کو حضرت
مسیح نے اپنی بچپن کی آنکھین کھول کے دیکھا۔ آپ ہیرودڈ کے آخر عہد مین پیدا ہوے
تھے۔ مگر آپ کی ولادت ایسے پوشیدہ اور مخفی طریقے سے ہوئی۔ کہ سنہ ولادت

آپ کی ولادت بالکل گمنامی مین ہوئی۔

کا پتہ لگانے مین بھی مورخین کو بہت کچھ دشواریان پیش آئین۵

۵ کسی قابل اعتبار تاریخی شہادت سے اس امر کا دریافت کرنا غیر ممکن ہے کہ حضرت مسیح کس سال پیدا ہوئے مگر
عام تحقیق و تنقید کے بعد مختلف قیاسات سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ بظن غالب سنہ عیسوی کے شروع سے

باب دوم

ولادت مسیح کے متعلق رومی مورخون اور مسیحیون کا بیان

آپ کے عہد کے مورخ - رومی مورخ طیسی طوس - یہودی مورخ یوسفوس عیسائیون کی تصحیف و تحریف - طالمود - قدیم عیسائی مورخ - آپ کی ولادت عیسائیون کے خیال کے مطابق -

حضرت مسیح علیہ السلام کی مبارک زندگی کے تمام حالات ایک ایسے پردہ خفا مین تھے کہ جو عقدے اور اختلافات اس وقت پیدا ہو گئے تھے انسانی عقل کی کوششون سے کسی طرح نہ حل ہو سکے یہان تک کہ تقریباً چھ سو برس بعد جب ایک دوسرے اور سب سے زیادہ جلیل القدر پیغمبر برحق کے ذریعے سے خود اللہ جل شانہ نے حل کیے تو دنیا کو اصل حقیقت معلوم ہوئی -

آپ کے عہد کے مورخ | عہد قدیم کے تین مختلف گروہ ہین جو آپ کے عہد ولادت کے دیکھنے والے تھے اور جن کے مورخین آپ کے حالات بیان کر سکتے ہین - رومی جو اُن دنون بیت المقدس اور ارض یہودا مین کثرت سے آباد تھے - اور وہان کی حکومت بھی اُن کے تابع تھی - یہودی جس قوم سے کہ خود حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اور جن مین تاریخ نویسی اور قومی کارنامون کے قلمبند کرنے کا قدیم سے دستور چلا آتا تھا - اور عیسائی یعنی یہودیون کے وہ چند لوگ جنھون نے حضرت مسیح کی پیروی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶) چار سال پیشتر آپ کی ولادت ہوئی - موجودہ سنہ عیسوی آپ کے پیدا ہونے کے ۵۲۹ برس یعنی سنہ ہجری قبل محمد مطابق ۵۲۵ء مین جاری کیا گیا - اس کا پہلا رواج دینے والا ڈائنیسیس اکسی گوس (Dionysius Exiguus) نام ایک سیتھیا یعنی شرقی ایشیا کے کوچک کا رہنے والا تھا جو روم کا ایبٹ یعنی وہان کی خانقاہ رہبان کا سردار مقرر کیا گیا تھا - مگر اس وقت حساب مین غلطی ہو گئی اور بعد کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ سنہ کی ابتدا زمانہ ولادت مسیح سے نہین بلکہ آپ کی پیدائش کے چار سال بعد سے ہوئی - یہی غلط سنہ عیسوی مین آج تک چلی جاتی ہے (دائرۃ انگلوپیڈیا برٹانکا)

کی۔ آپ کے دین مین شامل ہوئے۔ اور پھر آپ کے مشنری بن کے دنیا مین پھیلے۔ ان تین قسم کے مورخین کے بعد قرآن پاک ہے جو خداوند جل شانہ پاک و بے عیب زبان سے حضرت مسیح کے اصل واقعے کو بتاتا ہے۔ مسلمان مورخین قرآن ہی کے تابع ہین۔ اس لیے کہ قرآن کے علاوہ اگر کوئی واقعہ اُنھون نے اپنی تاریخون مین لکھ بھی دیا ہے تو بقول محدثین وہ اسرائیلیات سے یا یون کہا جائے کہ یہود و نصاری کی تاریخون سے لے کے بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے ایسے واقعات مذہبًا واجب التسلیم بھی نہین تصور کیے جا سکتے۔

جناب مسیح حضرت رسول آخر الزمان کی طرح نہ کسی امی قوم مین پیدا ہوئے تھے اور نہ کسی ایسے ملک مین جہان تصنیف و تالیف اور خاصۃً اخبار و روایت کا سلسلہ نہ جاری ہو۔ آپ کا مولد تہذیب و تمدن کا مرکز اور ... و منشا تھا۔ مگر بادی النظر مین معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت ایک ایسے غیر مشہور خاندان اور ایسی گمنامی و مجہولیت کی حالت مین واقع ہوئی کہ کسی مورخ کو خاص اُس وقت توجہ کرنے کا موقع ہی نہ ملا جبکہ اصلی واقعات کی جانچ پڑتال کی جا سکتی تھی۔ لہذا بجز مسیحیون کے کسی غیر قوم و غیر مذہب مورخ نے سوائے اس کے کہ دو ایک مخالفانہ جملے حضرت مسیح اور آپ کے خیالات کی نسبت لکھ دیے ہون کوئی ایسی بات نہین بتائی جس سے ہم اصلی حالات کا پتا لگا سکین۔ اُسی زمانے کے قریب کا رومی مورخ طیسی طوس صرف اسی قدر بیان کرتا ہے کہ "مسیحیت کے بانی کو طبریوس قیصر کے عہد مین ارض یہودا کے رومی پائی لیٹ یعنی والی پانطوس نے مار ڈالا۔ جس کا مذہب سخت ضعیف الاعتقاد لوگون کی تعلیم دیتا ہے"۔ اِس کے بعد یہ بھی بتاتا ہے کہ گو یہ مذہب دبا دیا گیا مگر پھر ظاہر ہوا۔ صرف ارض یہودا ہی نہین دار السلطنت روم کے لوگون پر بھی اُس مذہب کا اثر پڑ رہا ہے"۔ یہ ایسا مجمل و غیر اطمینان بخش بیان ہے کہ اس سے ہمین اپنے اغراض مین کوئی مدد نہین مل سکتی

رومی مورخ طیسی طوس

اسی طرح رومیون کے دیگر مورخین بھی ساکت و خاموش ہین۔

یہودی مورخ یوسفوس یہودیون کے مورخون مین سے یوسفوس کی نسبت کہا جاسکتا ہی کہ وہ اِن تمام حالات سے بخوبی واقف ہوگا۔ مگر شاید رومیون کے تعلقات کے باعث اُس نے بھی واقعات کو زیادہ تفصیل سے بیان کرنا مناسب نہین سمجھا۔ اپنی مشہور تاریخ مین ایک مقام پر وہ لکھتا ہے "اسی عہد مین عیسیٰ نام ایک خاص شخص ظاہر ہوا۔ وہ ایک ہوشیار آدمی تھا (اگر حقیقت مین اسے انسان کہہ سکین اس لیے کہ اس سے معجزات ظاہر ہوتے تھے۔ اور اُن لوگون کو تعلیم دیتا تھا جو راستی کو خوشی سے قبول کرتے) اُس نے بہت سے یہودیون کو اپنا پیرو بنا لیا۔ (اور بہت سے یونانیون کو بھی یہی شخص مسیحا تھا) اور جب ہماری قوم کے مخصوص لوگون کے اہتمام پر پائی لیٹ نے اُس کے مصلوب کرنے کا حکم دیا تب بھی اُن لوگون نے جو اس کے مطیع ہو چکے تھے۔ اس سے علیحدگی نہ اختیار کی (اس لیے کہ مصلوب ہونے کے تیسرے دن وہ زندہ ہوکے ان کے سامنے ظاہر ہوا۔ جیسا کہ مقدس پیغمبرون نے اس واقعے کا اور ایسے ہی بے شمار دیگر معجزات کا اعتراف کیا ہی) عیسائی لوگون کا گروہ جو اسی شخص کی طرف منسوب ہوکے اس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس وقت تک موجود ہے" یہ حالات ہین جو یہودی مورخ یوسفوس کی کتاب مین موجود ہین۔ مگر ادنیٰ تامل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اِن پر عیسائی تعصب نے تصحیف کا پورا عمل کر دیا ہے۔ جو جملے کہ ہم نے قوس کے اندر کر دیے ہین اُن کی نسبت خود پچھلے مسیحی

عیسائیون کی تصحیف و تحریف محققین کو اعتراف کرنا پڑا ہے کہ قدیم عیسائیون کی چالاکی سے یوسفوس کی عبارت مین بڑھ گئے۔ جن لوگون نے ایک یہودی کی کتاب مین اتنی بڑی اصلاح دیدی اُن کے ہاتھون سے کوئی تعجب نہین اگر خود انجیل مین بھی پوری تحریف سے کام لے لیا گیا ہو۔ بنی اسرائیل کی کتاب طالمود جس کے بعض حصے جناب مسیح سے پیشتر اور بعض دو ایک

طالمود صدی بعد لکھے گئے۔ تھے اس مین البتہ اکثر جگہ حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے۔ مگر شاید عیسائیون کو افسوس ہوگا کہ اُنھین یہودیون کی اُس قدیم کتاب مین اصلاح دینے کا

بالکل موقع نہین مل سکا- طالمود مین حضرت عیسیٰ کا نام ہر جگہ نہایت ہی گستاخی و بے ادبی سے لیا گیا ہے اور کوئی ناپاک سے ناپاک جملہ نہین جو آپ کی شان مین نہ استعمال کیا گیا ہو- اور اسی وجہ سے وہ تعصبات کے رنگ مین اس قدر رنگے ہوے ہین کہ تاریخی اعتبار کے درجے سے بالکل ساقط ہین-

قدیم عیسائی مورخ

قدیم مورخین مین سے صرف عیسائی رہ گئے- جو حضرت مسیح کے حالات کے متعلق دو قسم کے شواہد پیش کرتے ہین- ایک تو حوارین و دیگر بزرگان دین کی تالیف کی ہوئی اناجیل دوسرے قدیم روایات و اخبار- اخبار و روایت کا سلسلہ صحیحون مین مطلقاً مفقود ہے- صرف وہ مسترد شدہ انجیلین البتہ اس عنوان کے تحت مین داخل کی جاسکتی ہین جو موجودہ مجموعہ بائبل سے نکال ڈالی گئی ہین اور "اپاکریفل" کے لفظ سے یاد کی جاتی ہین- مگر افسوس ان کا ذخیرہ بھی صرف کیتھولک اور یونانی کلیسا والون کے ہاتھ مین ہے- اس لیے کہ پراٹسٹنٹ مذہب کی بنیاد ہی ان اناجیل کے انکار کر دینے پر پڑی ہے تاہم ان مسترد شدہ انجیلون تک ہماری جہان تک رسائی ہو سکی ہم نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے-

آپ کی ولادت عیسائیون کے خیال کے مطابق

لیکن ابھی ہم عیسائیون کی تاریخی شہادت کو صرف انجیلون تک محدود رکھتے ہین- اناجیل کی بنا پر آپ کی ولادت کا جو خاکہ مسیحی پیش نظر کرتے ہین وہ بالاجمال یہ ہے کہ جناب مریم جن کا سلسلہ نسب ٹھیک طور پر تو نہین بتایا جا سکتا مگر غالباً نسل داؤد سے تھین- بغیر کسی خاندانی پتے کے شہر بیت المقدس بلکہ خاص مسجد اقصیٰ مین رہتی نظر آتی ہین- ماں نے بچپن ہی مین اپنی منت کے مطابق حرم کی نذر کر دیا تھا- ہنوز کمسن تھین کہ آپ کی تنہائی و بیکسی کے خیال سے معزز مقتدایان و خدام بیت المقدس نے یوسف نام ایک شخص سے آپ کو منسوب کر دیا- یوسف کا خاندان بیت المقدس سے چند میل کی مسافت پر ایک قدیم گاؤن مین جس کا نام بیت اللحم ہے آباد چلا آتا تھا- اولاد داؤد قدیم سے اسی گاؤن مین سکونت پذیر تھی- خود حضرت داؤد بھی اسی کی خاک سے پیدا ہوے تھے- اور یوسف کو بھی اسی خاندان سے ہونے

کی عزت حاصل تھی۔ زمانے کی مجبوریوں سے یوسف بچپن ہی میں آپ کو علاقہ جلیل کے کے شہر ناصرہ میں لے گئے اور وہیں توطن اختیار کر لیا۔ جہاں اُن کے ساتھ حضرت مریم غربت و گمنامی اور عصمت و پاکدامنی کی زندگی بسر کرتی تھیں۔ یوسف بڑھئی کے کم حیثیت پیشے پر بسر اوقات کرتے تھے۔ مگر اس کام میں بھی اتنی کم آمدنی تھی کہ بمشکل وہ عسرت بسر ہوتی تھی۔ بہر تقدیر اپنی مقبول الٰہی منسوبہ کے ساتھ جس طرح گذرتی تھی زندگی کے دن کاٹتے تھے۔ باوجود شوہر کے ساتھ رہنے کے آپ ابھی کنواری تھیں کہ خدا کی قدرت سے یکایک حاملہ نظر آئیں جس کی خبر ایک الہامی طریقے سے خود آپ کو ہو گئی یوسف نجار پر جب یہ حال کھلا تو انھیں بدگمانی ہوئی۔ مگر ایک فرشتے نے خواب میں آ کے اطمینان کر دیا۔ اور پاکدامن منسوبہ کی طرف سے اپنا دل صاف کر کے وہ مبارک مولود کا انتظار کرنے لگے۔

اتفاقاً اسی زمانے میں رومی فرمان روا کے حکم سے یہودیوں کی مردم شماری ہوئی جو سلطنت کی طرف سے ٹیکس مقرر کرنے کی غرض سے تھی۔ اس مردم شماری میں یہ بھی شرط تھی کہ جو شخص جس خاندان کا ہو اور جس جگہ کا اصلی باشندہ ہو اسی خاندان اور اُسی شہر کے رجسٹر میں اپنا نام درج کرائے۔ یوسف نجار چونکہ اولاد داؤد سے تھے اور خاص بیت اللحم کے رہنے والے تھے۔ لہذا وہیں کے رجسٹر میں اپنا نام درج کرانے کے لیے ناصرہ سے بیت اللحم گئے۔ یہاں آتے ہی چونکہ مدت حمل پوری ہو چکی تھی حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے۔ ولادت کے بعد ہی تین بابلی نجومی یا کاہن ہیروڈ کے دربار میں پہنچے اور کہا ہم کو ایک تارے سے معلوم ہوا کہ بیت اللحم میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو یہودیوں کا بادشاہ ہے۔ ہیروڈ یہ خبر سُن کے متوحش ہوا۔ اور دل میں ڈرا کہ یہ بادشاہ کہیں میرے ہی سر پہ آفت نہ لائے۔ اس لیے اُس نے اکابر یہود کو بلا کے اس کی تحقیق کی۔ اور جب قدیم انبیا کی پیشین گوئیوں کے مطابق مسیحا کا بیت اللحم سے پیدا ہونا ثابت ہو گیا تو اس نے نجومیوں سے خواہش کی کہ جاؤ اور جب وہ بچہ مل جائے تو آ کے مجھے خبر کر دینا تاکہ میں بھی جا کے اُس کی پرستش کروں۔ ناگہاں نجومیوں کو پھر وہی تارا نظر آیا جس کی رہبری

سے وہ جناب مریم تک جا پہونچے۔ آپ نوزائیدہ بچے کو گود مین لیے بیٹھی تھین کہ ان عقیدتمند نجومیون نے آکے حسب رسوم مروجہ مُر۔ لوبان۔ اور سونا چڑھایا اور واپس گئے۔
واپسی کے وقت نجومی پھر ہیروڈ کے پاس جاتے۔ مگر خدا کے فرشتے نے اُنھین خواب مین ہدایت کی کہ ہیروڈ سے بے ملے چلے جائین اسی سبب سے اُنھون نے اس خوف زدہ اور بدگمان بادشاہ یہود کے پاس جانے کی زحمت نہ گوارا کی اور دوسرے راستے سے کسی اور طرف چلے گئے۔ ہیروڈ کو جب اُن کے چلے جانے کی خبر ہوئی تو دل مین اور بھی متردد ہوا۔ اور ڈرا کہ یہودیون کا یہ بادشاہ جو بیت اللحم مین پیدا ہوا ہے کہین میرے تاج و تخت کا مالک نہو جائے۔ لہذا حکم دیا کہ جس بچے کی خبر نجومیون نے دی تھی تلاش کیا جائے۔ دوسری طرف فرشتۂ غیب نے یوسف کو خبر دی کہ ہیروڈ دشمن ہو رہا ہے۔ تم یہان رہے تو تمھارے بچے کو چھین کے مارڈوالے گا۔ اس لیے اسی وقت مریم اور اس بچے کو ساتھ لے کے بھاگو اور سرزمین مصر مین چلے جاؤ۔ یہ الہامی اشارہ پاتے ہی مریم و یوسف نے اپنے معصوم بچے کو سینے سے لگا کے مصر کی راہ لی۔ اور اُن کے چلے جانے کے بعد جب ہیروڈ کو خبر ہوئی کہ ہزار جستجو کی گئی اس بچے کا کہین پتہ نہ لگا تو اُس نے اور زیادہ وحشت مین آکے حکم دیدیا کہ شہر بیت اللحم اور اس کے جوار مین اِن دِنون جتنے بچے پیدا ہوے ہون سب مار ڈالے جائین۔ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ جناب عیسی تو اپنی ماں کے ساتھ مصر مین داخل ہو گئے تھے۔ مگر یہان بیت اللحم مین محض آپ کے دھوکے مین بہت سے بے زبان معصومون کے گلون پر چھری پھر گئی۔
یوسف و مریم کو مصر مین گئے زیادہ زمانہ نہین گذرا تھا کہ ہیروڈ کے مرنے کی خبر پہونچی۔ مطمئن ہو کے وہان سے واپس آتے تھے۔ اور پھر بیت اللحم مین آنے کا ارادہ تھا کہ معلوم ہوا ہیروڈ کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اور دولت روم کی منظوری سے اس کا بیٹا آرکالیوس بادشاہ قرار پایا۔ اس یہودی بادشاہ کیطرف سے بھی اُن کے دل مین اندیشہ تھا لہذا خیال کیا کہ ظالم کے محل سے اتنا قریب رہنا مناسب نہین ہے۔ اور پھر ناصرہ مین جا کے سکونت پذیر ہو گئے۔ اور وہان یوسف نے اپنا بڑھئی کا کام

پھر شروع کر دیا"
یہ وہ حالات ہین جو مسیحیون کے معتقدات کے مطابق پایۂ ثبوت کو پہونچے ہوے ہین-

---

باب سوم

ولادت مسیح کے متعلق مسلمانون کا بیان

مسلمان مورخین اور ان کے خیال کے مطابق آپ کی ولادت-جناب مریم کی ولادت خانۂ خدا مین آپ کی سکونت-یحیٰی یا جان دی بپٹسٹ-یوسف اور مریم کا ساتھ آپ کا حاملہ ہونا-یوسف نجار کی بدگمانی-وضع حمل-یہودن کا ہنگامہ-جناب ذکریا کی شہادت-ناصرہ کی سکونت-اختلاف سٹانے کی دشواریان-قرآنی بیان کی عیسائی شہادت-

مسلمان مورخین اور اُن کے خیال مطابق آپ کی ولادت

اب اس کے بعد یہ دیکھنا چاہیے کہ آپ کی ولادت باسعادت کے متعلق مسلمان کیا کہتے ہین-وہ قرآن پاک کی پابندی مین ایک دوسرا واقعہ بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ "عمران بن ماثان نام ایک شخص خاص شہر بیت المقدس کے معززین اور بنی اسرائیل کے سردارون اور مقتداؤن مین سے تھا-انھین دنون حنہ اور ایشا نام دو شریف النسب اور شریف النفس لڑکیان تھین جن مین سے ایک یعنی حنہ کو تو عمران نے اپنے عقد نکاح مین لیا-اور ایشاع کا عقد ذکریا بن برخیا نام ایک دوسرے نیک نفس بزرگ کے ساتھ ہو لیا جن کو خدا نے

جناب مریم کی ولادت

شرف نبوت سے ممتاز کیا تھا-عمران و حنہ کے عقد کو ایک زمانہ گذر چکا تھا-مگر خدا نے کوئی اولاد نہ دی تھی حنہ کو لاولدی کا نہایت صدمہ تھا مگر باوجود عمر کے زیادہ ہو جانے کے رحمت الٰہی سے مایوس نہین ہوئی تھین چنانچہ حنہ نے نذر مانی کہ اگر خدا مجھے اولاد دے تو اُسے معبد الٰہی کے خدام مین شامل کر دونگی

اس قسم کی نذر ون کا بنی اسرائیل مین رواج تھا اور معمول تھا کہ اس طرح کی نذر ماننے کے بعد جو لڑکا پیدا ہوتا وہ بیت المقدس مین رکھا جاتا۔ سن بلوغ تک وہ خادمان حرم الٰہی کی جماعت مین شامل رہتا۔ لیکن بعد بلوغ اُسے اختیار ہو جاتا کہ چاہے بیت المقدس مین رہے یا کسی اور جگہ چلا جاے۔ اور کسی دوسرے کام سے لگے۔ مگر یہ رواج صرف اولاد نرینہ کے ساتھ تھا۔ ایسا کبھی اتفاق نہین پیش آیا تھا کہ کوئی لڑکی خدام بیت المقدس مین شامل کی گئی ہو۔

"حنّہ کو نذر مانے چند ہی روز ہوئے تھے کہ اُن کے مقدس و محترم شوہر عمران کا انتقال ہو گیا۔ یہی صدمہ اُس عصمت شعار بیوہ کے ملول کرنے کے لیے کیا کم تھا؟ مگر چند روز کی بیوگی کے بعد جب وضع حمل ہوا تو اور پریشان ہوئین۔ اس لیے کہ خلاف امید لڑکی پیدا ہوئی۔ جو عام خیالات اور مروجہ رسوم کے مطابق خانۂ خدا مین رہنے کی صلاحیت نہ رکھتی تھی۔ مگر الہام الٰہی ہی کی تائید تھی کہ جناب حنّہ نے ان خیالات کی جو قوم یہود مین پھیلے ہوے تھے ذرا بھی پروا نہ کی۔ اور اپنی ننھی سی لخت جگر کو مریم کے مبارک نام سے نامزد کر کے ایک کپڑے مین لپیٹا اور خانۂ خدا مین جا پہونچین۔ یہود کے احبار اور مقتداؤن مین تھوڑی دیر تک جھگڑا رہا کہ اس معصوم و بے زبان لڑکی کی پرورش کا فخر کسے حاصل ہو۔ آخر باتفاق آرا حضرت زکریا جو جناب مریم کے خالو بھی ہوتے تھے آپ کے کفیل و مربی قرار پاے۔ اس طرح حضرت مریم صدیقہ پیدا ہوتے ہی ماں کے آغوش سے نکل کے خالہ کی گود مین پہونچین۔ جب ذرا بڑی ہوئین تو آپ کو حضرت زکریا نے خاص خانۂ خدا کے ایک چھوٹے سے حجرے مین جو زمین سے بلند تھا لا کے رکھا۔ جہان ایک فاختہ کی طرح اُس پاک گھر مین اپنا آشیانہ بنا کے آپ رہتین۔ اور فرشتون کے لاے ہوئے بے فصل و موسم فواکہ کھایا کرتین۔ اِن میوون کو دیکھ دیکھ کے حضرت زکریا متحیر ہوتے اور اکثر پوچھتے کہ "مریم تمھین یہ پھل کہان سے ملے؟" اور آپ اپنی کمسنی کی سادگی سے فرما دیتین "خدا نے دیے ہین"

یحیی یا جان دی بپٹسٹ خود جناب زکریا کو بھی اپنی لاولدی کا نہایت صدمہ تھا۔ اور پیرانہ سالی نے اس صدمے پر مایوسی کا زنگ چڑھا دیا تھا۔ حضرت مریم کے حال پر خدا کا یہ فضل و کرم دیکھ کے اُن کی امیدین بھی زندہ ہو گئین اور دل خود ہی گواہی دینے لگا کہ جو خداوند کریم مریم کو اس طرح بے موسم کے پھل کھلایا کرتا ہے اُس سے بعید نہین کہ اس مایوسی کی عمر مین مجھے بھی کوئی اولاد دے۔ اس امید کے پیدا ہوتے ہی حضرت زکریا نے بارگاہ الٰہی مین دعا کی کہ "بار آلہا۔ مجھے نیک اولاد عطا کر"۔ یہ دعا کچھ ایسے حضور قلب اور خلوص نیت سے مانگی گئی تھی کہ تیر بہدف ہوئی۔ اور ایک فرشتے نے آ کے اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ مژدہ سنایا کہ "اے زکریا تمھارے ایک لڑکا ہوگا۔ اور اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ وہ کلمۃ اللہ یعنی حضرت مسیح کی تصدیق کرے گا"۔ اس بشارت کے مطابق حضرت زکریا کی بی بی بڑھاپے اور سن آیاس مین حاملہ ہوئین۔ اور مدت حمل پوری ہونے کے بعد جناب یحییٰ پیدا ہوئے جن کو عیسائی جان دی بپٹسٹ کہتے ہین۔

یوسف اور مریم کا ساتھ ادھر تو یہ ہوا اُدھر جناب مریم نے بعد بلوغ بھی خانہ خدا کی سکونت نہ چھوڑی۔ اور اب اپنے باپ عمران کے حقیقی بھائی یعقوب بن ماثان کے بیٹے یوسف کے ساتھ شب و روز بیت المقدس کی مجاوری و خدمت گزاری مین مشغول رہتین۔ یوسف ایک حکیم شخص تھے اور چونکہ بڑھئی کا پیشہ جانتے تھے لہذا لکڑی کی اکثر چیزین بنا کے اُن کی آمدنی خدا کی راہ مین صرف کرتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ یوسف نجار کے لقب سے مشہور تھے۔ اور انھین کے ساتھ آپ کا عقد نکاح بھی ہونے والا تھا یوسف بھی حرم ہی مین رہتے اور یہود کے اسی منتخب و واجب التعظیم گروہ مین تھے جس کی بیت المقدس مین وہی حیثیت تھی جو ہمارے سرور کائنات علیہ السلام سے پیشتر قریش کو معظمہ مین حاصل تھی۔

آپ کا حاملہ ہونا [illegible] یوسف دونون کا معمول تھا کہ جب پانی خرچ ہو جاتا اپنا اپنا گھڑا اٹھا کے [illegible] قریب کے ایک چشمے سے پانی بھر لاتے۔

ایک دن اتفاقاً حضرت مریم کا گھڑا خالی ہو گیا تھا۔ آپ نے اسے اُٹھا کے یوسف سے کہا چلو پانی لے آئیں" انھوں نے کہا "مجھے ابھی کل تک پانی کی ضرورت نہیں اس لیے مین تو اس وقت نہ چلوں گا" جناب مریم کو مجبوراً تنہا ہی اس چشمے پر جانا پڑا۔ وہاں پہونچیں تو جبرئیل ایک انسان کی صورت میں قریب آئے اور کہا "مریم مجھے اللہ جل شانہ نے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ تم کو ایک اچھا اور پاک و صاف لڑکا دوں" عصمت شعار دوشیزہ نے شرما کے سر جھکا لیا اور کہا "خدا کی درگاہ مین التجا ہے کہ مجھے تمھارے ہاتھ سے محفوظ رکھے" جس کے جواب مین حضرت جبرئیل نے پھر کہا "مین تمھارے پروردگار ہی کا فرستادہ ہوں۔ اور اسی غرض کے لیے آیا ہوں کہ تم کو اولاد صالح دوں" جناب مریم نے کہا "یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ مجھے کبھی مرد کا ہاتھ تک نہین لگا۔ اور نہ مین کوئی بدکار عورت ہوں" فرشتۂ الٰہی نے سمجھایا اور بتایا کہ خدا کی مرضی یون ہی ہے الغرض حضرت مریم خاموش ہو رہیں۔ اور جبرئیل امین نے بڑھ کے آپ کی چادر کے گریبان مین پھونکا۔ جس کے ساتھ ہی آپ حاملہ ہو گئیں۔ اُس وقت جناب مریم کی عمر بعض کے نزدیک تیرہ اور بعض روایتوں سے پندرہ سال کی تھی۔

یوسف نجار کی بدگمانی "جناب مریم اور یوسف نجار دونوں اُس عہد کے سب سے بڑے متقی اور پاک نفس لوگوں مین شمار کیے جاتے تھے۔ اس حمل کا حال آخر یوسف پر کھلا۔ پہلے تو اُنھوں نے اپنے مشاہدے اور خیال کی تغلیط کی اور دل مین کہا "یہ صرف میرے خیال کی غلطی ہے۔ مریم ایسی نہین کہ اُن پر کسی قسم کی بدگمانی کی جا سکے" مگر جب دیکھا کہ اب تو شک ہی نہین کیا جا سکتا تو اشارے اشارے مین ایک دن اپنی پاکدامن بنت عم سے پوچھا "کیا بغیر تخم ریزی کے کھیتی ہو سکتی ہے؟" مریم نے کہا "ہان" پھر پوچھا "درخت بے بارش کے اُگ سکتا ہے؟" پھر یہی جواب ملا کہ "ہان" آخر جب دیکھا کہ اشارے کے سوالات سے دل کو اطمینان نہین ہوتا تو پوچھا "اور بغیر باپ کے بیٹا ہو سکتا ہے؟" لیکن حضرت مریم کی زبان سے پھر وہی "ہان"

کا لفظ نکلا۔ مگر اب اُس پاکدامن و پاک دل دوشیزہ نے جب دیکھا کہ یوسف کی حیرت کسی طرح کم نہیں ہوتی تو زیادہ توضیح کی غرض سے فرمانے لگیں "خدا نے جو درخت سب کے پہلے اُگایا ہوگا وہ بے بیج کے اور سب سے پہلی روئیدگی بے بیج ہی کے تھی۔ اور انسان کی نسبت تو معلوم ہے کہ آدم بے ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے" ظاہر ہے کہ ان جوابوں سے یوسف کا اطمینان تو کیا ہوا ہوگا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ حضرت مریم کی باتیں ایک خداشناس شخص کی زبان بند کردینے کے لیے کافی تھیں۔

وضع حمل:- مریم صدیقہ کی مدت حمل میں اختلاف ہے۔ مگر خیر جتنا زمانہ گذرا ہو۔ جب وضع حمل کا وقت آیا تو آپ گھبرا کے بیت المقدس کے مشرقی پھاٹک کی طرف چلیں دروازے کے قریب ہو چکیں تھیں کہ ایک کھجور کے درخت کے قریب وضع حمل ہوگیا۔ آپ نے پریشان ہو کے اور زمانے کی شرم سے یہ کلمہ زبان سے نکالا "کاش اس واقعے کے قبل ہی میں خاک میں مل گئی ہوتی" اس وقت جبرئیلؑ نے پکار کے بتایا کہ "ڈرئیے نہیں آپ کے نیچے ہی خدا نے ایک چشمہ جاری کردیا ہے" اور یہ بھی کہا کہ "اس کھجور کے درخت کو ہلائیے حضرت مریم نے اس درخت کو اپنے ناتواں ہاتھوں سے ہلایا۔ اور چند تر و تازہ خرمے گر پڑے۔ آپ نے اُن خرموں کو کھا کے اور اُس چشمے کے پانی سے سیراب ہو کے اپنے دل کو ذرا تسکین دی۔ اس کے بعد ہدایت ہوئی کہ یہاں سے واپس جاؤ تو جو شخص سب کے پہلے ملے اس سے کہدو کہ میں نے آج روزہ رکھا ہے۔ لہذا کسی سے بات نکروں گی۔ اُن دنوں یہ بھی معمول تھا کہ جو کوئی روزہ رکھتا دیگر چیزوں کے ساتھ دن بھر بات کرنے سے بھی اجتناب کرتا۔ الغرض اُسی خرمے کے درخت کے نیچے حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ اور ان تمام مراتب کو طے کرنے کے بعد آپ اپنے معصوم بچے کو گود میں لیے ہوئے اپنے مقام سکونت میں واپس تشریف لائیں۔ اس عجیب و غریب واقعہ کی

یہودیوں کا ہنگامہ خبر جیسے ہی احبار و سرداران بنی اسرائیل کو ہوئی نہایت ہی برہم ہوئے - اور سب کے سب دوڑے ہوئے جناب مریم کے پاس آئے اور کہا "مریم تم سے بہت ہی برا فعل ظاہر ہوا - تمہارے باپ اچھے آدمی تھے - اور تمہاری ماں کوئی بدکارہ عورت نہ تھیں" جناب مریم نے خدا کے حکم کے مطابق یہی جواب دے دیا کہ "میں روزہ سے ہوں" لیکن اُن لوگوں نے جب زیادہ سختی سے اور اصرار کر کے جواب طلب کیا تو آپ نے حسب الحکم خداوندی اپنے معصوم بچے کی طرف اشارہ کر دیا - جس کا یہ مطلب تھا کہ "اسی سے پوچھو" اس پر وہ سب لوگ اور برہم ہوئے - اور دل میں یہ خیال کر کے کہ مریم ہم سب کو مسخرہ اور بے وقوف بناتی ہیں انتہا سے زیادہ چڑھ گئے - اور ڈانٹ کے کہا "اس سے کیا پوچھیں؟" مگر ان کا جملہ نہیں ختم ہوا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے گہوارے میں سے جواب دیا "میں خدا کا بندہ ہوں! اُس نے مجھے کتاب مرحمت کی! مجھے نبی بنایا - اور میں جہاں ہوں مجھے اُس نے مبارک کیا - اور جب تک زندہ ہوں مجھے نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا" ان لوگوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ جناب مریمؑ کو سنگسار کریں - مگر جب آپ کے معصوم بچے نے یوں شہادت دی تو سب محو حیرت ہو گئے - اور مجبوراً دونوں ماں بیٹوں کو چھوڑ کے چلے گئے -

جناب زکریا کی شہادت اس کے بعد اسرائیلیوں نے مشہور کیا کہ مریم کو سوا زکریا کے اور کسی نے خراب نہیں کیا - جس کی وجہ سے سب اس نیک نفس پیغمبر کے قتل پر آمادہ ہو گئے - جب یہ خبر حضرت زکریا کو پہونچی تو آپ گھر چھوڑ کے جنگل میں چلے گئے - اور ایک درخت میں چھپے ہوئے تھے کہ یہودیوں کو پتہ لگ گیا - سب تعاقب کر کے جا پہونچے اور اس معصوم و بے گناہ پیغمبر کو وہیں جنگل میں شہید کیا -

ناصرہ کی سکونت ادھر بنی اسرائیل حضرت زکریا کے قتل میں مشغول تھے کہ جناب مریم نے اشارہ ربانی پا کے اپنے بچے کو لیا اور ناصرہ میں جا کے سکونت پذیر ہو گئیں -

یہ واقعات ہین جو مسلمانون کے مورخین[عہ] نے بیان کیے ہین - اور جو اہل اسلام کے معتقدات مین شامل ہین - اس طولانی

اختلاف ماننے کی دشواریان

بیان مین صرف اتنی باتین قرآن پاک مین بصراحت موجود ہین کہ عمران کی بی بی نے نذر مان چکنے کے بعد جب اپنی امید کے خلاف دیکھا کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے تو افسوس کیا - اور خدا کے سامنے اپنی مایوسی ظاہر کی - مگر خدا نے اپنے الہام سے اطمینان دلایا - جس کے بعد آپ نے بیٹی کا نام مریم رکھا - اور راستے حرم مین لا کے حاضر کر دیا - وہان جناب زکریا آپ کی پرورش کے متکفل ہوے آپ حرم کے ایک بلند حجرے مین رہتین - اور بے موسم کے پھل کھاتین - اور جناب زکریا پوچھتے تو فرماتین یہ مجھے خدا نے دیے - اس کے بعد جبرئیل آپ کے پاس آئے اور جو گفتگو اوپر بیان ہو چکی اسی کے مطابق آپ اُن کے نفخ روح سے حاملہ ہوئین وضع حمل کا بھی وہی پورا حال قرآن مین موجود ہے جو بیان ہو چکا - پھر یہودیون کی بدگمانی آپ کے اور اُن کے سوال و جواب حضرت عیسیٰؑ کا گہوارے مین بولنا - اس کے علاوہ حضرت زکریا کے بڑھاپے مین اولاد ہونا اور اُن کا خدا کے حکم سے اس بچے کا نام یحییٰ رکھنا بھی کلام ربانی مین بہ تصریح موجود ہے - الغرض صرف اتنی باتین ہین جن مین کوئی مسلمان شک نہین کر سکتا اور اُن کے علاوہ جو واقعات ہین اُن مین ہم کو حق ہے کہ تاریخی تنقید و تحقیق کے بعد جو بات ثابت ہو اُسے مانین - اور جو نہ ثابت ہو اس سے انکار کر دین عیسائیون کی انجیلون سے اس واقعے کی تصدیق نہین ہوتی لیکن ہان اُن کی مختلف روایتون یعنی غیر متلو و مسترد شدہ انجیلون مین دیکھا جاے تو ان واقعات کی ضرور تائید ہوتی ہے - مگر پراٹسٹنٹ لوگون کے زور و شور اور قیاسی تحقیقات کی پابندی مین محو و اثبات کے مسلسل عمل درآمد کے جاری رہنے سے مسیحیون کی قدیم روایتین اس قدر فنا ہو گئی ہین کہ مسیحیون کی قدیم انجیلون مین اس قرآنی فیصلے کی تائید مین جو کچھ زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے نہین ہو سکتا - مگر یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ عیسائیون نے کیسی تدبیرون اور قوتون سے انکو فنا کر دیا ہے -

---

عہ ملاحظہ ہو ابن اثیر

ایک قدیم اپوکریفل[ع۵] جو یعقوبی مسیحون مین پورے اعتقاد کے ساتھ مانا جاتا ہے اور جس کی تدوین و اشاعت جناب مسیح کے بعد دوسری ہی صدی مین ہوئی اُس سے اِس قرآنی بیان کی بہت کچھ تصدیق ہوتی ہے - اس کتاب مین یہ واقعہ اس طریقہ سے بیان کیا گیا ہے -

قرآنی بیان کی عیسائی شہادت

حضرت مریم کے والد کا نام جواشیم تھا جو قوم یہود کے ایک گڈریے کی حیثیت رکھتے تھے - اور خاص بیت المقدس مین رہا کرتے تھے - انا (حنا) نام ایک با عصمت خاتون سے اُن کا عقد نکاح ہوا - جسے مدتین گذر چکی تھین مگر اولاد نہ ہوئی تھی - لاولدی کے صدمے سے مان باپ دونون شکستہ دل ہو رہے تھے کہ فرشتہ الٰہی نے آکے دونون کو جدا جدا بشارت دی کہ تمھارے ایک لڑکی پیدا ہوگی اسی بشارت کے مطابق جناب مریم پیدا ہوئین - تین سال کی عمر کو پہونچتے ہی آپ خاص معبد الٰہی مین رہنے لگین - اور جس طرح کوئی خوبصورت قمری کسی مسجد مین آشیانہ لگاتی ہے اسی طرح آپ عصمت و پاکدامنی کی شان سے مسجد اقصیٰ کے مبارک حجرون مین رہا کرتی تھین - وہان آپ کو غذا بھی اس طرح پہونچتی تھی کہ ایک فرشتہ غیب سے آکے کچھ نہ کچھ کھانے کو دیجاتا تھا - اور کسی اور شخص سے آپ کو کچھ تعلق نہ رہتا - ۱۲ برس کی عمر تک آپ کی زندگی یونہین گذری تھی کہ آپ کو بالغ دیکھ کے مقتدایان یہود نے جو متاہل تھے اور معبد الٰہی کے خدمت کرتے تھے باہم مل کے کسی ایسے شخص کو منتخب کرنا چاہا جو آپ کی نگرانی و نگہبانی کا کام اپنے ذمے لے - تاکہ غفلت ہی غفلت مین کہین خانۂ خدا کی بے حرمتی نہ ہو جائے - قرعۂ انتخاب یوسف نجار کے نام پر پڑا جو اس خدمت کے لیے مقرر کیے گئے - یوسف نجار ان دنون ایک عمر رسیدہ اور بال بچون والے آدمی تھے - ان کے منتخب ہونے مین ایک غیبی بشارت اور الہامی اشارے کو بھی دخل تھا - الغرض یوسف نے جناب مریم کو اپنی کفالت مین لیا جس کے چند ہی روز بعد غیب سے ایک فرشتہ نے آکے حضرت مریم کو مطلع کیا کہ آپ کے لڑکا ہونیوالا ہے جس کے ساتھ ہی حمل ظاہر ہونے لگا - اس حمل نے لوگون مین طرح طرح کی بدگمانیان پیدا

ع۵ اپوکریفل ان انجیلون کو کہتے ہین جو موجودہ مجموعۂ اناجیل مین تو نہین ہین - مگر بعض فرقۂ نصاریٰ مین سچی واجب التعمیل اور کتاب الہامی کا جز سمجھی جاتی ہین - اور بعض کے نزدیک غیر قابل اعتبار ہین -

لیکن۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ مریم و یوسف یہود کے بڑے مقتدا کے سامنے لائے گئے۔ دونوں نے نہایت ہی متانت و راستبازی سے اپنی بے گناہی ثابت کی۔ لیکن جب تک امتحان کرنے والے پانی سے امتحان نہ لے لیا گیا دونوں کو نجات نہ ملی۔ عہ

اس روایت کی نسبت یہ دعویٰ تو نہین کیا جا سکتا کہ قرآنی بیان سے مطلقاً موافق ہے۔ مگر ان بعض جزئی باتون کے علاوہ اصولاً یہ اُسی واقعے کی خبر دیتا ہے جس کی تصدیق قرآن نے کی ہے۔ عہ

باب چہارم

حضرت عیسیٰؑ نبوت سے پہلے

ولادت کے متعلق تنقید و تحقیق غیر ممکن ہے۔ یہود و نصاریٰ کی معاندانہ اغراض۔ دونوں کی بے اعتدالیاں۔ عیسائیوں کے دعوے کی کمزوری۔ اسلام کا فیصلہ۔ نصرانیت کو اسلام سے کیا مدد ملی۔ آپ کا ختنہ۔ رسم تطہیر۔ انجیلون کا باہمی اختلاف آپ کا بچپن۔ آپ دنیا کے کامون مین لگتے ہین۔ شان نبوت کا پہلا ظہور۔ آپ بھی نجاری کرتے ہین۔ جناب یحییٰ کا ظہور۔ رسم تقدس (بپتسما)

ولادت کے متعلق تنقید و تحقیق غیر ممکن ہے

درحقیقت جناب عیسیٰ کی ولادت ایک ایسی گمنامی کی حالت مین ہوئی یا مورخین کی لاپروائی سے ہو گئی کہ مورخانہ یا محققانہ تنقید و تحقیق کا عمل چل ہی نہین سکتا۔ رومی اور یہودی مورخین یہ بتاتے ہی نہین کہ آپ کہان اور

عہ امتحان کرنے والا پانی Water of the ordeal of the law یہ وہی پانی ہے جس کا استعمال اسوقت تک کیتھولک اور دیگر قدیم فرق نصاریٰ مین باقی ہے اس کو چھڑک کے لوگون سے حلف لیتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ اس پانی کی برکت سے اُسے جھوٹ بولنے کی جراٗت نہ ہوگی۔

عہ دیکھو انسائیکلو پیڈیا برٹانکا۔

کیونکر پیدا ہوے۔ نصاریٰ اور یہود کی یہ حالت ہے کہ دونون نے آپ کے زمانے کے بعد اور اُس وقت تو جبکہ کی جبکہ مذکور ہ دونون مذہبون مین سخت اختلاف پیدا

یہود و نصاریٰ کے معاندانہ اغراض

ہو چکا تھا۔ اور دونون کی آنکھون پر ضد اور تعصب کی عینکین چڑھ چکی تھین جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ ایک طرف تو عیسائیون نے اس بات کی کوشش شروع کی کہ جناب عیسیٰ کو وہی مسیحا ثابت کرین جس کی نسبت یہودیون کی کتابون مین پیشین گوئیان موجود تھین۔ مسیحیت کے ابتدائی دعوے دارون مین سے بہت کم کسی کی یہ کوشش تھی کہ اپنے پیغمبر کے اصلی حالات زندگی کو صاف صاف ظاہر کر دے۔ بلکہ عموماً جو آپ کے واقعات بیان کرتا اُن مین یہ غرض ضرور مخفی ہوتی کہ آپ کا مسیحا ہونا ثابت کیا جاے۔ اور جب مسیحی اس کوشش مین حد سے گذرنے لگے تو یہودیون نے بھی اصلی حالات چھوڑ کے اپنی ہر روایت مین آپ کے بدنام کرنے کا ارادہ کیا۔ اور عیسائیون کے ہر دعوے کو توڑنے لگے۔

دونون کی بے اعتدالیان

آیندہ مسیحا کے لیے بنی اسرائیل کے خیال مین یہ دو امور ضروری تھے کہ وہ نسل داؤد سے ہو۔ اور بیت اللحم مین پیدا ہو۔ جو قدیم الایام مین جناب داؤد کے وطن ہونے کی عزت پا چکا تھا۔ اسی کی تصدیق کے لیے عیسائیون نے دعویٰ کر دیا کہ حضرت عیسیٰ کا خاندان اگرچہ دنیا کو ناصرہ مین رہتا نظر آیا مگر دلات کی ضرورت سے والدین اتفاقاً بیت اللحم مین آ گئے تھے۔ اور جناب مریم اگرچہ علاقۂ جلیل مین سکونت پذیر تھین مگر اصلی رہنے والی بیت اللحم ہی کی تھین۔ یہ دونون دعوے ایسے تھے جن کو عیسائیون نے آخر تک پیش کیا مگر یہودیون نے کسی طرح نہ مانا۔ بلکہ اُلٹے ضد اور تعصب کے جوش مین حضرت عیسیٰ کی ولادت کو فعل حرام اور جناب مریم کی (معاذ اللہ) بدکاری کا نتیجہ بتانے لگے۔ انجیلون کے دیکھتے ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے مولفون کا پہلا اور اہم مقصود یہی دو باتین تھین جن کا اوپر ذکر آیا۔ اسی لیے کہ حضرت مسیح کے نسب نامے ہی سے کتاب شروع ہوتی ہے۔ اور اگرچہ یوسف نجار کے نسب نامے کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو کوئی تعلق نہ ہو سکتا تھا مگر محض بے ضرورت یا اس خیال سے کہ شاید کسی آیندہ زمانے مین ضرورت ہو۔ جناب مریم کا نسب نامہ چھوڑ کے

اُن کا پورا نسب نامہ انجیل کا جزو بنا دیا گیا اسی کا جواب یہودیوں کی کتاب تالمود ہے جو جناب عیسیٰ بن مریم کو بُرے سے بُرے الفاظ اور ناپاک سے ناپاک الزامات کا مورد ٹھہراتی ہے۔

حضرت مسیح کے زمانہ کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں یہ بحث بڑے زور و شور سے پیش ہوئی تھی کہ جناب مسیح بیت اللحم میں پیدا ہوئے یا نہیں۔ اور یہودی آپ کے نسل داؤد سے ہونے اور نیز بیت اللحم میں پیدا ہونے دونوں باتوں سے قطعاً انکار کر رہے تھے۔ وہ مریم اور مسیح دونوں کو ناصری اور علاقہ جلیل کا باشندہ اور نیز ان دونوں میں کے خاندانوں کی یادگار بتاتے تھے جن سے کسی نبی کے پیدا ہونے کی اُن کے خیال میں ہرگز امید نہ ہو سکتی تھی۔

عیسائیوں کے دعوے کی کمزوری | اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان تمام بحثوں میں عیسائیوں کے دعوے بہت نازک تھے۔ ان کو اپنے ہر دعوے کے لیے ثبوت پیش کرنا پڑتا۔ اور یہودیوں کی حیثیت بالکل مانع کی تھی۔ اُن کے انکار کے جواب میں عیسائی جو ثبوت پیش کرتے تھے وہ خلاف قیاس اور قابل مضحکہ نظر آتے تھے۔ ایک لڑکا جو کہ بغیر کسی مرد کے تعلق کے ایک خوبصورت کنواری کے بطن سے پیدا ہوا اُسکو عیسائی مسیحا اور خدا کی خدائی کا ایک حقیقی اور سب سے مکمل نمونہ بتا رہے تھے۔ ایک لڑکا جس کی ماں پہلے بھی ناصرہ میں رہتی تھی۔ اور بعد بھی ناصرہ ہی میں رہتی نظر آئی جس کا نشو و نما بھی علاقہ جلیل ہی میں ہوا اس کی نسبت وہ کہتے تھے کہ ناصرہ نہیں بیت اللحم میں پیدا ہوا۔ ان دونوں باتوں کو یہودی بے اصل و بے بنیاد بتاتے اور اس لڑکے کو ایک فعل حرام کا نتیجہ خیال کرتے تھے۔ جس میں ہر غیر شخص بیشک یہودیوں ہی کی طرفداری کرتا۔ اس سے زیادہ قابل حیرت اور عیسائیوں کے دعووں کے لیے مضر یہ بات تھی کہ بیت اللحم و بیت المقدس ایسے مقامات تھے جہاں کی ہر حالت کو مہذب اور تاریخ لکھنے والی دنیا دیکھتی رہتی تھی۔ بیت المقدس مکہ نہ تھا جہاں آنحضرت صلعم کے حالات کی دیکھنے والی کوئی غیر قوم نہ تھی۔ اور جہاں اُس وقت تک واقعہ نگاری کی کسی کو عادت نہ پڑی تھی۔ بیت المقدس میں یہودی تھے اور رومی۔ اور دونوں ایسے

لوگ تھے جن کی اسی زمانے کی لکھی ہوئی تاریخین اس وقت ہمارے ہاتھ مین موجود ہین۔ یہودی کہتے تھے کہ بیت المقدس مین اگر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آتا تو ممکن نہ تھا کہ ان مہذب لوگون کو اس کی خبر نہ ہوتی۔ اور حضرت عیسیٰ بے باپ کے پیدا ہوئے ہوتے تو ضرور تھا کہ اس عجیب وغریب واقعے کا تذکرہ اُن کے تصانیف مین موجود ہوتا۔ اسی طرح بابلی کاہنون کا آنا اور ہیروڈ کے ہاتھ سے صدہا معصوم بچون کا قتل ہونا یہ سب تاریخی واقعات تھے۔ جن کا پیش نا یوسیفوس کی مکمل ومفصل تاریخ مین ضرور بتایا جانا چاہیے تھا۔

اسلام کا فیصلہ

اسلام حضرت مسیح کے چھ سو برس بعد ظاہر ہوا۔ اور یہی ایک الہامی مذہب تھا جو ظاہری قیاسات کو چھوڑ کے اصلی مکاشفات اور وحی الٰہی کے یقینی اور سچے فیصلے کے مطابق عیسائیون اور یہودیون مین سے ایک کو ڈگری دے سکتا تھا۔ اسلام نے درحقیقت جو سچی بات تھی بتا دی۔ اور دونون کے دعوون مین سے جو بات حد سے گذری ہوئی تھی اُس کو مٹا دیا۔ ہمارے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کو خداوند جل وعلا نے بتایا کہ عیسیٰ ابن مریم بیشک مسیح موعود تھے بے باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اور ان کا خاندان خاص بیت المقدس مین رہتا تھا۔ جناب مریم قبل ولادت مسیح ناصرہ مین تھین۔ اور نہ ولادت کے وقت آپ بیت اللحم مین تشریف لے گئین۔ بلکہ ولادت خاص بیت المقدس مین اور خانۂ خدا کے قریب ہوئی۔ اور بعد ولادت آپ وہان سے چلی گئین۔ اور غالباً ناصرہ مین جا کے سکونت پذیر ہوئی تھین۔

نصرانیت کو اسلام سے کیا مدد ملی

سب سے نازک مسئلہ حضرت مسیح کی ولادت کا تھا جس کی وجہ سے یہودیون کو جناب مریم اور حضرت عیسیٰ دونون پر سخت اتہام لگانے کا موقع مل گیا تھا۔ قرآن پاک نے صاف بتا دیا کہ اُن کی ولادت خاص حکم الٰہی سے اور جبرئیل کی نفخ روح کا نتیجہ تھی۔ یہ اتنا بڑا فیصلہ تھا جس سے عیسائیون کو اپنے دعوون کے لیے ایک بہت بڑی شہادت مل گئی۔ اور یہودیون کو اپنے دعوے کمزور نظر آنے لگے۔

آپ کا ختنہ

انجیلون کے بیان کے مطابق یہود مین رواج تھا کہ پیدایش کے آٹھوین

دِن بچے کا ختنہ ہوتا۔ اور قریب کے عزیزون اور دوستون کی موجودگی مین اسی دِن
اُس کا نام بھی رکھا جاتا چنانچہ اسی رسم کے مطابق آپ کا آٹھوین دن ختنہ ہوا اور
آپ عیسیٰ کے مبارک نام سے نامزد کیے گئے۔ ختنے کے ۳۲ دِن بعد رسوم مروجہ کے
مطابق جناب مریم اپنے بچے کو لیے ہوے تطہیر[ع۵] کی غرض سے معبد الٰہی مین گئین۔ جہان

رسم تطہیر

اُس عہد کے مقتداے یہود شمعون اور ایک نہایت ہی پارسا و باخدا عورت
دغانیا (آپ کی خالہ) حنا نے آپ کو گود مین لیا۔ اور آپ کے متعلق بہت سی پیشین گوئیان
کین۔ جن کا مقصود صرف دعاے خیر دینا۔ اور خیر و برکت کی امید کرنا تھا۔ یہ آخری

انجیلون کا باہمی اختلاف

واقعہ اگرچہ انجیل مین بیان کیا گیا ہے مگر خود انجیل ہی اُس موقع
پر اس بیان کے خلاف بھی ہے جہان ہیرودڈ کے ڈر سے پیدائش کے چند ہی روز بعد
مریم و یوسف کا آپ کو لے کے مصر مین چلا جانا بیان کیا گیا ہے یہ عجیب بات ہے کہ عیسائیون
کو اگرچہ کتاب عہد جدید کے ہر فقرے کے صحیح اور الہامی ہونے کا دعوے ہے مگر اس کے
مختلف حصے ایک دوسرے کی تردید کر رہے ہین۔ متی کی انجیل مین بصراحت بیان کیا گیا
ہے کہ ولادت کے بعد نجومیون کا واقعہ پیش آیا۔ اور فرشتۂ الٰہی نے یوسف کو خبر دی کہ اس
بچے کو لے کے مصر چلے جاؤ۔ مگر بخلاف اس کے انجیل لوقا مین صرف یہی نہین بتایا گیا ہے کہ بعد
ولادت ختنہ ہوا۔ بلکہ لکھا ہے کہ اس کے ۳۲ دن بعد یوسف و مریم نہایت اطمینان کے ساتھ
آپ کو ساتھ لیے ہوے خاص بیت المقدس مین گئے۔ جہان آئین موسوی کے مطابق حضرت
مریم کی تطہیر کی رسم بجا لائی گئی۔ بلکہ صاف الفاظ مین لکھ دیا گیا ہے کہ اس رسم کے بعد
جناب مریم آپ کو مصر نہین ناصرہ مین لے گئین قرآن پاک بھی لوقا ہی کے بیان کی تصدیق
و تائید کرتا ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہین کہ آپ کے بیت اللحم مین پیدا ہونے اور آپ کے سفر
مصر کو جن مسلمان مورخین نے بیان کیا ہے انھون نے بغیر اس کے کہ تاریخ پر غور کیا ہو

ع۵ یہود مین قدیم سے یہ مذہبی رسم چلی آتی تھی کہ ہر یہودیہ عورت کے جب بچہ ہوتا تو نفاس کا زمانہ گذر جانے
کے بعد وہ خاص ہیکل سلیمانی مین جا کے اپنے آپ کو پاک کراتی اور اپنے بچے کو ہیکل کے سامنے کھڑا کرتی۔ اسی رسم
کو وہ لوگ تطہیر کہتے تھے جس کے بغیر کوئی عورت پاک و صاف نہ خیال کی جاتی۔

اس واقعے کو عیسائیون کی کتابون سے نقل کرلیا ہے۔ لوقا کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی والدہ ہرسال آپ کو ہیکل سلیمانی کی زیارت کے لیے جایا کرتی تھین مگر اسی کی خلاف ایک اور جگہ انجیل مین مذکور ہے کہ سب سے پہلے آپ کو ولادت کے بارھوین سال جناب مریم معبد الٰہی مین لے گئین۔ یہ ایسے اختلافات ہین جن کو عیسائی خفیف خیال کرکے پروا نہین کرتے۔ مگر یہ نہین سمجھتے کہ ان سے الہام ربانی کی کہانتک بے اعتباری ہوگئی۔

ناصرہ مین جناب عیسیٰ کا بچپن اپنی مان اور یوسف نجار ہی کی نگرانی و تربیت مین

آپ کا بچپن صرف ہوا۔ اگرچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ناصرہ کے ایک چھوٹے مدرسے مین پڑھنے کو جاتے تھے مگر آپ کا کسی مدرسہ یا یہودیون کی درس گاہ مین جانا صحیح طور پہ نہین ثابت ہوتا۔ وہی کارکنان قضا و قدر جو ہر نبی کے اصلی معلم ہوتے آئے تھے اور وہی قدرت کا کشادہ اور پھیلا ہوا دفتر جس نے ہر پیغمبر مرسل کو ایک عمدہ کتاب درسی کا کام دیا تھا انھین نے جناب مسیحؑ کو بھی علمی مدارج مین ترقی دلائی۔ اور خداشناسی کے رموز آپ پر کھول دیے۔ یقین کیا جاسکتا ہے کہ آپ یونانی اور آرامی (سریانی) زبانون کو ضرور جانتے تھے جو اُن دنون تمام ممالک شام مین بولی جاتی تھین۔ اور بقیاس غالب لاطینی اور عبرانی زبانون مین بھی آپ کو دستگاہ تھی۔ بہت لوگ کہتے ہین کہ آپ کی مادری زبان عبرانی تھی مگر بعض محققین کا بیان ہے کہ عبرانی زبان اب ایک مردہ زبان ہوگئی تھی۔ اور کہین نہین بولی جاتی تھی۔ اگرچہ ہر یہودی بچہ اپنی کتب آسمانی مین بصیرت پیدا کرنے کے لیے اُس کے سیکھنے پر مجبور تھا۔ اور اس مین بھی شک نہین کہ آپ لکھ پڑھ سکتے تھے۔ بس اسی اور اتنے ہی علم کی مدد سے آپ نے موجودہ صحائف آسمانی کا مطالعہ کیا۔ اور اس فرشتہ ہدایت کی رائے پر کاربند ہوگئے جو آپ کو ہدایت خلق اللہ کے لیے تیار کر رہا تھا۔

آپ دنیا کے کامون مین لگتے ہین ہر یہودی بچے کا معمول تھا کہ بارہ برس کی عمر مین اس کی تعلیم کا زمانہ ختم ہوجاتا۔ اپنے اور اپنے بزرگون کی بسراوقات کے لیے کوئی پیشہ اختیار کرلیتا۔ اور بزرگون کا لباس پہننے لگتا۔ چنانچہ جب آپ اِس عمر کو پہونچے تو مریم و یوسف جو والدین کے فرائض سرانجام دیتے تھے آپ کو قریب کے ایک بڑے معبد یہود مین لے گئے

اور رسوم مروجہ بجا لائے گئے۔ اسی سال جب یوسف و مریم آپ کو مسجد اقصیٰ مین لے گئے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔

شان نبوت کا پہلا ظہور

یہ واقعہ بالکل اسی قسم کا تھا جیسے کہ اکثر انبیا کو بچپن مین پیش آتے رہے تھے۔ یکایک آپ اپنے ولیون کے پاس سے غائب ہو گئے۔ جناب مریم نے ہر جگہ ڈھونڈھ کے اور بڑی جستجو کے بعد جب خاص حرم ربانی مین جا کے دیکھا تو آپ علما و احبار یہود مین بیٹھے تھے۔ اور اُن سے عجیب قسم کے سوال و جواب کر رہے تھے۔ حیران و پریشان مان نے شکایت کے لہجے مین کہا "لڑکے! تو نے ہمارے ساتھ کیون ایسا کیا؟ مین اور تیرے باپ دونون حیران تھے۔ اور تجھے ڈھونڈھتے پھرتے تھے۔" آپ نے برجستہ جواب دیا "تو کیا تمھین نہین معلوم کہ مجھے اپنے باپ کے گھر مین ضرور ہونا چاہیے؟"

الغرض یوسف و مریم آپ کو پھر ناصرہ مین لائے۔ جہان اب آپ بھی اپنے فرضی

آپ بھی نجاری کرتے ہین

باپ کے کارخانے مین نجاری کا کام کرنے لگے۔ انجیلون سے معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ کے کئی اور بھائی بھی موجود تھے اور آپ کی گاڑھی کمائی کی آمدنی مان اور بھائیون کے کام مین صرف ہوتی۔ مگر غالباً وہ کوئی رشتہ کے بھائی ہون گے۔ اور بظن غالب یوسف کے لڑکے ہون گے۔ جو پہلی بی بی کے بطن سے تھے۔ لیکن چونکہ عام طور پر بھائیون کا لفظ جا بجا آیا ہے لہذا عیسائی بڑی دشواری مین پڑ گئے ہین۔ ایک طرف وہ جناب مریم کی دائمی دوشیزگی ثابت کرتے ہین اور دوسری طرف انھین اس سے انکار کرتے نہین بنتی کہ آپ کے کئی بھائی موجود تھے۔ اس وقت سے تقریباً ۳۰ سال کی عمر تک آپ اسی کام مین مشغول رہے۔ اور بالکل گمنامی کی زندگی بسر کی۔ افسوس کہ مسیحیون کے قدیم مورخین اور نیز انجیلون کے تالیف کرنیوالون نے آپ کے اس عہد کے حالات کا پتہ لگانے مین بالکل کوتاہی کی ہے۔ ورنہ ہمین معلوم ہو سکتا کہ انسان کو نبوت کے قابل بننے کے لیے کس کس قسم کے اعمال و افعال کرنا پڑتے ہین۔ اس مین شک نہین کیا جا سکتا کہ ہمارے سرور کائنات (صلعم) کی طرح آپ نے بھی چلہ کشی اور خلوت پسندی سے بہت کچھ روحانی سبق لیے ہون گے۔ مگر لاعلمی کی وجہ سے مجبور ہین کہ قریب قریب اٹھارہ سال تک آپ کو چھوڑ کے ہم اس وقت

جاں شروع کریں جب آپ مبعوث اور مخلوق الٰہی کی ہدایت پر مامور ہوئے۔
آپ یوسف نجار کے کارخانے میں نجاری ہی کر رہے تھے کہ جناب یحییٰ
جناب یحییٰ کا ظہور
بن زکریا جنھیں عیسائی جان دی بیپٹسٹ کہتے ہیں اور جو آپ کے قریبی
رشتہ دار تھے عجیب درویشانہ وضع سے وادی یردن کے کنارے نمودار ہوئے۔ اونٹ
کے بالوں کے کپڑے بدن میں تھے۔ چمڑے کی پیٹی کمر میں کسی ہوئی تھی۔ ٹڈی اور جنگلی
شہد پر زندگی بسر ہوتی۔ اور ریاضت و نفس کشی نے عجیب و غریب ہیأت بنا کے یاقوتیا الوا
بے نفسی چہرے پر نمایاں کر دی تھی اس وضع و صورت سے جناب یحییٰ دریائے یردن کے
رسم تقدیس (بپتسما)
کنارے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو بپتسما دینے لگے۔ یعنی جو آتا اُسے دریا کے
پانی میں غوطہ دے کے اُس سے توبہ کراتے۔ اور ہر شخص کو زمانے اور وقت کی نازک
حالت پر متنبہ کرتے۔ ان دنوں تمام بنی اسرائیل نہایت ہی بیتابی و بے صبری سے کسی
آنیوالے مسیحا اور پیغمبر کے منتظر ہو رہے تھے۔ یحییٰ کی آواز جیسے ہی یردن کے کنارے
گونجی ہر طرف ایک شور مچ گیا۔ اور اطراف و جوانب سے یہودی مرد و عورت جوق جوق
آنے لگے۔ اس نئے پیغمبر کی صورت کو حیرت و استعجاب سے دیکھتے۔ اور جب اُسکی آواز میں ایک
خاص اثر اور چلتا ہوا جادو پاتے تو اپنے گناہوں پر نادم ہوتے۔ اور بپتسما یا تقدیس
کی غرض سے سر جھکا کے کھڑے ہو جاتے۔ لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ عیسائیوں کے خیال
کے مطابق جناب یحییٰ کو بالذات نبوت و پیغمبری کا دعویٰ نہ تھا۔ وہ بار بار کہتے کہ میں
ایک آنیوالے مسیحا کا پیش خیمہ ہوں۔ جو مجھ سے کیا معنی ساری دنیا سے زیادہ مقدس
و برگزیدہ ہے۔ اور اس کے سامنے میری اتنی بھی وقعت نہیں کہ اس کی جوتیاں اٹھاؤں
وہی شخص آسمانی بادشاہت کو پائے گا۔ اور رہتی دنیا تک لوگوں پر اسی کی حکومت
رہے گی۔ ان دعووں اور پیشین گوئیوں کے ساتھ یحییٰ کی عام صدا یہ تھی کہ آسمانی
بادشاہت قریب ہے۔ چند ہی روز میں یحییٰ کا شہرہ ہو گیا اور کوئی صحبت اور کوئی
گھر نہ تھا جس میں زن و مرد ان کے حالات کو ذوق و شوق اور دلی توجہ سے نہ سنتے
ہوں۔ یہود کی علمی صحبتوں اور اُن کے احبار و مقتداؤں کی محفلوں میں بھی اسی

نئے ظاہر ہونے والے شخص کے پہلو سے قومی عروج و اقبال کی امیدیں نظر آتی ہیں۔ اور عام رائے جناب یحییٰ کے موافق و موید ہو چلی تھی کہ حضرت مسیح نے اپنے مستقر شہر ناصرہ کو چھوڑا۔ اور اسی مقام کی راہ لی جہاں یحییٰ کھڑے لوگوں سے توبہ کرا رہے تھے۔

باب پنجم

حضرت مسیح کے واقعات زندگی شہادت یحییٰ کے زمانے تک

حضرت عیسیٰ بھی تقدیس کی غرض سے آتے ہیں۔ آپ کی بعثت۔ ریاضت۔ حواریین۔ تبلیغ خونریزی کا حرام ہونا۔ مسیحیت۔ بےنفسی و اصلاحیت۔ تبلیغ کا ساری دنیا میں عام ہونا۔ پہلا معجزہ۔ تحریم تجمیل [?]۔ آپ کا سفر بیت المقدس۔ بیت اللہ کی حالت۔ بیعت حق کا ظہور۔ آپ کا عجیب دعوی۔ عیسائیوں میں اس کی تاویل۔ معجزۂ مسیحائی۔ آپ کے حواری بھی تقدیس کرتے ہیں۔ جناب یحییٰ کے باقی ماندہ حالات۔ ہیرودیہ ان کے خون کی پیاسی ہے۔ اس کی بیٹی قلیا [?] ناچتی ہے۔ اور جناب یحییٰ کا سر کٹواتی ہے۔

حضرت عیسیٰ بھی تقدیس کی غرض سے آتے ہیں

حضرت عیسیٰ یہاں اسی طرح اور بظاہر اسی غرض کے لیے آئے تھے جس کے لیے کہ تمام یہود کے گروہ چلے آتے تھے۔ یعنی گناہوں سے توبہ کرنے اور اپنی تقدیس کے لیے۔ لیکن جیسے ہی کہ یحییٰ کے سامنے پہنچے یحییٰ کا چہرہ چمکنے لگا۔ زور سے صدا لگائی۔ "دیکھو خدا کی اس بھیڑ کو جو انسان کا گناہ اپنے ساتھ لے جانے کی!!" اور حضرت عیسیٰ کے سامنے ادب سے سر جھکا کے کہا میری یہ حیثیت نہیں کہ آپ سے توبہ کراؤں۔ آپ کو تو خود مجھ سے توبہ کرانا اور میری تقدیس کرنی چاہیے" مگر حضرت عیسیٰ نے اصرار کیا اور فرمایا "نہیں۔ فی الحال یہی مناسب ہے۔ اگلی راستی کو ہمیں سر حد کمال تک پہنچا دینا ہے"۔ آخر مجبور [?] یحییٰ نے آپ کو غسل تقدیس دیا۔ اور آپ پانی سے نکلے تو انجیلوں کے بیان کے مطابق تقدیس کے باہر آتے ہی ناگہاں آسمان کا دروازہ کھل گیا۔ اور خدا کی روح ایک کبوتر کی صورت میں اتر آئی۔ اور آسمان سے

آپ کی بعثت

آواز آئی کہ یہی ہے میرا محبوب فرزند جس سے میں خوش ہوں۔

بس اسی روز سے گویا یحییٰ اور جناب عیسیٰ میں ایک عظیم الشان انقلاب ہونے لگا۔ یحییٰ کا جوش روز بروز کم ہوتا گیا۔ اور گویا ان کے کمالات کا زوال شروع ہو گیا بخلاف اسکے جناب مسیح وادی یردن کو چھوڑ کے یریشو کے جنگل میں چلے گئے۔ اور وہان

ریاضت | چالیس دن تک ساری دنیا سے الگ ریاضت و نفس کشی میں مشغول رہے

انجیلوں کا بیان ہے کہ اس مدت میں آپ نے مطلق غذا نہیں کھائی۔ اور شیطان یا نفس امارہ سے آپ سے مقابلہ رہا۔ شیطان نے ہر مرتبہ آپ کے قدم کو لغزش دینے کی کوشش کی مگر آپ کا پاے استقلال اسی طرح قائم رہا۔ آخر آپ نے نفس اور شیطان پر فتح پائی۔ اور جنگل سے نکل کے جلیل اور وہان کی عظیم الشان جھیل کے کنارے پہونچے۔ جہان آپ نے اپنے شاگردون یا حوارین کو فراہم کرنا شروع کر دیا۔

حوارین | چند روز میں حوارین کی تعداد پوری ہو گئی۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) شمعون جو پطرس کے لقب سے مشہور ہیں۔ (۲) ان کے بھائی اندریاس۔ (۳) یعقوب بن زبدی۔ (۴) ان کے بھائی یوحنا۔ (۵) فلپوس۔ (۶) برتلما۔ (۷) توما۔ (۸) متی۔ (۹) یعقوب بن حلفا۔ (۱۰) لبی جو تدی کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ (۱۱) شمعون قنعنی۔ (۱۲) یہودا اسخریوطی یہی پچھلا حواری وہ شخص ہے جس نے آخر کو دغابازی کی اور دشمنون سے مل کے آپ کو ان کے ہاتھ میں دے دیا۔

تبلیغ | حوارین کی تعداد پوری ہو جانے کے بعد آپ تبلیغ و ہدایت کی طرف متوجہ ہوئے آپ کی تعلیم بالکل جدید [illegible] ہے [illegible] کا یہ مطلب نہیں کہ ان میں [illegible] مسائل کو دخل تھا۔ بلکہ یہ غرض ہے کہ اس زمانہ میں جو [illegible] پیدا ہو گئے تھے اور جن سے قوم یہود کے [illegible] [illegible] کر [illegible] جس طریقہ [illegible] سمجھے جاتے تھے [illegible]

[illegible] حرام [illegible] آپ نے [illegible] اسرائیل کو [illegible] [illegible] قدر [illegible] جو [illegible] نظر آتی [illegible] اور [illegible]

نتیجہ ہوا اپنے آپ کو صرف یہودیوں کا بادشاہ بننے کے اور کچھ نہ ہو سکتا تھا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ قیصر کی
با ضابطہ اور بڑے بڑے میدانوں میں داد شجاعت دینے والی فوجوں کے مقابلہ
میں اگر یہودی کبھی سر بھی اُٹھائیں گے تو بہت ذلیل ہوں گے۔ لہذا آپ کی پہلی تعلیم یہی تھی کہ
لڑائی اور خونریزی کا نام ہی نہ لینا چاہیے۔ آپ نے عجیب پیغمبرانہ رعب و داب سے یہ
جملہ پکار کے کہہ دیا کہ جو لوگ تلوار سے لڑیں گے وہ تلوار ہی سے مارے جائیں گے

مسیحیت چونکہ آپ نے خود مسیح ہونے کا دعوی کیا۔ اور مسیح کو یہودیوں کی قدیم پیشین
گوئیوں کے مطابق ایک زبردست اور باسطوت و جبروت بادشاہ ہونا چاہیے تھا۔ لہذا
آپ نے اپنے آپ کو بھی بادشاہ بتایا۔ مگر آسمانی بادشاہ یا روحانی حکمران۔ جن الفاظ کے معنی
مدت تک لوگوں کی سمجھ ہی میں نہ آئے تھے اور یہ حقیقت یہی پہلی غلط فہمی تھی جس نے عموماً
یہودیوں کو آپ کے خلاف کر دیا۔ وہ جس قسم کے مسیحا کو ڈھونڈتے تھے اُس کا پہلا کام یہ
ہونا چاہیے تھا کہ قومی سلطنت قائم کر کے رومیوں کو ارض یہود سے مار کے نکال دے
بیت المقدس کو شرک و بت پرستی کی نجاست سے پاک کرے۔ اور اولاد داؤد ہونے کا سچا
اور عملی ثبوت دے۔ یہ باتیں حضرت عیسیٰ میں نہ تھیں اور جب آپ نے لڑائی کو سرے سے حرام
بتا دیا تو آئندہ کے لیے بھی اُن کی امید نہ رہی۔ الغرض انہی چیزوں نے آپ کو اپنی قوم یعنی یہود
میں ہر دلعزیز نہ بننے دیا۔

[illegible] تنقیح و اصلاح بہت اور بہت سی باتیں [illegible] جن کی طرف آپ کی توجہ مائل ہوئی علما و احبار
کی ریا کاری تھی۔ آپ نے دیکھا کہ جناب موسیٰ اور [illegible] انبیائے سلف کے قائم کیے ہوئے اصول
و آئین اگرچہ اس وقت تک موجود ہیں مگر صرف ایک رسم کی حیثیت سے برتے جاتے ہیں
اُن میں تقویٰ اور خلوص کو بالکل دخل نہیں ہے۔ لہذا آپ نے اپنا سب سے بڑا فرض اس امر کو قرار
دیا کہ بنی اسرائیل [illegible] تعلیم دی جاتی تھی ان میں نفس کشی [illegible]
کیا جائے [illegible] آپ نے تمام روحانی
احکام [illegible] سے تعلق ہے [illegible]
[illegible]

تنکا نہ ڈھونڈھو اور اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھو۔ صرف نفس کشی اور احبار یہود کا خود
پرستی کا غرور توڑنے کے لیے تھے۔ اور اس قسم کے احکام کہ کسی کو کچھ دو تو چھپا کے
دو۔ نیکی نہ دکھاوے کرو۔ برا کام ہی گناہ نہیں بلکہ اس کا ارادہ بھی گناہ ہے۔ یہ صرف
قوم کی نیت درست کرنے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ بہت
سے عملی احکام کی طرف سے بھی بے پروائی ظاہر کی۔ جس سے مقصود یہ ظاہر کرنا تھا۔
کہ اصلی چیز نیت ہے۔ اگر اعمال جوارح میں فروگذاشت بھی ہو جائے تو کچھ مضائقہ
نہیں۔ یوم السبت یعنی ہفتے کے دن کی تعظیم یہودی جس سختی سے کرتے تھے۔ آپ نے اس کو
اپنے طرز عمل سے غیر ضروری بتایا۔ وہ لوگ ہفتے کو کھانا پکانا اور دنیاوی کاروبار کرنا حرام
خیال کرتے تھے۔ آپ نے اس کو بالکل غیر ضروری اور صرف ریاکاری کا ایک شمہ ظاہر فرمایا۔
بہر تقدیر اسی قسم کے احکام تھے جنھوں نے یہودیوں میں تو آپ کی طرف سے نفرت و وحشت
پیدا کر دی۔ مگر عیسائیوں کو انھیں کی بنا پر آج تک یہ دعوی کرنے کا حق حاصل ہو گیا کہ ہمارے
دین سے زیادہ کوئی روحانی دین دنیا میں نہیں۔"

تبلیغ کا ساری دنیا میں عام ہونا

حضرت مسیح کی تعلیم نے یہود کے سامنے ایک عجب سے نیا خیال پیش کیا جس کو
ان کا قومی غرور کسی طرح تسلیم ہی نہ کر سکتا تھا۔ وہ بات یہ تھی کہ یہودیوں
کا مذہب و آئین اسوقت تک ان کو سب سے الگ اور ساری دنیا سے جدا رکھتا آیا
تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ خدا کے منتخب اور برگزیدہ لوگ صرف ہمیں ہیں۔ اور باقی ساری
دنیا کا شمار کافروں بلکہ ان لوگوں میں ہے جو خدا کی رحمت سے دور ہیں۔ تمام
برکتیں اور ساری خوبیاں ان کے خیال کے مطابق کل مخلوق سے چھین کے صرف اولاد
اسرائیل کے حصہ میں کر دی گئی تھیں۔ یہ خود پسندی کا غرور دو ہزار برس سال پیشتر سے ہر
اسرائیلی بچے کے دل میں جوش مارتا چلا آتا تھا۔ حضرت موسیٰ سے اسکی ابتدا ہوئی تھی
اور بعد کے تمام پیمبروں اور احبار نے وقتاً فوقتاً اس کو اور تقویت دی تھی۔ اور شاید
قدیم کے انبیا ایسا خیال کرنے پر مجبور بھی تھے۔ اس لیے کہ ان کو صرف اپنی ہی قوم
سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوا تھا۔ [illegible]

تھے کہ مختلف قوموں کو ایک دوسرے کے مرکز مین آمدورفت کی ضرورت پڑتی۔ اور جب کبھی کسی غیر قوم سے سابقہ پڑا تو وہ اتنی بڑی دشمن اور ظالم و وحشی ثابت ہوئی کہ اُن کو اس کا رحمت الٰہی سے دور ہونا صاف نظر آتا تھا۔ بہ خلاف اس کے حضرت عیسیٰ اُس عہد مین تھے جب دنیا بہت ترقی کر آئی تھی۔ ہر ملک کے راستے کھل گئے تھے۔ اور کھلتے لگے تھے۔ قومون مین باہمی میل جول اور لین دین کا بازار گرم ہو چکا تھا۔ سواحل شام مین تمام غیر قومون کی آمدورفت تھی۔ عرب کے تاجر۔ بابل و عراق کے نجومی و کاہن۔ ایران کے سوداگر اور فوجی افسر۔ مصر و اسکندریہ کے سیاح۔ افریقہ کے غلام۔ اور جزائر بحیرۂ روم۔ قبرس اور قریطش وغیرہ کے دیگر قسم کے کاروباری ہر وقت اور ہمیشہ ملک شام مین پھرتے رہتے تھے۔ اور یونان و روم کے سپاہی اور افسر تو ارض یہودا کے ہر گاؤن مین پھیلے ہوے تھے۔ جناب عیسیٰؑ کے عہد مین خدا کی مخصوص اور بنی اسرائیل کی موعودہ زمین بیرونی اور آفاقی لوگون سے اس قدر پاک و صاف نہ تھی جس قدر کہ حضرت موسیٰؑ و داؤدؑ کے زمانون مین تھی۔ الغرض حضرت عیسیٰ نے اِن تمام غیر قومون اور خدا کی وسیع خدائی کو دیکھا۔ اور خیال کیا کہ یہ بالکل نامناسب ہوگا اگر اللہ جل شانہ کی تمام برکتین اور رحمتین بنی اسرائیل ہی کے ساتھ مخصوص سمجھی جائین۔ یہ خیال آپ کے دل ہی مین تھا کہ ایک طرف تو یہودی آپ کی عداوت پر آمادہ ہو گئے اور دوسری طرف بعض منصف مزاج اور حق پسند رومیون نے آپ کی تعلیمون کو پسند کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے علانیہ ظاہر کر دیا کہ آپ کی ہدایت یہودا اور اسرائیلیون ہی کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے باشندون پر یکسان طریقے سے نجات کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ اس دعوے نے یہودیون کو آپ کا اور زیادہ دشمن بنا دیا اور ناشناسے عہد بیت المقدس ہے کہ سب رہنے والے آپ کے خون کے پیاسے ہو گئے۔

بہلا ہجرہ الغرض اِن تعلیمات کو شروع کر کے آپ اپنے وطن ناصرہ مین آ گئے اور لوگون کو خدا کی طرف مدعو کرنے لگے۔ آپ کی والدہ جناب مریم بھی اکثر مقامات مین آپ کے ہمراہ رہتی تھین چنانچہ

انھین کے ہمراہ ناصرہ کی ایک محفل عروسی مین آپ نے پہلا معجزہ یہ دکھایا کہ کئی مٹکون مین پانی کو شراب بنا دیا۔ چندروز
آپ علاقۂ جلیل کے شہر کفرناحوم مین رہے۔ جو بحیرۂ جلیل کے ساحل پر واقع ہے۔

بحیرۂ جلیل ارض جلیل مین ایک بڑی جھیل ہے جو اپنی وسعت اور پھیلاؤ کے لحاظ سے ایک چھوٹے سمندر کا دھوکا دیتی ہے
آپ کے حواری جن مین سے اکثر مچھلی والے تھے اپنی چھوٹی چھوٹی کشتیون پر بیٹھے مچھلیان پکڑا کرتے تھے انھین کشتیون
پر بیٹھ کے آپ ہر چہار طرف اس جھیل کے کنارے کنارے پھرتے اور چھوٹے چھوٹے گاؤن مین جاکے لوگون
کو ہدایت کرتے۔

آپ کا سفر بیت المقدس چندروز بعد یہودیون کی بڑی عید کا زمانہ آیا جبکہ قریبا
تمام اسرائیلی لوگ بیت المقدس مین جاکے مذہبی رسوم مین شریک ہوتے تھے۔ اس موقع
پر آپ نے بھی حرم الٰہی کا راستہ لیا۔ اور وہان پہونچ کے مسیحیت اور خداوندی قوت کا
بیت اللہ کی حالت پہلا نمونہ دکھا دیا آپ نے ہیکل سلیمانی مین داخل ہوکے دیکھا تو خانۂ خدا کا تمام
صحن سوداگرون صرافے والون۔ اور قربانی کی بھیڑیان بیچنے والون سے بھرا ہوا تھا مقدس
صحن چھوٹے چھوٹے کٹہرون سے مختلف حصون پر منقسم تھا۔ جن مین صدہا بھیڑ بکریون کے
گلے بھرے تھے۔ بڑی اور وسیع غلام گردش کے ہر در مین صرافے والے اپنے سامنے تختے
بچھائے بیٹھے تھے۔ اور بیرونی ممالک کا سکہ بدلتے تھے۔ یونان۔ مصر بابل۔ اور افریقہ سے
جو یہودی اپنے ملکون کا سکہ لیے ہوے آتے اُس کو ان صرافے والون کے پاس آکے رومی
سکے سے بدلتے۔ حضرت عیسیٰ ان دکان دارون اور بھیڑ بھاڑ کو بدشواری چیرتے پھاڑتے
مقتداؤن کے ٹھہرنے کے مقام پر پہونچے۔ مگر یہان یہ دیکھ کے اور حیرت ہوئی کہ خود ایک مقتدا
یہودی صرافے کی دوکان لگائے بیٹھا ہے اُس کے پاس ہی ایک ہی معزز یہودی کا جس کو نبی لاوی
کے مقدس و متبرک خاندان کی یادگار ہونے کی عزت حاصل ہے عبادت کرنیوالون کے ہاتھ
قمریان اور چڑیان بیچ رہا ہے۔ اور لوگون کی آمد و رفت۔ چیخ پکار۔ لین دین سے ایک ہنگامہ
بپا ہے کہ کان پڑی آواز نہین سنائی دیتی۔ ان باتون اور ان چیزون نے حضرت مسیح کو
دل پر جو اثر کیا ہوگا ظاہر ہے۔ آپ نے ہیکل کے زینے پر قدم رکھتے ہی پلٹ کے نہایت
ہی غضب آلود نگاہون سے اس مجمع اور اس طوفان بے تمیزی کو دیکھا اللہ اللہ آپ کی

ہیبت حق کا ظہور

حملہ اور تیز آنکھون سے کچھ ایسی معجز نما قوت ظاہر ہوئی کہ سب لوگ خاموش ہو گئے اور
ایک عجیب سناٹا طاری ہو گیا اور ہر حرکت پر غالب آ گیا۔ انسان تو انسان جانور تک خاموش
تھے۔ روپیون کے گننے کی جھنکار۔ لین دین کرنے والون کی ہانک پکار اور ہر قسم کی
صدا ایک گھڑی کے لیے رک گئی۔ اور عین اس سناٹے مین یکایک حضرت مسیح کی آواز گونجی
آپ نے عجب حکومت کرنے والی اور دلون کو ہلا دینے والی آواز مین پکار کے کہا
"یہ لکھا ہوا ہے کہ میرے باپ کا گھر عبادت خانہ کہلائے گا! مگر تم نے اُسے چورون کا کھوہ
بنا دیا ہے!" یہ کہہ کے آپ نے زمین سے ایک رسی اُٹھائی۔ اور اُسے دہرا کے اور ایک
کوڑے کی صورت بنا کے آگے بڑھے۔ درحقیقت وہ ہیبت حق تھی جس نے سب کے دل
مین لرزہ ڈال دیا۔ مقتدا اور احبار عبادت کرنے اور کرانے والے۔ تاجر اور دُکاندار
سب بدحواس بھاگے۔ صرافے والون کے تختے الٹ گئے۔ اور سب اپنی گائے بیلون بھیڑ بکریون
چڑیون اور فاختاؤن کو چھوڑ چھوڑ کے اپنی جان لے کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ تب آپ دوبارہ
چلائے "اپنی یہ چیزین لو۔ میرے باپ کے گھر کو تجارت خانہ نہ بناؤ" دیر تک لوگون مین
سخت اضطراب رہا۔ اشرفیان اور روپے تختون پر سے گر کے زمین پہ پھیل گئے۔ اور خانہ
خدا تمام لوگون سے خالی ہو گیا۔ صرف اکیلے آپ ہی وہان تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کا
جوش کم ہوا۔ تب احبار یہود پھر واپس آئے۔ اور آ کے آپ کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ اس
وقت یہودیون کے بڑے مقتداؤن سے آپ سے گفتگو ہوئی۔ آپ نے اپنے مسیحا ہونے کا
دعویٰ کیا۔ اور بتایا کہ مین خدا ہی کی طرف سے اس کام پر مامور ہوا ہون۔ یہود کے بڑے
مقتداؤن نے ثبوت طلب کیا تو آپ نے جلال مین آ کے فرمایا "کیا میری آسمانی قوت کا ابھی تمھین

آپ کا عجیب دعوےٰ

ثبوت نہین ملا؟ اچھا اس معبد الٰہی کو منہدم کر ڈالو۔ اور مین اسے تین دن مین
پھر بنا کے کھڑا کر دون گا"

آپ کا درحقیقت یہ عجیب و غریب دعوےٰ تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگ جن کو اس
معبد سے انتہا درجے کا تعلق تھا آپ کے کہنے پر آزمانے کے لیے اُسے منہدم نہین کر سکتے تھے۔ انھون نے
اس کلمہ کو اپنے مذہب کی گستاخی پہ محمول کیا۔ اور یہ آپ پہ الزام ہو گیا کہ یہ مسجد اقصیٰ کو ڈھانا [illegible]

چاہتے ہین۔ یہ ظاہر آپ کا یہ دعویٰ یہودیون کو قائل کرنے کی جگہ اور برہم کرنے والا تھا۔ اسی وجہ

عیسائیون مین اسکی تاویل

عیسائی بھی اس کی تاویل کرتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ یہودیون کی غلطی تھی جو انھون نے ظاہری معنی سمجھے۔ اس کا اصلی مطلب یہ تھا کہ اس جملے مین آپ نے معبد الٰہی سے اپنی ذات مراد لی تھی۔ اور در پردہ یہ کہا تھا کہ مجھے مار ڈالو تین دن بعد زندہ ہو جاؤنگا۔ جیسا کہ عیسائیون کے معتقدات مین تھا۔ مگر جس وقت یہ کلمہ حضرت عیسیٰ کی زبان سے نکلا ہے اس وقت اس کے یہ معنی کسی ذی ہوش کے خیال مین نہ آسکتے تھے۔ یہودیون کو الزام دینا بیجا ہے اُن کی جگہ پر جو ہوتا یہی ظاہری معنی سمجھتا جو انھون نے سمجھے۔ اور غالباً آپ کے حواری بھی اس وقت یہی مطلب سمجھے ہون گے۔ یہ نیا تاویلی مطلب صرف اس وقت سمجھ مین آیا ہوگا۔ جب اُنھون نے حضرت مسیح کو صلیب پہ لٹک کے جان دیتے دیکھ لیا۔

معجزہ مسیحائی

اس واقعے کے بعد بنی اسرائیل کی مخالفت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ آپ کو مجبوراً بیت المقدس سے نکل جانا پڑا۔ آپ ارض یہودا کے گاؤن مین چلے گئے۔ اور ہدایت کے ساتھ اپنا معجزہ مسیحائی دکھانے لگے۔ یعنی لاعلاج مریضون کو اچھا کرتے صاحب فراش بیمارون کو ایک اشارے سے اٹھا کے کھڑا کر دیتے۔ کوڑھیون کو شفا اور اندھون کو آنکھین دیتے۔ جن لوگون پر بھوت پریت کا تصرف ہوتا۔ ان پر سے بھوت اُتارتے۔ اور سب سے زیادہ حیرت انگیز یہ چیز تھی کہ مردون کو بھی اٹھا کے کھڑا کر دیتے۔

آپ کے حواری بھی تقدیس کرتے ہین

اسی زمانے مین آپ نے اپنے حوارین کو بھی لوگون سے توبہ کرانے یعنی بپتسما دینے کی اجازت دی۔ بعض لوگون نے اس موقع پر پہلے بپتسما دینے والے یحییٰ کو اُبھارنا چاہا۔ مگر اُنھون نے نہایت ہی نیک نفسی سے کہا کہ حضرت مسیح جو کرین بجا ہے۔ اور اب میری قوت زائل ہونا شروع ہو گئی ہے۔ اسی کے چند روز بعد وہ ہیروڈ انطی پاس کے ظلم سے پکڑ کے قید خانے مین بند کر دیے گئے۔

جناب یحییٰ کے باقی ماندہ حالات

جناب یحییٰ کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو غسل توبہ دینے کے بعد وہ یریشو کے جنگل مین چلے گئے۔ اور لوگون کو خدا کی طرف بلاتے رہے۔ اُن کے معتقدین کا گروہ حضرت عیسیٰ سے بھی زیادہ تھا۔ اگرچہ عیسائیون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے

اگرچہ نشہ مین تھا مگر ایسی فرمایش تھی کہ سنتے ہی چونک پڑا۔ اور کہنے لگا" آدھی سلطنت

اور جناب یحیی کا سر کٹوا لیتی ہے

مانگ دون گا۔ مگر عین سالگرہ کے دن میرے ہاتھ سے قتل و خون نہ کرا" مگر خوبصورت لڑکی مچل گئی کہ لون گی تو یحیی کا سر ہی لون گی" آخر ہیروڈ انطیپاس کے کمزور اخلاق مین ایک لڑکی کی ضد سے رخنہ پڑ گیا۔ سحر آفرین رقاصہ کے اصرار سے مجبور و مغلوب ہوا۔ اور اُس کے حکم کے بموجب جناب یحیی کا سر اُس سنگدل نازنین کے سامنے ایک چاندی کے طشت مین لا کے رکھ دیا گیا۔ جسے دیکھ کے دونون مان بیٹیان بہت خوش ہوئین۔

حضرت مسیح کی ہجرت۔ دار الہجرت کفرناعوم۔ آپ پھر بیت المقدس جاتے ہین۔ آپ بہت کم عمری مین پیغمبر ہوئے۔ آپ کے الفاظ کی جاسوسی۔ خود آپ بھی ناامید ہین۔ کفرناعوم بھی چھوڑنا پڑا۔ جناب مریم کو بھی اندیشہ ہوا۔ پھر آپ بیت المقدس مین ہین۔ بیت المقدس کے منہدم ہونے کی پیشین گوئی۔ یہودا کی دغابازی۔ عشاء ربانی۔ گرفتاری۔ پیچ تو ہین۔ جنانہ قیافا۔ آپ کا جرم۔ آپ واجب القتل قرار دیئے گئے۔ رومی گورنر پانطوس۔ وہ آپ کا طرفدار ہے۔ ہیروڈ انطیپاس۔ یہودی کی طفلانہ مزاجی۔ پھر وہی رومی گورنر کا دربار۔ یہودی آپ کا خون اپنی گردن پر لیتے ہین۔ قتل کا فتویٰ۔

حضرت مسیح کی ہجرت

حضرت مسیح بیت المقدس سے نکلنے کے بعد پھر علاقۂ جلیل کو روانہ ہوئے راستہ مین برابر یہودیون کے معبدون مین جاتے اور اپنے دین مبین کی تبلیغ کرتے۔ جب آپ اس طریقے سے پھرتے پھراتے شہر ناصرہ مین پہونچے تو وہان کے لوگون مین بھی آپ کی نسبت طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے۔ وہ آپ کا وطن تھا جہان کے لوگون نے خاص بیت المقدس والون سے بھی زیادہ سرد مہری ظاہر کی۔ اس شہر کے لوگ آپ کے بچپن

اور آپ کے خاندان کی حالت کو بھی دیکھے ہوئے تھے لہذا اُن کے شرفا اور صاحب اثر لوگون نے کسی طرح نہ گوارا کیا کہ کسی ایسے شخص کی پیروی کرین جو ذلیل گھر مین پیدا ہوا ہو۔ اور ذلیل قسم کی زندگی بسر کرتا رہا ہو۔ الغرض آپ نے ہجرت کا ارادہ کیا جس سے قریب قریب سب نبیون کو سابقہ پڑا ہے۔ آپ نے وطن کو خیرباد کہی اور بحیرۂ جلیل کے شمالی و مغربی ساحل پہ شہر کفرناحوم مین توطن اختیار کر لیا۔ اس ہجرت مین آپ کی والدہ ماجدہ اور آپ کے بھائی بھی شریک تھے۔

دارالہجرت کفرناحوم

کفرناحوم اُن دنون نہایت ہی آباد شہر تھا ہر طرف سے بڑے بڑے قافلے اُس شہر مین سے ہو کے گذرتے تھے۔ اور شام کی تجارت کی کنجی بنا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے وہان ہر زمانے مین ہر قوم و ملک کے لوگ موجود رہتے۔ ایسے عام اور کھلے مقام مین ٹھہر کے آپ خلق اللہ کی ہدایت کرتے۔ اور اپنی مسیحائی کے ثبوت دیتے تھے۔ آپ برابر اطراف و جوانب کے گاؤن مین پھرتے اور اپنے شاگردون کی کشتیون مین بیٹھ کے سواحل کے تمام شہرون مین جاتے۔ لوگون کو خواب غفلت سے بیدار کرتے۔ انھین اُن کی نفس پرستیون پر لعنت ملامت کرتے۔ اور مایوس مریضون کو شفا دینے کے ذیل مین کبھی کبھی کوئی مردہ بھی زندہ کر دیتے۔

آپ پھر بیت المقدس جاتے ہین

چند روز بعد بیت المقدس کے رہنے والے ایک شخص نے جس کا نام جیرروس تھا اور آپ کے معتقدین مین شامل تھا اپنی ایک مایوس العلاج بیٹی کے اچھا کرنے کی غرض سے آپ کو بلایا۔ آپ نے کفرناحوم کو چھوڑ کے بیت المقدس کا سفر کیا۔ مگر آپ کے پہونچنے سے پہلے جیرروس کی بیٹی مر چکی تھی۔ دل شکستہ باپ نے آپ کی صورت دیکھتے ہی بیٹی کا مرثیہ بنایا اور کہا "آپ آئے ہین جب جا چکے چلنے والے! اب کیا فائدہ؟ میری بیٹی تو مر چکی"۔ آپ نے کسی قسم کا ہراس نہ کیا۔ اور فرمایا "وہ مری نہین سوتی ہے"۔ ظاہر ہے کہ آپ کوئی دنیاوی طبیب نہ تھے۔ بلکہ مسیحا تھے۔ چنانچہ آپ کے اندر جاتے ہی لڑکی اچھی خاصی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جب یہ خبر بیت المقدس مین پھیلی تو سب لوگ حیرت مین آ گئے۔ اور آپ کو زمانے ہی استعجاب کی نگاہون سے دیکھنے

مگر اسی ذیل مین یہودیون کا جوش مخالفت اور بھی بڑھ گیا۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ انھین دنون آپ نے اپنے طرز عمل سے یوم السبت کے مروجہ آداب کی طرف سے بے پروائی ظاہر کی تھی۔ جس مین آپ کے حواری مین بھی شریک تھے۔ آخر بنی اسرائیل کا جوش مخالفت آپ کو مجلس صنہادرین کے اجلاس کے سامنے لے گیا۔ جہان سخت رد و قدح کے بعد اکابر یہود نے آپ کے قتل کی کوشش کی مگر ایک طرف تو ان کو کوئی ایسی شہادت نہ ملی جس کی بنا پر وہ آپ کو واجب القتل ٹھیراتے۔ اور دوسری طرف آپ کے معتقدین کا گروہ اتنا زیادہ تھا کہ انھین کسی بڑے ہنگامے کا اندیشہ ہوا۔ الغرض انھون نے آپ کو باضابطہ طریقے سے تو چھوڑ دیا۔ مگر آپ کی ضرر رسانی کی خفیہ کوششون مین مشغول ہو گئے۔

آپ بہت کم عمری مین پیغمبر ہوے

ایک یہ بات بھی آپ کی مخالفت مین زیادہ جوش پیدا کراتی تھی کہ حضرت مسیح نے جس عمر مین تبلیغ شروع کی ہے وہ بلحاظ مشکلات نبوت اور پیغمبری کی ذمے داریون کے نہایت ہی کم عمری بلکہ بچپن کا زمانہ کہا جا سکتا تھا۔ آپ کا سن ۳۱ x ۳۲ برس سے زیادہ نہ تھا جبکہ انسان کے دل مین جوانی کی آگ بہت تیزی سے بھڑکتی رہتی ہے۔ اور ذرا سا اشتعال طبع آدمی کو بہت جلد ضبط و صبر کے دامن سے باہر نکال لے جاتا ہے۔ آپ اُسی زمانے مین تبلیغ پر آمادہ ہوے جبکہ یہود کی خود پرستیان اور دناءتین ہر ہر موقع پر آپ کا دل جس مین قومی درد بھرا تھا دکھا دیا کرتی تھین۔ اور اسی تکلیف کے جوش مین آکے آپ اُن کی نسبت ایسے ایسے سخت و شست کلمات کہہ بیٹھتے تھے جن کے سننے کی اُن مین ہرگز تاب نہ ہو سکتی تھی یہ سانپو! سانپ کے بچو! اندھو!! معمولی الفاظ تھے جو آپ نے اکثر خاص مقتدائے یہود کے منھ پر کہے۔ اسی قسم کے اور بھی بہت سے سخت و شست جملے ہین جو اکثر اوقات آپ کی زبان سے احبار و مقتدایان یہود کی شان مین نکلے جن کو سُن کے وہ دل ہی دل مین پیچ و تاب کھا کے رہ جاتے تھے۔

آخر آپ کے دنیا سے سفر کرنے کا موعودہ وقت قریب آگیا۔ یہودیون نے نیز اپنے خیال کی بعض پولیٹکل مصلحتون سے اور نیز اُس غصے کی آگ مشتعل ہو کے جو اُن کے پرکینہ

دلون مین بھری ہوئی تھی مستقل ارادہ کر لیا کہ جس طرح بنے آپ کی جان لین۔ مگر اس کے لیے ضرورت تھی کہ واجب القتل ثابت کرنے کی غرض سے سنگین الزام آپ پر عائد کیے جائین۔ جن کا پیدا کرنا اس وقت اُن کے اختیار مین نہ تھا۔ اس لیے کہ حکومت رومیون کے ہاتھ مین تھی۔ مگر یہود نے اسی غرض کے لیے چند جاسوس مقرر کیے اور اُن کو ہدایت کی کہ آپ سے مل جل کے اور آپ کی باتین سُن سُن کے آپ کے ایسے الفاظ و خیالات معلوم کرین جن کو پیش کر کے آپ کو قتل کی سزا دی جا سکے۔ خود بڑے مقتدا اور فریسیون مین سے کئی شخص اس کام پہ مامور ہوے۔ اور حضرت مسیح کے اقوال و افعال کا تجسس ہونے لگا۔

آپ کے الفاظ کی جاسوسی

اب خود آپ کو بھی اپنے زوال کا یقین ہو گیا تھا۔ اور غالباً اسی وجہ سے آپ سوز و گداز کی باتین کرتے۔ اور حوارین کو اپنے بعد کے متعلق وصیتین کرتے ہوے علاقۂ جلیل مین آئے۔ یہان پہونچ کے آپ کو جناب یحییٰ کے مارے جانے کی خبر ہوئی۔ یہ ایسی خبر تھی جس نے آپ کے شکستہ دل کو نہایت صدمہ پہنچایا۔ جناب یحییٰؑ کے معتقدین قریب قریب تمام ارض یہودا مین پھیلے ہوے تھے جو اپنے مقتدا کی شہادت کا حال سُن کے پہلے تو نہایت پریشان ہوے۔ مگر آخر خود مقتول کی وصیت کے مطابق حضرت عیسیٰ کی خدمت مین آ آ کے حاضر ہونے لگے۔ اس مین شک نہین کہ اس واقعے سے یکایک آپ کے معتقدون اور پیروون کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ اور آپ کے گرد عقیدت مندون کا زیادہ ہجوم رہنے لگا۔

خود آپ بھی نا امید ہین

آپ نے اہل ناصرہ کی مخالفت سے وطن چھوڑ کے کفر ناحوم کی سکونت اختیار کی تھی۔ اہل بیت المقدس کی دشمنی سے کبھی حرم آتے ہین تو اطمینان سے نہین ٹھہرنے پاتے تھے۔ اب یحییٰ کی شہادت کے واقعے نے علاوہ جلیل کے حاکم ہیرود انطیپاس کی طرف سے بھی دل مین بے اطمینانی پیدا کی۔ چنانچہ اسی خیال اور خوف سے آپ نے کفر ناحوم کو بھی خیر باد کہی۔ اور ضلع جلیل کے شمال کی طرف بیت صیدا نام ایک چھوٹے شہر مین جا کے سکونت پذیر ہو گئے۔ جو انطیپاس کی عملداری سے باہر تھا۔ اب آپ جہان جاتے تھے پیروون اور معتقدون کا ایک بڑا ہجوم رہتا تھا۔ اور اسی حصۂ زمین کے کسی گوشے مین آپ کا یہ معجزہ وقوع مین آیا کہ ایک موقع پر آپ نے پانچ جو کی روٹیون اور دو مچھلیون سے پانچ ہزار آدمیون کا پیٹ بھر دیا۔

کفر ناحوم بھی چھوڑنا پڑا

جناب مریم کو بھی اندیشہ ہوا

اب حضرت مسیح کے لیے ایسا نازک زمانہ تھا کہ آپ کی والدۂ ماجدہ جناب مریم اور آپ کے بھائیوں کو بھی آپ کی طرف سے خوف ہوا۔ وہ سب آپ کے لیے پریشان تھے۔ اور غالباً کبھی کبھی آپ کو اس آزادانہ تبلیغ و ہدایت اور علانیہ مخالفت یہود سے روکتے بھی ہوں گے۔ مگر آپ نے نہایت ہی مستقل مزاجی اور پیمبرانہ بے پروائی سے یہ کلمہ ارشاد فرما کے ان کی زبان بند کر دی کہ "وہ دن آگیا جب کہ دنیاوی رشتے اور قرابتین ٹوٹ جائیں گی۔" اس کے ساتھ یہود کی مخالفت کا یہ نتیجہ بھی ظاہر ہوا کہ بہت سے لوگ آپ سے علیحدہ ہونے لگے۔ اور آپ کے معتقدین کا گروہ جو بہت بڑھ گیا تھا پھر گھٹنے لگا۔ اب آپ پوشیدہ ہی پوشیدہ مختلف مقامات میں پھرتے تھے۔ اور آپ کے مزاج میں ایک خاص قسم کا جوش تھا جو کسی آیندہ خوفناک نتیجہ کی خبر دیتا تھا۔

پھر آپ بیت المقدس میں ہیں

آخر آپ پھر بیت المقدس میں آئے۔ اور تنہائی میں اپنی دو معتقد اور خوبصورت لڑکیوں مرتھا اور مریم مگدلینی کے گھر میں گئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ ان کا بھائی لزارس مر گیا ہے۔ تو آپ نے قبرستان میں جا کے اسے بھی اپنی قوت مسیحائی سے اٹھا کے بٹھا دیا۔ ان دونوں لڑکیوں سے آپ کو خاص قسم کا تعلق تھا وہ آپ کی انتہا درجے کی معتقد تھیں۔ اور آپ جب تک بیت المقدس میں رہتے انھیں کے پاس آمد و رفت رکھتے۔ وہ آپ کے دعوے مسیحائی کو مانتی تھیں۔ اور آپ کے پاؤں میں عطر لگا لگا کے اچھے اچھے ریشم کے سے نرم و خوبصورت بالوں سے رگڑتی تھیں ان باتوں نے آپ کے دل پر اتنا اثر ضرور کیا تھا کہ جب تک آپ ان کے گھر میں رہتے ان میں سے ایک بلکہ اکثر چھوٹی بہن مریم مگدلینی کے لیے ضرور تھا کہ آپ ہی کی خدمت میں رہے۔ اب لوگ پھر آپ کی طرف متوجہ ہونے لگے بلکہ فریسی اور مقتدایان یہود لوگوں کا یہ رجحان دیکھ کے بہت گھبرائے۔ اور پھر آپ کے قتل کا مشورہ ہونے لگا۔ لیکن چونکہ ابھی اس وقت کے آنے میں تھوڑی سی دیر تھی لہذا آپ ان کے ہاتھ سے پھر بچ کے نکل گئے اور افرائیم نام ارض یہودا کے ایک غیر مشہور گاؤں میں ہو رہے۔

اس کے بعد پھر عید کا زمانہ آیا۔ اور باوجودیکہ بیت المقدس کا ارادہ کرتے ہیں

خون تصور کر کے کھا پی لیتے ہین تو ہمین زیادہ حجت و انکار سے تعلق نہ رکھنا چاہیے۔ اس کے بعد آپ حوارین کو ایک جگہ چھوڑ کے زیتون کے باغ کی طرف گئے۔ رات کے اندھیرے مین خشوع و خضوع سے دعا مانگی جس مین زیادہ تر یہ تمنا تھی کہ خداوند اگر مجھے آنے والی مصیبت سے تو بچا لیتا تو اچھا تھا۔ دعا مین مشغول تھے کہ

گرفتاری و توہین ناگہان وادی قدرون کی طرف سے مشعلون مین رومی سپاہی اور یہودی احبار کے ساتھ بیت المقدس کے بازاریون کا ایک بڑا گروہ آتا نظر آیا۔ اُن لوگون کو دیکھ کر آپ کے حواری آپ کے قریب آگئے اتنے مین یہودا اسخریوطی نے بڑھ کے آپ کا بوسہ لیا۔ جس کے ساتھ ہی سب لوگون نے شور و غل کر کے آپ کو گرفتار کر لیا۔ یہودی در اصل آپ کو پہچانتے نہ تھے۔ اُن کو بتانے کے لیے یہودا نے یہ اشارہ مقرر کر رکھا تھا کہ جس کو مین بوسہ دون اسی کو تم عیسیٰ سمجھ کے گرفتار کر لینا۔ اور یہی ہوا۔ یہودا کے بوسے کے ساتھ ہی سب نے آپ کو گھیر کے پکڑ لیا۔ آپ نے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ بلکہ خود ہی اپنے تئین ان کے حوالے کر دیا۔ حوارین نے لڑنے کا ارادہ کیا تھا مگر آپ نے منع کیا آپ کا یہ حکم پاتے ہی وہ سب آپ کو چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوے۔ اور ان کے بھاگتے ہی دشمن آپ کو نہایت ہی ذلت و توہین کے ساتھ طعنے دیتے ہوے شہر بیت المقدس کے اندر لے گئے۔

حنانیہ آپ کو گرفتار کر کے انھون نے پہلے حنانیہ کے سامنے حاضر کیا جو یہودیون کا بڑا مقتدا اور صرف دینی امور کے انتظام کا متکفل تھا۔ رات کا وقت تھا۔ حنانیہ بچھونے سے اُٹھ کے باہر آیا۔ اور آپ سے قسم قسم کے جرحی سوالات کرنے لگا۔ حضرت مسیحؑ نے جواب مین وہ الفاظ کہے جو تعظیم کے خلاف تصور کیے گئے۔ اور اُن کے پاداش مین آپ کے منھ پر تھپڑ مارے گئے۔ حنانیہ نے اس نبی معصوم کو اس طرح ذلیل کر کے اپنے داماد قیافا کے پاس بھیجا جو قوم یہود پر عاملانہ اختیارات مجسٹریٹی رکھتا تھا۔ قیافا

قیافا کے سامنے فوراً مجلس صنہادرین نے بے وقت اور غیر معمولی اجلاس کیا اور کارروائی شروع ہو گئی۔ در حقیقت وہ عجیب مجنونانہ منظر تھا جو قیافا کے اس بے وقت

دربار میں جناب مسیح کو دیکھنا پڑا۔ رات کا وقت دشمنوں کا نرغہ اور ہر طرف سے طعن و تشنیع اور لعنت و ملامت کی صدائیں۔ اس حالت میں قیافا نے آپ پر یہ پہلا الزام یہ عائد کیا کہ آپ نے حرم الٰہی کے توڑ ڈالنے کی دھمکی دی تھی۔" مگر اس کی شہادتیں بگڑ گئیں۔ اور سنگدل یہودی مقتدا دل میں ڈرا کہ کہیں آپ کو یونہی نہ چھوڑ دینا پڑے۔

آپ کا جرم

جب یہ الزام سر دربار بے بنیاد و ثابت ہو گیا تو قیافا نے آپ کو قسم دلا کے پوچھا "سچ سچ بتاؤ کیا تم اپنے تئیں مسیحا اور خدا کو اپنا باپ کہتے ہو؟" جناب مسیح نے اس کے جواب میں کہا "ہاں"۔ بس اتنا سننا تھا کہ قیافا نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور غل مچا کے کہا "اب اس سے بڑا کیا جرم ہو سکتا ہے؟ یہ تو کفر ہے۔" آخر صنہادرین کی مجلس نے جو اُس وقت قیافا کی ماتحتی میں اجلاس کر رہی تھی حضرت مسیح کو کافر اور واجب القتل قرار دیدیا۔

آپ واجب القتل قرار دیے گئے

اس فیصلے کے ساتھ ہی یہودی آپ پر ہر طرف سے یورش کرنے لگے۔ کوئی منہ پر تھوکتا تھا۔ اور کوئی آپ کی آنکھیں بند کر کے تھپڑ اور گھونسے مارتا اور پوچھتا تھا "اگر خدا کے بیٹے ہو تو بتاؤ کس نے مارا؟" یہ سب توہین و حقارت ہو رہی تھی۔ مگر آپ خاموش تھے۔ اور کسی کو کچھ جواب نہ دیتے تھے۔

رومی گورنر پلاطوس

یہودیوں کے لیے اس زمانے میں یہ بڑی بے بسی کی بات تھی کہ وہ کسی کو بغیر رومی گورنر کی منظوری کے قتل کی سزا نہ دے سکتے تھے۔ صبح ہوتے ہی بیت المقدس کے بازاروں اور مقتدایان یہود کا بڑا بھاری گروہ آپ کے ساتھ ساتھ پلاطوس رومی گورنر کے قصر اور قلعے کی طرف چلا اور اس کے سامنے حضرت مسیح پر یہ پولیٹکل الزام قائم کیا گیا کہ "آپ نے یہودیوں کے بادشاہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور سلطنت کے باغی ہیں"۔ پلاطوس جو ایک نہایت ... شخص تھا

اس مجلس صنہادرین اور یہود کا مقتدائے اعظم کسی فیصلے پر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتا تو یہود میں اس کا یہ مطلب سمجھا جاتا کہ یہ فیصلہ قطعی ہے۔ پھر نہ اس میں کسی طرح اور کبھی حال میں ترمیم ہو سکتی اور نہ ٹالے ٹل سکتا۔

تھا۔ کہ یہودی محض حسد و عداوت سے جناب عیسیٰ کی جان لینے کے درپے ہیں۔ اُس نے حضرت عیسیٰؑ سے اتمام حجت کے لیے بالمشافہہ سوال کیا۔ اور جب آپ نے فرمادیا کہ بے شک بادشاہ ہوں مگر میری بادشاہت آسمانی ہے۔ جس کو سلطنت کی مخالفت اور جنگ جوئی سے کوئی علاقہ نہیں" تو اس کے دل کو اور اطمینان ہو گیا۔ اتفاقاً یہ عید کا دن تھا جس روز رومی گورنر یہودیوں کی ہدایت کے مطابق ایک قیدی کو آزاد کیا کرتا تھا۔ پائلیطوس نے ارادہ کیا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کے آپ کو رہا کر دے۔ مگر یہودیوں نے غل مچایا۔ اور بغاوت کا جوش و خروش ظاہر کر کے اصرار کرنے لگے کہ آزاد کرتا ہے تو براباس کو آزاد کرنا چاہیے۔ براباس ایک مشہور ڈاکو تھا۔ اور وہ بھی انھیں دنوں گرفتار ہوا تھا۔ بہر تقدیر یہودیوں نے بڑے زور و شور سے کہا کہ "وہ ڈاکو کو آزاد کر دیا جائے۔ اور مسیحؑ کو جس طرح بنے قتل کرنا چاہیے" پائلیطوس سے اس وقت کوئی تدبیر بن نہ پڑتی تھی۔ اس کی بی بی بھی کسی خواب یا اپنی رحمدلی کی وجہ سے بار بار کہلا بھیجتی تھی کہ دیکھو خبردار مسیحؑ کو قتل نہ کرنا۔ مگر پائلیطوس ڈر رہا تھا کہ آپ کے چھوڑ دینے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہودی بغاوت کر دیں۔ اور دربار روم کی طرف سے مجھے الزام دیا جائے۔

وہ آپ کا فیصلہ ہیرڈ اینٹیپاس پر چھوڑتا ہے — اتفاقاً اس نے سنا کہ رسوم عید پوری کرنے کے لیے ارض جلیل کا یہودی بادشاہ ہیرڈ انٹی پاس بھی یہاں آیا ہوا ہے۔ جس نے حضرت یحییٰ کا سر اپنی سوتیلی بیٹی کی ضد سے کٹوایا تھا۔ پائلیطوس نے یہ سنتے ہی کہا کہ عیسیٰ ارض جلیل کے رہنے والے ہیں اس لیے ان کو اسی کے پاس بھیج دینا چاہیے جو چاہے کرے۔" یہ سنتے ہی سب لوگ اسی طرح ذلیل کرتے ہوئے آپ کو ہیرڈ کے سامنے لے گئے۔ ہیرڈ آپ کے اوصاف سن چکا تھا اور مشتاق تھا۔ مگر جب آپ اُس کے سامنے گئے یہودیوں کے قائم کیے ہوئے الزام سنے۔ اور اُن کا اصرار دیکھا تو خود بھی آپ کے خلاف ہو گیا اور بخصوص اس چیز نے اسے اور برہم کر دیا کہ اس نے آپ سے معجزہ طلب کیا اور

آپ نے اس کے بجا لانے سے قطعاً انکار کر دیا۔

اب یہود کی طفلانہ مزاجی نے یہاں یہ کرشمہ دکھایا کہ آپ کو بادشاہوں کی طرح ارغوانی کپڑے پہنائے گئے۔ سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا۔ ہاتھ میں عصائے سلطنت کی جگہ ایک نرکل دے دیا گیا۔ اور سبھوں نے غل مچایا کہ "ذرا یہودیوں کے بادشاہ کو دیکھنا" یہ وضع بنا کے آپ کی طرح طرح کی ذلتیں کی گئیں۔ کوئی گالیاں دیتا۔ کوئی منہ پر تھوکتا۔ اور ایک شخص نے وہ نرکل ہاتھ سے چھین کے آپ کو اسی سے پیٹنا شروع کر دیا۔ آخر ہیرودیس نے بھی کوئی خاص فیصلہ کرنے سے انکار کیا اور کہا "ان کا فیصلہ کرنے کو پانطوس ہی سے کہو" اور لوگ کوڑے مارتے ہوئے آپ کو دوبارہ اس رومی سردار کے سامنے لے گئے۔

یہود کی طفلانہ مزاجی

پھر وہی رومی گورنر کا دربار

پانطوس کو جب معلوم ہوا کہ یہودی پھر اسی بے گناہ شخص کو دروازے پر لیے کھڑے ہیں تو نہایت برہم ہو کے غضب آلود چشم و ابرو کے ساتھ باہر آیا۔ اور سب سے کہنے لگا "آخر کس جرم پر میں اس شخص کو قتل کی سزا دوں؟" کہا گیا کہ "یہ باغی ہے اور قیصر کے مقابلے میں بادشاہی کا دعویٰ کرتا ہے" اس پر چڑھ کے پانطوس بولا "باغیوں کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے؟ ایسے مدعیِ سلطنت کو مجنون کے سوا کوئی ذی ہوش باغی نہیں کہہ سکتا" اب یہود کے پاس کوئی دلیل نہ تھی۔ مگر سب نے ایک ساتھ چلا کے غل مچایا "مگر جس طرح ہو اسے صلیب پر چڑھانا چاہیے" پانطوس جب بالکل مجبور ہوا تو اس نے پانی منگوا کے اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا "میرے اس ہاتھ دھونے کا یہ مطلب ہے کہ اس بے گناہ کے قتل سے میں اپنے آپ کو علیحدہ کرتا ہوں۔ اس کا خون فقط تمہارے سر پر رہے گا" سب نے باواز بلند کہا "جی ہاں ہم اس کا خون خوشی سے اپنے اور اپنی اولاد کے سر پر لیتے ہیں۔ آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے" اس جبر و پیش کے بعد پانطوس نے برابا کو چھوڑ دیا۔ اور حضرت مسیح کے تمام حجاب سے مصلوب کرنے کا حکم دے دیا۔

یہودی آپ کا خون اپنی گردن پر لیتے ہیں

قتل کا فتویٰ

باب ہفتم

مصلوبیت مسیح کی حقیقت اور یہود کے الزامات

اُس زمانے میں قتل کا طریقہ - آپ کے عوض شمعون قرینی پر صلیب لادی گئی - آپ مصلوب ہوئے - صلیب پر لٹکانا آپ کا ہراس - آپ کے انجام کی نسبت قرآن کا بیان - قرآن کا بیان تاریخی تحقیق کے درجہ سے بالا ہے - قرآن کے مؤید قرائن - آپ کی صورت کے متعلق یہود کو ہمیشہ اشتباہ ہوتا تھا - قتل گاہ میں جس کے سر پر صلیب تھی وہ دوسرا شخص تھا - مصلوب کرنے والے رومی تھے - اور وہ یہود میں امتیاز نہ کر سکتے تھے - عید کی جلدی - یہ ظن غالب شمعون مصلوب ہوا - مصلوب شخص میں مسیح کی سی خدا شناسی بھی نہ تھی - نہ مصلوب ہونے کی فضیلت - مسیح ایک یہودی کی نظر میں - یہودیوں کے الزامات - [illegible] کی صحبت معجزات کو شیطان کی طرف منسوب کرنا - [illegible] شرع [illegible] کی مخالفت [illegible] چونکہ وہ [illegible] کی بیٹی [illegible] یہ اعتراضات ناقابل التفات ہیں -

ان دنوں رومانیوں کی قلمرو میں مصلوب کرنے کا عام رواج تھا - اور جسے اس زمانے میں قتل کا طریقہ قتل کرنا ہوتا اس کی تعان - اس طرح کی جاتی کہ مجرم کو ایک بلند صلیب پر لٹکا دیتے - پلاطوس کے حکم کے ساتھ ہی آپ پر پھر کوڑے پڑنے لگے - اور یہود کا غضب گروہ مصلوب کرانے کے لیے آپ کو قتل گاہ کی طرف لے چلا - یہ بھی قاعدہ تھا کہ جب کسی کو صلیب پر لٹکانا ہوتا تو خود اُسی کی پیٹھ پر لادو کے صلیب اُس مقام تک لے جائی جاتی جہاں اُسے مصلوب کرنا ہوتا - اس قاعدے کے مطابق حضرت عیسیٰ بھی باوجود ناتوان و نحیف الجثہ ہونے کے ایک بڑی بھاری صلیب کو اپنی پیٹھ پر لادے لیے چلے جس کے بوجھ سے کئی مرتبہ راستے میں گر گر پڑتے - اور جسم مبارک کئی جگہ زخمی ہو گیا - یہ حالت تھی مگر ان ناخدا ترسوں کو رحم ذرا نہ آتا تھا - آخر جب دیکھا کہ صلیب آپ سے چل ہی نہیں سکتی

تو شمعون قریونی نام ایک دہقانی یہودی کو جو رسوم عید بجا لانے کے لیے

آپ کے عوض شمعون قریونی پر صلیب لادی گئی

شہر میں آیا ہوا تھا بے گار پکڑ لیا۔ اور اس کی پیٹھ پر لدے آپ کی صلیب کو قتل گاہ میں لے گئے۔ قتل کے وقت آپ کے جسم سے سرخ لباس اتار کے پھر وہی آپ کے پہلے کپڑے پہنا دیے گئے۔ اور مصلوب کرنے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اسی دن اور اسی وقت دو ڈاکو چوروں کو بھی مصلوب کرنا تھا۔ لہذا برابر برابر تین صلیبیں کھڑی کی گئیں۔ بیچ والی پر حضرت

آپ مصلوب ہوئے

عیسیٰؑ کو اور ادھر ادھر دہنے بائیں پر دونوں چوروں کو لٹکا دیا ہاتھوں پاؤں میں میخیں ٹھونک دی گئیں۔ اور وہ خدا کا خاص پیغمبر اپنی قوم اور اپنی امت کے ہاتھ سے اس مظلومی کے ساتھ نذر اجل کیا گیا۔ یہ تمام کام بہت جلد میں کیے گئے۔ اس لیے کہ سب کو رسوم عید میں شریک ہونے کی جلدی تھی۔ اور ہر شخص عجلت کر رہا تھا کہ جس طرح ہو سکے مجرموں کو مصلوب کر کے واپس روانہ ہو۔

صلیب پر لٹک کر آپ کا ہراس

عیسائیوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلوب ہونے کے قبل آپ سے نہایت ہی ہراس ظاہر ہوا۔ آپ انتہا سے زیادہ پریشان تھے۔ دم نکلنے سے پیشتر آپ کی زبان سے جو آخری جملہ نکلا وہ یہ تھا کہ "اے خدا۔ اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟"

آپ کے انجام کی نسبت قرآن کا بیان

یہ جتنے واقعات بیان کیے گئے سب عیسائیوں کے خیالات اور ان کے معتقدات و روایات کے مطابق ہیں۔ ہم بتا چکے ہیں کہ آپ کے حالات زندگی کے بارے میں سوا مسیحیوں کے اور کسی قوم کے ہم خون سے کچھ حالات نہیں معلوم ہو سکتے۔ مگر ہاں آپ کی مصلوبیت کے متعلق قرآن بالکل ہی سچی اور معصومانہ شہادت دیتا ہے جو واقعات معلوم ہوئے ہیں وہ عیسائیوں کے بیان کے بالکل خلاف ہیں۔ عیسائیوں کی تمام انجیلیں اس امر پر متفق ہیں کہ آپ ہی مصلوب کیے گئے۔ مگر قرآن مجید کہتا ہے "وما قتلوہ وما صلبوہ" یعنی نہ تو یہودیوں نے آپ کو قتل کیا۔ اور نہ صلیب پر لٹکایا "ولکن شُبِّہَ لَھُم" بلکہ ان لوگوں کو دھوکا ہو گیا۔ اسی شہادت قرآنی کی بنا پر مسلمانوں کا

علی العموم یہ عقیدہ ہے کہ دوران مقدمے مین خدا نے آپ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا اور ایک یہودی شخص کی صورت بالکل آپ کی سی بنادی۔ اور آپ کے دھوکے مین لوگون نے اُسے لے جا کے مصلوب کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ مسلمانون کے نزدیک خدا نے اپنے اُس معصوم پیغمبر کے لیے یہ توہین نہین گوارا کی اور اُسے زندہ اپنے پاس بلا لیا۔ اور جس شخص کو اُن لوگون نے مصلوب کیا وہ مسیح نہین۔ بلکہ ایک یہودی تھا۔ جسے آپ کی عداوت کے پاداش مین یہ سزا بھگتنی پڑی۔

قرآن کا بیان تاریخی تحقیق کے درجے سے بالا ہے

قرآن کا یہ ایسا فیصلہ ہے جس کے متعلق کسی قسم کی تاریخ و تحقیق سے کام نہین لیا جا سکتا۔ اور نہ عیسائیون کو نزول قرآن سے پیشتر اس سے ناواقف رہنے پر الزام دیا جا سکتا تھا۔ اس امر کو صرف خدا ہی جان سکتا تھا کہ مصلوب در اصل مسیح بن مریم ہوے یا کوئی اور شخص۔ اور پھر جب خدا ہی نے بتایا تو دنیا کو یہ راز معلوم بھی ہوا۔

قرآن کے موید قرائن

لیکن اگر غور سے دیکھا جاے اور آپ کی زندگی کے حالات پر غائر نظر ڈالی جائے تو قرآن پاک کا یہ بیان واقعات متذکرہ اناجیل کے خلاف نہین معلوم ہوتا۔ حضرت مسیح کا یہ معجزہ اکثر دیکھا گیا تھا کہ مخالفون خصوصاً مقتدایان یہود کے بھرے دربار سے آپ یکایک غائب ہو گئے۔ اور کئی مرتبہ اسی طرح آپ کو اُن کے ہاتھ سے نجات ملی تھی۔ باوجودیکہ بارہا رد و بدو بحث و مباحثہ اور رد و قدح کی نوبت آچکی تھی مگر آخر تک وہ آپ کو پہچان نہ سکتے تھے۔

آپ کی صورت کے متعلق یہودیوں کو ہمیشہ اشتباہ ہوتا تھا

جب پچھلی مرتبہ آپ کے حواری یہودا کی نشاندہی سے آپ کو گرفتار کیا ہے تو اس وقت بھی اگرچہ رومی سپاہیون کے ساتھ مقتدایان یہود بھی موجود تھے مگر کسی کو اپنی نسبت اس بات کا پورا اطمینان نہ تھا کہ ہم پہچان لین گے۔ چنانچہ اسی سبب سے یہودا نے یہ نشانی قرار دی تھی کہ جس کا مین بوسہ لون اسی کو سمجھ لینا کہ مسیح ہے۔ اس سے صاف اور یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ وہ لوگ آپ کو اچھا پہچانتے ہی نہ تھے۔ اور اگر کبھی دیکھ بھی پاتے تو آپ کی معجزے اور خدا کی مہربانی سے بھول جاتے تھے

قتل گاہ میں جس کے سر پر صلیب تھی وہ دوسرا شخص تھا

اب اسکے ساتھ اس واقعے کو ملاؤ کہ راستے میں جناب مسیح کو نہایت زیادہ ناتوان دیکھ کے لوگوں نے شمعون قرینی کو بیگار پکڑ لیا۔ اور آپ کی پیٹھ پر لدوا کے لے چلے۔ اس کے ساتھ حسب رواج زمانہ ہر شخص کے دل میں یہ خیال قائم تھا کہ جو شخص صلیب کو پیٹھ پر لاد کے لائے وہی مجرم ہے اور وہی اس صلیب پر لٹکایا جائے گا۔

مصلوب کرنے والے رومی تھے اور وہ یہود میں امتیاز نہ کر سکتے تھے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اُن دنوں مجرم کو صلیب پر لٹکانا خاص رومی سپاہیوں کا کام تھا۔ اور وہی اپنی حراست میں صلیب لدوا کے قتل گاہ تک لے گئے تھے۔ اور وہاں پہونچ کے اُنھیں لوگوں نے اس بے رحمی و سنگدلی کے کام کو انجام دیا۔ رومی سپاہیوں کی حالت ارض مقدس میں بعینہ ایسی تھی جیسی یورپین گورنمنٹ کی ہمارے یہاں ہے۔ یعنی جس طرح اُن کے حلیے ہندوستانیوں کی نظر میں ویسے نما اور بہت کم مشخص ہوتے ہیں اسی طرح ہندوستانیوں کے حلیے ان کی نظر میں بہت ہی کم مشخص ہوتے ہیں۔ اور ایک شخص کو بیس دفعہ دیکھنے کے بعد بھی وہ بھول جاتے ہیں اور نہیں پہچان سکتے۔ لہذا وہاں کے رومی سپاہیوں سے یہ امید کرنا کہ جس شخص کی نسبت پائلوس نے مصلوب کرنے کا حکم دیا تھا اس کے خط و خال اُن کے دل میں نقش ہو گئے تھے اور قتل گاہ میں پہونچ کے وہ پہچان سکتے تھے کہ جس شخص کے سر پر صلیب لدی ہوئی ہے وہ اصلی ملزم نہیں۔ بلکہ ملزم فلان شخص ہے بالکل خلاف قیاس ہے۔

ان دو باتوں کے بعد پھر اس امر کا بھی خیال کرو کہ وہ عید کا دن تھا۔

عید کی جلدی

مذہبی اور مقررہ رسوم کے بجا لانے میں دیر ہو رہی تھی۔ اور ہر شخص جلدی کر رہا تھا کہ کسی طرح یہ کام ختم ہو لے تو حرم الٰہی اور مسجد اقصیٰ کا ارادہ کریں۔

بہ ظن غالب شمعون مصلوب ہوا

ان تمام معاملات کے یکجا کرنے کے بعد بعید از قیاس نہ ہوگا کیسا بہ ظن غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ راستے میں صلیب کے پیچھے سے اتارے جانے ہی

آپ اپنے قدیم معجزے کے مطابق غائب ہو گئے۔ اور اُن لوگوں نے آپ کے دھوکے میں بے دیکھے بھالے اور بغیر زیادہ تجسس کیے شمعون قریونی کو صلیب پر لٹکا دیا۔ تاریخی شہادتوں اور اُس وقت کی حالت کے لحاظ سے ان تمام واقعات کے ملانے کے بعد جو بات ہمارے قیاس میں آتی ہے وہ بظاہر اسی قرآنی شہادت کی موئد ہے کہ "مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ"۔

مصلوب شخص میں مسیح کی سی خدا شناسی بھی نہ تھی

قطع نظر اس کے اناجیل کے بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مصلوب ہونے کے وقت آپ پر انتہا سے زیادہ خوف و مایوسی کے آثار نمایاں تھے جن کے اثر سے خدا کی شکایت کا کلمہ بھی آپ کی زبان سے نکل گیا۔ ہم آپ کے حالات کو اول سے آخر تک دیکھتے رہے ہیں جس جرأت سے آپ نے بیت المقدس کے اندر کا بازار الٹ دیا۔ جس طرح یک بینی و دو گوش ایک خلقت کی مخالفت آپ پر آمادہ ہو گئے۔ جیسے جیسے سخت الفاظ قتل کا اقتدار رکھنے والے مقتدایان یہود کی نسبت اُن کے منھ پر آپ کی زبان سے نکلے۔ اور جس استقلال سے آپ نے اپنی خداترس ماں سے فرمایا کہ "اب تمام دنیاوی رشتے منقطع ہو جائیں گے"۔ ان سب باتوں کا یہ تقاضا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مرتے وقت آپ خدا کی شکایت کر بیٹھتے۔ مصلوب شخص کی زبان سے اس خداوند جل و علا کی شکایت نکلی۔ جو ایک معصوم پیغمبر کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ بیشک وہ مسیح نہ تھا۔ اور کوئی ایسا ہی کم ظرف تھا کہ آزمائش کا وقت آتے ہی بے صبری سے چیخ اُٹھا۔ اور اپنے عقیدے اور دین تک کو بھول گیا۔ اس موقع

مصلوب ہونے کی فضیلت

پر ایک یہ پر لطف خیال بھی ظاہر کر دینے کے قابل ہے کہ عیسائی اور مسلمان دونوں جناب مسیح کو زندہ سمجھ رہے ہیں۔ مگر ہمارے عیسائی دوست اگر غور کریں گے تو معلوم ہو گا کہ اس زندگی میں جسے موت سے کبھی سابقہ ہی نہ پڑا ہو اور اُس زندگی میں جو تین دن کی موت کے بعد نصیب ہوئی ہو کیا اور کتنا فرق ہے۔ مرنے کے بعد زندگی کا لقب حاصل کرنے والے بہت ہیں۔ شہدا۔ اولیا۔ انبیا۔ سب کو وہ مبارک زندگی حاصل ہے۔ مگر وہ سب سے ممتاز اور دست برد فنا سے

بچی ہوئی زندگی جو مسیح بن مریم کو حاصل ہے اور جس کے اعتبار سے وہ اپنے تمام ہم رتبہ لوگون مین ممتاز ہین اسکو مسیحی اپنے پیغمبر کو خدا بناکے اُس سے چھینتے ہین۔ اور نہین خیال کرتے کہ اس ناموس الٰہی کی کتنی بڑی فضیلت اُن کی جہالت کے ہاتھون مٹی جاتی ہے۔

مسیح ایک یہودی کی نظر مین

اس وقت تک ہم نے جناب مسیحؑ کو ایک عیسائی اور ایک مسلمان کی آنکھون سے دیکھا۔ اب اگرچہ گستاخی ہے مگر تاریخی ضرورت مجبور کر رہی ہے کہ آپ کو ایک یہودی کی نظر سے بھی دیکھ لین۔ اس قدر تو ہم مجملاً بتا چکے ہین کہ آپ کو وہ بہت ہی بُرا اور انتہا سے زیادہ بدکار اور بدکاری کا نتیجہ خیال کرتے ہین۔ آپ کی مان کو (معاذاللہ)

یہودیون کے الزامات

زانیہ اور آپ کو (نقل کفر کفر نباشد) ولدالزنا بتاتے اور گالی دینے کے موقع پر اگر مرد ہو تو اُسے عیسیٰ اور عورت ہو تو اُسے مریم کہتے ہین آپ کے

بُرون کی صحبت

چال چلن پر اُن کا بہت بڑا اور دعوے کا اعتراض یہ ہے کہ آپ شریف اور متقی لوگون سے بہت کم ملتے تھے۔ اور جتنے لوگون سے آپ سے صحبت تھی اُن مین سے اکثر زانی اور بدکار تھے۔ مرتھا اور اُس کی بہن مریم کی نسبت وہ کہتے ہین کہ یہ بیت المقدس کی دو بازاری عورتین تھین اور زناکاری و بدکاری پر اپنی اوقات بسر کرتی تھین جن سے جناب عیسیٰ سے بے انتہا خلا و ملا تھا۔ ہم بحیثیت مسلمان اس واقعہ کے تسلیم کرنے پر مجبور نہین کیے جا سکتے۔ مگر شرم و ندامت سے بیان کرتے ہین کہ عیسائیون مین سے بعض بہت بڑے اور مستند لوگون نے مرتھا اور مریم کا یہ شرمناک چال چلن تسلیم کر لیا ہے۔

معجزات کو شیطان کیطرف منسوب کرنا

اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ آپ کے بعض خوارق عادات کے یہودی بھی معترف تھے۔ مگر اُنھون نے ان باتون کو کسی معجزہ یا خداشناسی کی علامت پر نہین محمول کیا بلکہ کہتے ہین کہ شیطانون کا بڑا بادشاہ "بعل زبول" (جس کے قائم مقام ہماری زبان اور ہمارے ملک مین کالی کلکتہ والی اور لونا چماری وغیرہ خیال کی جا سکتی ہین) آپ کا مددگار و معاون تھا۔ اور اسی کی مدد سے آپ نے بعض اوقات چند

لوگوں کو متحیر کردینے والے کرشمے دکھا دیے۔

مخالفت شرع | اِن باتوں کے علاوہ یہ عام الزامات تھے کہ آپ شرع کے خلاف کاروائیاں کرتے۔ دینِ موسوی کی علانیہ توہین جائز رکھتے۔ قوم کے مقتداؤں اور دینداروں کو سخت وسُست کلمات کہتے۔ اور یوم السبت کی بے وقعتی کرتے تھے۔

مسیحیت سے انکار | آپ کے مسیحا ہونے سے اُن کو قطعاً انکار تھا۔ اور اس سے بھی انکار کرتے تھے کہ جناب یحییٰ نے آپ کے لیے بشارت دی یا آپ کے تابع فرمان ہو گئے اس لیے کہ وہ یحییٰ کو پیغمبر تو نہیں مگر بہت اچھا اور نیک نفس بزرگ اور صاحب باطن ولی تسلیم کرتے ہیں۔ اور کہتے تھے کہ انھوں نے مسیح کی تائید میں کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالا۔

انجیل کی خلاف بیانی | سب سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ انجیل کے ایک بیان سے بھی یہود کے اس خیال کی تائید ہوتی ہے انجیلوں میں ایک جگہ تو یہ لکھا ہے کہ مسیح جب بپتسما لینے کو آئے تو یحییٰ نے کہا یہی وہ بھیڑ ہے جو آدمیوں کا گناہ لے جائے گی۔ اور آپ کی آسمانی بادشاہت اور مسیحیت کو تسلیم کر لیا۔ مگر ایک دوسرے مقام پر یہ بھی مذکور ہے کہ اس واقعے کے بعد حضرت یحییٰ نے اپنے شاگردوں کو جناب مسیح کے پاس بھیجا اور دریافت کرایا کہ کیا حقیقت میں آپ ہی مسیحا ہیں؟ اگر صورت دیکھ کے پہلے ہی دفعہ اُنھوں نے آپ کو مسیح موعود مان لیا تھا تو پھر دوبارہ پوچھوانے کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی؟ انجیلوں کی اس اختلاف بیانی نے درحقیقت مسیحیوں کے بہت بڑے معتقد علیہ مسئلہ کو بگاڑ دیا۔ اس سے صرف یہودیوں ہی کو اعتراض کا موقع نہیں ملتا بلکہ مسیح کی پیمبرانہ زندگی کا یہ پہلا اور اہم واقعہ کہ آپ نے بپتسما لیا اور اس کے ساتھ ہی آسمان سے روح القدس کبوتر کی وضع میں اترا۔ اور آواز آئی "یہی ہے میرا عزیز فرزند" شک میں پڑ کے ساقط الاعتبار ہوا جاتا ہے۔

جیورس کی بیٹی کے زندہ کرنے کی تاویل | یہ معجزہ کہ جیورس کی بیٹی کو آپ نے زندہ کر دیا اس کی مخالفت میں یہودی ایک عجیب قسم کا استدلال پیش کرتے ہیں۔ جب جیورس نے حضرت مسیح کو اپنی بیٹی کے مر جانے کی خبر سنائی تھی اس وقت آپ نے فرمایا تھا کہ

وہ مری نہین سوتی ہے'' انھین الفاظ کی گرفت کر کے یہودی کہتے ہین ''خود عیسیٰ تو یہ کہتے ہین کہ وہ سوتی تھی پھر اب عیسائیون کو اس کے مردہ سمجھنے کا کیا حق حاصل ہے؟'' وہ کہتے ہین کہ وہ لڑکی دراصل مری نہ تھی۔ باپ کو دھوکا ہو گیا تھا جس کی غلطی کو حضرت عیسیٰ نے وہان پہونچتے ہی ظاہر کر دیا۔

لزارس کے زندہ کرنے کا واقعہ آپ کا سب سے بڑا معجزہ لزارس کا زندہ کرنا ہے جسے جناب مسیحؑ نے قبرستان مین جا کے اور قبر مین اتر کے زندہ کیا۔ اس کی نسبت اُن کا خیال ہے کہ لزارس اور اس کی دونون بہنون مرتھا اور مریم سے اور آپ سے سازش تھی عوام کو دھوکا دینے کے لیے لزارس نے حبس دم کی مشق بہم پہونچائی تھی۔ جب اس کی اچھی طرح مہارت ہو گئی تو سانس روک کے لیٹ گیا۔ دونون بہنون نے سر پیٹ پیٹ کے اور چلا چلا کے سارے محلہ کو سر پر اٹھا لیا۔ اور اُسے قبر مین لے جا کے بند کیا۔ اس کے بعد جب حضرت عیسیٰ تمام لوگون کے ساتھ جا کے قبر مین اُترے تو اُن کے پہونچتے ہی اس نے سانس لینا شروع کر دی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

یہ اعتراضات بعد بنائے گئے ہین الغرض یہودیون کے اس قسم کے اعتراضات ہین جو صاف بتا رہے ہین کہ وہ ایک کے سوا سب کے سب بعد اور اس وقت بنائے گئے ہین جب عیسائی پوری قوت کے ساتھ اُن کے مقابلے مین کھڑے ہوے اور انھین تردید کی ضرورت پیش آئی۔ ہم سمجھتے ہین کہ اگر حضرت عیسیٰ کی مسیحیت کی تبلیغ و دعوت کے لیے آپ کے بعد ایک خاص گروہ استقلال و جوش سے نہ اٹھ کھڑا ہوتا تو یہودیون کی کتابون مین حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ واقعات بھی نہ مندرج ہوتے۔

باب ہشتم

دین مسیحی کی ترقی و کامیابی کے اسباب

آپ کے بعد حواریین کی حالت۔ حضرت مسیح اپنے دین کو نا تمام چھوڑ گئے تھے۔ مسیحیت کی اشاعت و کامیابی کے چھ اسباب۔ پہلا سبب۔ دین یہود سے مسیحیت کا فائدہ اٹھانا

دوسرا سبب دین مسیحی کی آسانی و وسعت۔ تیسرا سبب۔ پہلے مسیحیوں کی بے ریائی۔ چوتھا سبب زندگی اخروی کا یقین۔ پانچوان سبب۔ عیسائیون کا اتفاق باہمی۔ چھٹا سبب۔ کرامات و خوارق عادات۔ مسیحیت مین دنیا کے تمام مذاہب سے زیادہ ضعیف الاعتقادیان ہین۔ روح القدس کے سر پہ آنے کی شان۔ روح القدس کا آنا۔ یونانیون کے مذاق کے مطابق تھا۔

آپ کے بعد حوارین کی حالت حضرت مسیح کے بعد چند محدود اور گنتی کے لوگ جو آپ کے ساتھ رہتے اور آپ پر ایمان لائے تھے سب ایسے پریشان ہوے کہ بیت المقدس چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوے۔ اور قریب تھا کہ دین مسیحی کا نہین پہ خاتمہ ہو جاے۔ مگر خدا کی مرضی مین تھا کہ یہ مبارک دین جو قدیم شریعت یہود کا ناسخ اور موجودہ اغراض و مذاق زمانے کے موافق تھا ترقی کرے۔ اور زمین کے ہر کونے تک پہونچ جائے۔ بیت المقدس سے ایک ہی دن کے راستے پر گئے تھے۔ کہ حوارین کو اپنے راست باز اور مخبر صادق مقتدا و استاد کی زندگی یاد آئی انھون نے خیال کیا کہ زمانے کی مخالفت اور عام سر برآوردہ لوگون کی عداوت کو حضرت مسیح کس بے پروائی کی شان سے ٹالتے تھے۔ بہر تقدیر نور ایمان اُن کے دلون مین چمکا اور وہ پھر بیت المقدس مین آئے اور آمادہ ہو گئے کہ جس امر عظیم کی بنیاد حضرت مسیح نے ڈالی تھی۔ اُسے تکمیل کو پہونچائین۔

حضرت مسیح اپنے دین کو ناتمام چھوڑ گئے تھے۔ لیکن جس دین اور جن اصول کی تکمیل کے لیے وہ آمادہ ہوے تھے وہ بظاہر اسباب ابھی تک بالکل ناتمام نظر آتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کو تبلیغ اور ہدایت خلق اللہ کی بہت ہی تھوڑی مہلت ملی تھی۔ صرف تین سال کے اندر بعثت نبوت تبلیغ اور شہادت یا غیبت جو سمجھیے سب باتین ختم ہو گئین سوا اُن چند موقعون کے جب آپ نے مقتدایان یہود سے مباحثہ کیا یا اُن خاص اوقات کے جب آپ نے کسی مجمع مین کھڑے ہو کے پند و نصائح کا دروازہ کھول دیا اور کوئی ایسا

عہ عیسائیون کا اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح نے ان پہ ظاہر ہو کے اُنھیں کامیابی کی بشارت دی اور تاکید کی کہ خبردار بیت المقدس چھوڑ کے نہ جانا۔ دیکھو اعمال حواریین کتاب عہد جدید۔

دستور العمل نہیں مل سکتا تھا جس کی پابندی میں کوئی خاص شریعت عیسوی قائم کی جا سکتی۔ اس دین کو حضرت مسیح یہاں تک نا تمام چھوڑ گئے تھے کہ کوئی خاص طریقہ عبادت بھی آپ نہیں تعلیم کرنے پائے تھے۔ آپ کی نبوت کی زندگی صرف مروجہ اور زخدسے گذرے ہوئے رسوم و قیود کے توڑنے ہی میں صرف ہو گئی تھی لہذا ابتدائی عہد کے مسیحیوں نے جب آپ سے چھوٹنے کے بعد غور کیا تو ان کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس خدائے واحد ذوالجلال کی پرستش کرنا ہی ہے تو کیونکر کریں۔

مسیحیت کی اشاعت و کامیابی کے چھ اسباب

اس نقصان کے دفع کرنے کے لیے اگرچہ ابتدائی عہد کے مسیحیوں کو بار بار کسی جن یا بھوت کی طرح روح القدس کو اپنے سر پر بلانا پڑتا تھا مگر سچ یہ ہے کہ عیسویت کی کامیابی و ترقی کا اصلی سبب یہی چیز ہوئی درحقیقت اس دین کی عام ترقی و رواج کے چھ سبب ہوئے (۱) دین یہود کا عام دنیا میں پھیلا ہونا اور رومن کے آئین و اصول مذہبی کا اس وقت کے تمام مہذب ممالک میں حیرت سے دیکھا جانا (۲) مسیحی مذہب کا آسان اور اس قابل ہونا کہ ہر زمانے ہر ملک اور ہر قوم کے رسم و رواج کے سانچے میں ڈھل جائے (۳) ابتدائے زمانے کے عیسائیوں کی خالص و بے ریا للہیت اور ان کے اخلاق و عادات کا مستقل اور غیر متغیر ہونا (۴) آیندہ زندگی کا کامل اور راسخ یقین (۵) عیسائیوں کا باہمی اتفاق اور (۶) ابتدائی کلیسا اور پہلے دور کے مسیحیوں کے کرامات و خوارق عادات جو اس دنیا اور اس زمانے کے دل پر بہت بڑی گرفت رکھتے تھے۔

پہلا سبب دین یہود سے مسیحیت کا فائدہ اٹھانا

پہلا سبب اس لیے کہ یہودی بابل کی واپسی اور یونانیوں سے ملنے جلنے کے بعد جب اقطار ارض میں پھیلنا شروع ہوئے ہیں تو ہر ملک اور ہر قوم نے انھیں نہایت ہی حیرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ ہر جگہ وہ ایک عجیب اور انوکھے سماتھ پسندیدہ قوم نظر آتے تھے بت پرست متحیر تھے کہ یہ کس سختی اور اہتمام سے اپنے مذہب کی ادنیٰ ادنیٰ رسم کو برتتے ہیں۔ ان کا

خدا بتوں کے مقابل میں کس قدر اچھا اور دل پر گرفت کرنے والا ہے۔ مسجد اقصیٰ
کی جو وقعت یہودیوں کے دل میں نظر آتی تھی۔ ویسی وقعت کا پتہ اپنے کسی مندر
اور بت خانے کی نسبت بت پرستوں کو اپنے دل میں نہیں لگتا تھا۔ پھر اس کے ساتھ
یہود کا خودداری اور خود پسندی کا غرور اور اپنے منتخب و برگزیدۂ بارگاہ لم یزلی
ہونے کا دعوے۔ ہر مخالف کے خیال میں اُن کو اس قدر معزز ثابت کرتا تھا کہ اکثر
غیر مذہب والے اُن پر حسد کرتے تھے۔ مذہب یہود کی اس دنیا اور اس زمانے کی دیگر
اقوام میں وہی حیثیت تھی جو جاہلوں میں کسی تعلیم یافتہ کو یا موجودہ زمانے کے ضعیف
الاعتقادوں میں نئے خیال کے محققوں کو حاصل ہے کہ مخالفین بُرا بھی کہتے ہیں اور
اس کے ساتھ دل میں اُن پر حسد بھی کرتے ہیں۔ الغرض مذہب یہود کی خوبیوں نے
قریب قریب ساری دنیا کو اپنا فریفتہ تو ضرور بنا لیا تھا۔ لیکن اس بات کے راستے
اور دروازے کلیتہً بند تھے کہ کسی غیر قوم کا کوئی شخص غیر اسرائیلی حق پسند اس مذہب
میں شامل ہو سکے مسیحیت ابتداءً خاص ارض یہود او مسجد اقصیٰ سے اور ایک یہودیوں
ہی کے فرقے کی شان سے نمودار ہوئی اور سب کو کیا بت پرست اور کیا ملحد کیا عالم اور
کیا جاہل۔ کیا بُرا اور کیا بھلا۔ خلاصہ یہ کہ ساری خدائی کو اپنی طرف بلانے لگی۔ عام دنیا
کے خیال میں یہ کوئی نیا مذہب نہیں جاری ہوا تھا بلکہ غیر قوموں کے لیے مسجد اقصیٰ کے حرم
میں داخل ہونے کا دروازہ کھلا تھا۔ یا یوں کہا جائے کہ بنی اسرائیل کے عام پسند خدا کے
ماننے کا ایک ذریعہ پیدا ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں جہاں جتنے لوگ یہودیوں کے دین
کو پسند کر رہے تھے اور اِن حق پرستوں کی ادا اُن کو بھا گئی تھی وہ سب یہودی بننے کے دعوے
میں عیسائی ہونے لگے۔ اور یہودیت اور ملت موسوی کی تمام خوبیوں سے دین مسیحی نے
فائدہ اٹھا لیا۔

دوسرا سبب دین مسیحی کی آسانی وسعت

دوسرا سبب دین مسیحی کا آسان ہونا اور ہر قوم و ملت کے مذاق
کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ درحقیقت یہی سب سے بڑی دلکشی
اور دلفریبی تھی جس نے ہر قوم کے لوگوں کو جناب مسیح کے ماننے کی طرف کھینچا۔ اس آسانی

و تغیر پذیری کا اصلی باعث وہی تھا جو ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ حضرت مسیحؑ کو یہودیون کی بُری رسوم کے توڑنے سے ابھی اتنی فرصت ہی نہین ملی تھی کہ اپنے متبعین کے لیے کوئی خاص عقائد اور خاص شریعت جاری کرتے۔ وہ کفر و بدتمیزی کا زور توڑتے ہی توڑتے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پھر جب ایسے عقائد و شرائع کے بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اُس وقت مختلف مذاق و خیال کے لوگ مسیحیت مین شامل ہو کے خود اس دین کے مالک بن گئے تھے۔ اور اپنے اغراض و خیالات کے مطابق انھون نے جیسی ترمیم چاہی کر لی۔ اگرچہ پراٹسٹنٹ مذہب بھی اُس خالص توحید کو نہین پا سکا جس کا مکمل اور سچا نمونہ دین اسلام نے ظاہر کر دیا تھا۔ لیکن مسیحیت کے اس آخری ریفارم (اصلاح) سے قطع نظر کر کے اگر پُرانے اور قدیم دین کو دیکھیے تو صاف نظر آتا ہے کہ دنیا مین یہی ایک ایسا مذہب ہے جو خدا پرستی و بت پرستی کے درمیان مین بطور ادا واقع ہوا ہے۔ جتنا سامان اس دین مین خدا پرستی کا موجود تھا اتنی ہی دلکشیان ایک بت پرست کے لیے بھی اسی کے مذاق و شوق کے مطابق پیدا کر دی گئی تھین۔ حضرت عیسیٰ کے بعد جن لوگون کے ہاتھ مین مسیحیت کی قسمت تھی ان کی پالسی یہ تھی کہ "ہلا پ لُرسے موئن سے بول چال رہے"۔ وہ جس طرح اپنی طرف یہودیون کو بلاتے تھے اسی طرح رومی و یونانی بت پرستون کو بھی بلا رہے تھے۔ لہذا ضرور تھا کہ ایسی باتین جو دونون کے ذوق و عقائد کے مطابق ہون اس دین مین نظر آئین۔ اُن کی اس قدیم پالسی نے دین عیسوی کی ایسی صورت بنا دی کہ بت پرستون کو مذہب بدلنے مین یہ نہین نظر آتا تھا کہ وہ اپنے آبائی دین سے بالکل علیحدہ ہوے جاتے ہین۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا اور انھین ایسا ہی دکھانے کی کوشش کی جاتی تھی کہ گویا ایک بے اصول و یاوہ روایت پرستی کو چھوڑ کے وہ ایک مہذب و شائستہ بت پرستی اختیار کر رہے ہین۔ واقعی عیسویت کے پاس اُن دنون یہ سب سے زیادہ فتحیاب کرنے والی کمند تھی جس کی مدد سے اُنھون نے رومیون کو اپنا بنانا شروع کر دیا۔ اور آخر کامیاب ہوے۔

تیسرا سبب پہلے مسیحیون کی بے ریائی

تیسرا سبب اُس ابتدائی دور کے پادریون کی بے ریائی اور ان کی نہایت ہی استقلال وتحمل کے ساتھ اپنے اصول کی پابندی تھی۔ اس مین شک نہین کہ مقتدایان یہود مین انتہا درجے کی ریاکاری تھی جس کو حضرت مسیحؑ نے اول سے آخر تک سخت نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ اسی سبب سے پہلے دور کے عیسائیون مین ریاکاری نام کو بھی نہ تھی۔ اُن کا ظاہر وباطن یکسان تھا۔ اور پھر اس کے ساتھ اپنے مذہبی اصول واغراض سے وہ کبھی تجاوز نہ کرتے تھے۔ انسانی فطرت کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہین کہ دنیا مین تسخیر اور کامیابی کا سب سے بڑا عمل "دھن اور صبر" ہین۔ اسی عمل کو عیسائیون نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ اپنا ذریعۂ کامیابی قرار دیا۔ ابتداءً بیت المقدس مین کوئی سختی اور کوئی جور نہ تھا۔ جس سے مقتدایان یہود کے ہاتھون چند شکستہ حال مسیحیون کو نہ سابقہ پڑا ہو۔ مارے نہ گئے۔ کوڑے اُن پر پڑے۔ قیدین اُنھون نے بھگتین سنگسار وہ ہوے۔ سب کچھ ہوا مگر اس سے باز نہ آئے کہ اپنے دین کی تبلیغ ودعوت سے باز آجائین۔ پھر اس کے بعد ایسا ہی سابقہ اُنھین روم ومصر کے بت پرستون سے پڑا۔ وہان جلوائے وہ گئے۔ وحشی درندون کے سامنے وہ ڈالے گئے۔ جلاوطن اور بخارج البلد وہ کیے گئے۔ الغرض ہر طرح کی ذلت ومصیبت اُٹھائی مگر اپنی دھن نہ چھوڑنا تھی نہ چھوڑی۔ انھین مستقل مزاجیون اسی قسم کے تحمل وبرداشت نے آخر انھین فتحیاب کیا۔ ان کے اس صبر نے خود ظالمون اور مظلومی کا تماشا دیکھنے والون کے دل پر بھی یہ اثر پیدا کیا کہ "بیشک یہ لوگ سچے ہین۔ اگر ان عقائد کا انھین یقین کامل نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ ایسے ایسے مظالم اٹھانے پر اپنے دین سے دست بردار نہو جاتے"۔ اس زمانے مین یہودیون اور عیسائیون مین یہ عام خیال پھیلا ہوا تھا کہ جو فرشتے اور روحانی ارواح خدا کی نافرمانی کی سزا مین درگاہ الٰہی سے نکال دیے گئے ہین۔ وہ دنیا مین مارے مارے پھرتے ہین۔ اور ہمیشہ اس کوشش مین لگے رہتے ہین کہ انسانون کو اپنے اصلی خالق کی طرف سے بہکا کے شرک وکفر اور اپنی ہی سی نافرمانی مین مبتلا کردین عیسائیون نے رومیون اور یونانیون کے معبودون کو انھین نافرمان شیاطین کا

معبد تصور کیا۔ اور یقین کر لیا کہ اسی قسم کے شیاطین مین سے ایک جو بڑا ایکا و تنیس ایک مزدوا اور ایک اپالو ہے۔ جو رومی دیوتا ان کے بڑے بڑے دیوی دیوتا تھے۔ اُن کی عبادت کو وہ شرک وکفر خیال کرتے۔ بہ خلاف اُن کے رومیون اور یونانیون کی کوئی اخلاقی اور خانہ داری کی رسم نہ تھی جس مین کسی نہ کسی پہلو سے ان دیوتاؤن کے آگے سر نہ جھکانا پڑتا ہو۔ اور جب اُنھین رومیون مین سے لوگ عیسائی ہوے تو اُن کو بڑی بڑی دشواریان پیش آئین۔ اُٹھتے بیٹھتے ہر حالت مین اپنے دوستون عزیزون یہانتک کہ بی بی بچون تک سے اُنھین مخالفت و عداوت مول لینا پڑتی۔ اس حالت مین اُنھون نے ہمیشہ استقلال دکھایا۔ اور کبھی یہ نہ گوارا کیا کہ بتون کے آگے سر جھکائین سلطنت روم کیطرف سے اُن کی سرکوبی کے لیے قوانین مقرر ہوے۔ ساری رعایا عداوت و آزار رسانی پر آمادہ ہو گئی۔ قتل ہوے مارے گئے۔ سب کچھ ہوا لیکن یہ نہوا کہ کبھی کسی مسیحی کے قدم کو لغزش ہو گئی ہو۔ اگرچہ رومیون ہی کے میل جول سے فطرۃً اُن مین بہت سے رسوم شرک پیدا ہو گئے۔ اور آخر کار دین عیسوی ایک موحدانہ مذہب نہین بلکہ تصویر پرست اور مشرک قوم کا نمونہ بن گیا۔ مگر اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ اُنھون نے یونانی بتون کو ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا۔ اور اسی استقلال کی برکت سے آخر کامیاب ہوے۔

چوتھا سبب زندگی اخروی کا یقین

چوتھا سبب آیندہ زندگی اور نجات کا صاف وعدہ تھا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ شاید مسلمانون مین بہت کم لوگون کو معلوم ہو گی اور ہمارے مسلمان دوستون کو اس کے ماننے مین عذر بھی ہو گا۔ لیکن مورخانہ حیثیت سے جب وہ قدیم مذاہب کے اصول اور دو ہزار سال سے پہلے کی تاریخ پر نظر ڈالین گے تو اُنھین معلوم ہو جائے گا کہ زندگی اُخروی اور نجات کا مسئلہ مسیح سے پہلے نہایت ہی پیچیدہ حالت مین چلا آتا تھا۔ درحقیقت اس مسئلہ کو ایک حیثیت سے وہ قدیم مذاہب ضرور مان رہے تھے جو کھلی اور صاف بت پرستی یعنی روحانیات کی نازک خیالیان پلا کے مہذب بنا سے گئے تھے۔ چینیون اور ہندوؤن کا فلسفہ آہی اس سرزمین تک پہونچا تھا

اور اگر ہو بھی تو اس کی شان قریب وہی رہتی جو قدیم یونانیون اور رومیون کے آلہیات کی تھی۔ فقط اتنا فرق تھا کہ ان لوگون نے وجود مطلق کو خدا ان کے اس کے مختلف تنوعات اور مظاہر کو مخلوق بتایا تھا۔ لہذا اُن کے نزدیک دوسری زندگی اور ترقی انسانی کا حقیقی اور اصلی مرکز و مرجع یہی تھا کہ انسان مخلوقیت کے تشخصات چھوڑ کے وجود مطلق سے جا ملے۔

اسی سے ملتے ہوے اصول زرتشتیون کے تھے جو اُس وجود مطلق کو یا خدا کو نور محض سے تعبیر کرتے تھے۔ اس سامنے کے آسمان اور ان اوپر کے جگمگاتے ہوے تارون مین اُن کو مرکز نور اور سرشتستان نظر آیا تھا۔ اسی کو وہ عالم آخرت اور اچھی روحون کا مرکز تصور کرتے تھے۔ اور یقین کرتے تھے کہ اچھی روحین کواکب یا انھین کے مثل بن کے ہمیشہ چمکتی رہتی ہین۔ یونان و روم کے بت پرستون کو بھی یہ تارے وہی انسان نظر پڑے تھے جنھون نے دیوتا یا خدا ہونے کا درجہ حاصل کر کے دائمی زندگی پائی تھی۔ اگر حق کی نظر سے دیکھا جاے تو یہی آسمان اور اس کے تارون سے تمام قدیم مذاہب کو دوسرے عالم اور انسان کی آیندہ زندگی کا پتہ لگا تھا۔

بہ خلاف ان سب کے یہود کے مذہب مین یہ بڑا بھاری نقصان نظر آتا تھا اُن کے نزدیک انسان کی زندگی بس اسی عالم دنیاوی کے ساتھ وابستہ تھی۔ حضرت موسیٰ کی تمام تعلیمین اور بعد کے انبیاے بنی اسرائیل کی ترغیب و ترہیب کا تعلق صرف اسی دنیاوی زندگی کے انقلابات پر محدود تھا۔ یہود مین نیکی کا ثواب اور برائی کی سزا اسی دنیا مین ملتی تھی۔ اور توریت مین کوئی ایسا بیان نہین موجود تھا جس سے اس دنیاوی زندگی کی امید کی جا سکے۔ یہود انھین خیالات کے پابند چلے آتے تھے کہ دنیا مین آیندہ زندگی کا مسئلہ پیدا ہو گیا اور غالباً زرتشتیون سے شروع ہو کے ہر مذہب اور ہر قوم مین پھیل گیا۔ آخر یہود کو بھی نظر آیا کہ بے شک مذہب کے لیے ایک عالم کی ضرورت ہے۔ اسیری بابل کے بعد جب وہ ارض یہودا مین آگئے ہین اور حضرت عزرا کی کوشش نے اسرائیلی مذہب کی از سر نو تدوین و تہذیب شروع کی ہے اس وقت انھین

اپنی شریعت کا یہ عظیم الشان روحانی نقصان نظر آیا۔ چنانچہ اسی زمانہ سے ان کے مقتداؤن کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ صدوقی۔ اور فریسی۔ صدوقیون کا شمار قوم یہود کے تعلیم یافتہ مہذب اور بڑے سخت حامیان دین مین تھا۔ اُن لوگون نے روح کے غیر فانی ہونے کسی دوسرے عالم کے وجود۔ اور زندگی بعد موت سے قطعاً انکار کر دیا۔ ان کا دعوی تھا کہ ایسے کسی مابعد موت عالم اور روح انسانی کی ابدی زندگی کا پتہ جناب موسیٰؑ کی تعلیمات سے نہین نکلتا[ع]۔ لہذا ہم اس کے قائل اور معتقد بھی نہین ہو سکتے۔ مگر فریسیون نے اس دوسری زندگی کو تسلیم کر لیا۔ اور توریۃ کے علاوہ بعض مشہور روایات قدیمہ کے اشارون سے اس کا ثبوت بہم پہونچایا۔ یہود کے دونون گروہون مین مدت ہاے دراز تک یہ اختلاف چلا گیا۔ مگر حضرت مسیح کے زمانے سے چند روز پیشتر اور خاصۃً ہیرودڈ کے خاندان کے عہد مین عالم آخرت کے یقین کو عام دنیا اور ہر قوم و ملت کے عقائد پر حاوی دیکھ کے صدوقیون نے بھی اپنی قدیم ضد چھوڑ دی اور فریسیون کے ہمزبان و ہم خیال ہو گئے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہودیون کی قوم نہایت ہی سخت ضدی اور متعصب تھی۔ لہذا جب اُنھون نے اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا تو اس جوش و خروش سے اس کی جانب متوجہ ہوے کہ پھر شاید زندگی آخرت پر کوئی ان سے زیادہ یقین رکھنے والا بھی نہ ہو گا۔ مگر باوجود اتنا یقین ہو چکنے کے اُن کے خیال مین عالم آخرت کا نقشہ بالکل مبہم اور کسی ایسے مکان کے مثل تھا جو گھٹا ٹوپ اندھیرے مین غائب ہو۔ اس لیے کہ کتب دینی اور مذہبی تصانیف

[ع] غالباً بعض مسلمان کہین گے کہ توریۃ مین حضرت آدم کی جنت مین رکھے جانے اور بہ اغواے شیطان سے نکالے جانے کا بیان موجود ہے جس سے جنت اور فردوس بریں کا صاف پتہ چلتا ہے۔ مگر ایسا نہین ہے۔ اس واقعہ کو جسطرح ہم اب رہے ہین یہ قرآن کے بیان کے مطابق ہے توریۃ میں تو لکھا ہے کہ حضرت آدم کے پیدا کرنیکے بعد عدن مین ایک باغ بنایا اسی مین آدم و حوا کو رکھا اور جب نافرمانی ہوئی تو اسی باغ سے اُن کو باہر نکال دیا۔ نہ اس مین لفظ ہبوط ہے جس سے آدم کے اوپر سے نیچے گرنے کا ثبوت ملے۔ اور نہ یہ تذکرہ ہے کہ وہ باغ دنیا کے سوا کسی اور جگہ تھا۔ بلکہ برخلاف اس کے لکھا ہے کہ شہر عدن مین جو جزیرہ نماے عرب کا جنوبی و مغربی بندرگاہ ہے وہین یہ باغ بھی تھا۔ الغرض توریۃ مین کوئی جملہ ایسا نہین جس سے اس عالم دنیاوی کے سوا کسی اور عالم کا یقین پایا جا سکے۔

مین ایسا ایک جملہ بھی نہین موجود تھا جو اس عالم آخرت کی کچھ نوعیت و حالت بتاتا ہو۔

قوم یہود یا مسلمانون کی اصطلاح مین انبیاے بنی اسرائیل مین سے حضرت عیسیٰ ہی پہلے شخص تھے جنھون نے جنت و دوزخ کا حال وضاحت سے بتایا عقاب و ثواب کی صورتین ظاہر کین۔ اور اس تمام دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا جو اُن دنون اسی مسئلہ کو دین کا سب سے پہلا اور اہم مسئلہ خیال کرتی تھی۔ اور اپنی ساری ذہانت و طباعی کو اسی عالم آخرت کے نکات و رموز کے حل کرنے مین صرف کر رہی تھی۔ اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ اس وقت حضرت عیسیٰ کا عالم آخرت اور انجیل کی جنت تمام مذاہب و علماے روحانیین کی جنتون سے زیادہ دلچسپ و دلکش نظر آئی۔ اور اسی جنت کے شوق مین یہودی اور رومی و یونانی بت پرست اس دین کو اپنے قدیم ادیان سے زیادہ دلفریب اور اچھا تصور کر کے بے تکلف اختیار کرنے لگے۔

پانچوان سبب عیسائیون کا اتفاق باہمی

پانچوان ذریعہ ترقی اس مذہب کے لیے عہد قدیم و دور اولین کے عیسائیون کا باہمی اتفاق تھا۔ یہ فلسفیانہ مسئلہ ہر شخص کے نزدیک مسلم ہے کہ مظلومی ہمیشہ اتفاق پیدا کرتی ہے اور درحقیقت اس حق سے اگر پورا فائدہ کسی قوم نے اٹھایا ہے تو وہ عیسائی ہین جناب مسیحؑ کے بعد ہی یہ لوگ کچھ ایسی شان سے آپس مین ملے کہ ملکیت اور جائداد مین بھی باہم فرق نہ کرتے تھے۔ ایک جا رہتے ایک ہی ساتھ کھاتے پیتے۔ اور ایک ہی خیال ہر شخص کی زبان سے ظاہر ہوتا۔ اُن کے اس پہلے اتفاق کو یہودیون اور پھر اُن کے بعد رومیون نے ایک بڑی سازش تصور کیا۔ اور ہر غیر شخص اس ٹوہ مین رہتا کہ یہ لوگ اکیلے بیٹھ بیٹھ کے کیا باتین اور کیا منصوبے کرتے ہین۔ اگرچہ فوراً ہی فرقے پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے۔ مگر ہر فرقے کی ایک محدود جماعت اتفاق و یکجہتی مین پوری گرمجوشی دکھاتی۔ اور ہر ایک کی کانگریگیشن (جماعت مذہب) ایک مذہبی یا اخلاقی سوسائٹی کی شان سے ایک ہی عقیدے اور ایک ہی خیال کی پابند تھی جب دین مسیحی ترقی کرنے لگا۔ اور تبلیغ و دعوت مین پہلے مسیحیون کو بے انتہا کامیابی نظر آئی تو ان کے داعیون یا مشنریون مین جو صلہ اور اولوالعزمی پیدا ہوئی اور

ہر ایک اپنے حوصلے اور اپنی ہمت کے مطابق دور و دراز ملکوں میں جا کے مسیحا کی آسمانی بادشاہت کی صدا بلند کرنے لگا۔ اسی قدیم عہد میں اُن کے داعی ایک طرف روم سے بڑھ کے ہسپانیہ اور یورپ کے دور افتادہ اور دشوار گذار ممالک میں! اور دوسری طرف افریقہ و سواحل عرب سے گذرتے ہوے ہندوستان کے ساحلی بلاد میں جا پہونچے۔ مگر اس قدر پھیل جانے کے بعد بھی اُن کی باہمی یکجہتی و اتفاق میں فرق نہیں آنے پایا۔ اور جب ان میں اتنا اتفاق تھا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ کامیاب نہ ہوتے۔

چھٹا سبب کرامات و خوارق عادات

چھٹا سبب اس ابتدائی کلیسا اور پہلے دور کے مسیحیوں کے کرامات و خوارق عادات تھے جو لوگوں کے مطیع بنانے میں اُن دنوں سب سے زیادہ دخل رکھتے تھے۔ اب اٹھارہ انیس صدیوں کے انقلاب نے موجودہ مہذب دنیا کی نظر میں حقانیت اور خداشناسی کا معیار کسی اور ہی چیز کو قرار دیدیا ہے۔ مگر جن دنوں حواریین مسیح کے شاگرد جناب مسیح کا دین دنیا میں پھیلا رہے تھے اُس وقت ہر جگہ اور ہر قوم میں خوارق عادات خداشناسی کی دلیل تصور کیے جاتے تھے۔ اور کرشمہ پرستی ہر قوم اور ہر مذہب کے دل و دماغ پر حکومت کر رہی تھی۔ طبیعی طور پر مورخ کے ہمخیال اُس پرانے زمانے میں چند ہی لوگ ملیں گے جنھوں نے ان باتوں کو ضعیف الاعتقادی خیال کیا ہو۔

مسیحی دنیا کے تمام مذاہب سے زیادہ ضعیف الاعتقاد ہیں

یہ بات بھی حیرت کی ہے کہ موجودہ مسیحی جو آج خلاف فطرت باتوں سے انکار کرنے میں پیش پیش ہیں اور سب سے پہلے اور سب سے زیادہ بلند کہتے ہیں۔ انھیں کا مذہب مسیحیت ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کو آج بھی وہ اسی شان سے تسلیم کرتے ہیں جو دنیا کے تمام مذاہب سے زیادہ خلاف فطرت باتوں پر مبنی ہے۔ ہندوؤں اور یونانیوں کی دیو مالائیں صرف چند گنتی کے عارضی خلاف قیاس امور کیوجہ سے نوع انسان کے بچپن۔ اگلی دنیا کی سادہ لوحی۔ اور سب کے بعد شعرا کے مبالغوں پر محمول کی جاتی ہیں۔ مگر ہمیں اس وقت تک نہیں معلوم ہوا کہ اپنے قدیم بزرگوں کے کرامات و معجزات کو وہ کس بات پر محمول کرتے ہیں؟ دنیا کا کوئی مذہب اول سے آخر تک

اس قدر خلاف قیاس نہ ہوگا جس قدر کہ دین عیسوی ہے۔ خلاف قیاس باتوں ہی سے شروع ہوا خلاف قیاس باتوں ہی کی بدولت اُس نے ترقی کی اور پھر خلاف قیاس امور ہی اصول دین قرار پائے جو آج تک مخالفین کیا معنی خود متبعین کی پیروؤں کی سمجھ میں بھی نہیں آئے۔ خود انجیل میں کچھ ایسی پیچیدہ زبان اختیار کی گئی ہے جو ہمیشہ مختلف شبہات اور پہلوؤں کو باقی رکھتی ہے۔ چنانچہ مسیحوں کے بہت ہی پرانے ولی سینٹ آگسٹن کا قول ہے کہ بائبل کی جتنی باتیں میری سمجھ میں آئیں اُن سے وہ باتیں زیادہ ہیں جن کو میں نہیں سمجھ سکا[ع۱]۔ ابتدا اسی سے ہوتی ہے کہ مسیح بے باپ کے پیدا ہوئے۔ آپ کے معجزات یہ تھے کہ مُردوں کو زندہ کرتے۔ جس کی کسی طرح تاویل ہی نہیں کی جا سکتی۔ پھر اصلی عقیدہ دین کو دیکھیے تو "وحدت فی التثلیث اور تثلیث فی الوحدۃ" جو رہتی دنیا تک ایک مالاینحل مسئلہ رہ جائے گا۔ عبادت کا خیال کیجیے تو اور زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ صلیب جس جان ستان آلے سے مسیح کی جان لی گئی اور جس سے اُس معصوم نبی برحق کو آزار پہنچا وہی یا تو کھلی کھلی معبود بنی ہے اور بابرکت کی چیز سمجھی جاتی ہے۔ اور سب پہ لطف یہ کہ مسیح کا گوشت کھانا اور اُن کا خون پینا سب سے بڑی عبادت ہے۔ اب ان ابتدائی واقعات کو چھوڑ کے حواریین اور قدیم بزرگان دین مسیحی کے حالات کا اندازہ کیجیے تو اور زیادہ حیرت معلوم ہوتی ہے۔

اُن کی ہر بات اور ہر ادا خلاف قیاس اور عجیب و غریب تھی۔ شریعت عیسوی میں حضرت مسیح جو نقصان چھوڑ گئے تھے اس کی تکمیل یوں ہوئی کہ روح القدس روز حواریوں اور دیگر نیک

روح القدس کے سر پر آنے کی شان

نفس مسیحیوں کے سروں پر آیا کرتی تھی۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ کوئی جن یا بھوت ہمارے زمانے کی جاہل اور ذلیل طبقے کی عورتوں کے سروں پر آیا کرتا ہے۔ اس حالت میں وہ از خود رفتہ اور آپے سے باہر ہو جاتے تھے۔ اور جو کچھ اُن کی زبان سے نکلتا سب الہام اور روح القدس کا ارشاد تصور کیا جاتا۔ اگرچہ اب روح القدس کے سروں پر آنے کی وہ شان نہیں باقی رہی جو کتاب عہد جدید کے اعمال حواریین میں نظر آتی ہے۔ مگر خوش عقیدہ پادریوں کے اعتقاد میں حصول علم و فضل کا یہی طریقہ ہے کہ روح القدس انسان کے سر پہ آ کے اور اس کے

ع۱ کیتھولک بیلیف مصنفہ جوزف فاڈی ایم۔ ڈی۔

جسم مین حلول کر کے واقفیت اور علم کے دروازے کھول دے۔

اسی قسم کی چیزین اس عہد کی کرشمہ پرست دنیا مین چونکہ زیادہ مقبول تھین لہذا اس دین کو ترقی و کامیابی کا پورا موقع مل گیا۔ خاصۃً عیسائی مقتداؤن کا یہ حال و بیخودی کا عالم بت پرستان یونان و روم کے مذاق کے بالکل موافق تھا۔ ایسے مکاشفات ابتداءً یہودیون مین نہ تھے۔ بلکہ مورخین کی تحقیق کے مطابق اس کے بانی یونان والے تھے جو اپالو کے مندر مین روزانہ اس قسم کا تماشا دکھا یا کرتے تھے۔ نازک موقعون پر ہمیشہ یہ ہوتا کہ کوئی دوشیزہ لڑکی ایک آہنی لنگن پر برہنہ بٹھائی جاتی اور اس کے نیچے کچھ بخور وغیرہ سلگا دیے جاتے۔ جس عمل کے ساتھ ہی روح القدس ہی کی سی کوئی روح اُس کے سر پر آتی۔ اور اُس کی زبان سے جو نکلتا وہ دیوتاؤن کا واجب التعمیل اور سچا فیصلہ تصور کیا جاتا۔ یہودی اس پر ہنستے اور اسے کسی شیطان اور بھوت کا تصرف خیال کرتے مگر جب یہودیون ہی مین سے نکلے ہوے ایک فرقے کے مقتداؤن کے سر پر اسی قسم کی ایک روح نازل ہونے لگی تو یہ مذہب انھین زیادہ دلچسپ اور اپنے مذاق و خیال کے موافق نظر آنے لگا۔ اور بہت سے اس کی پیروی پر آمادہ ہو گئے۔

روح القدس کا آنا یونانیون کے مذاق کے مطابق تھا

الغرض یہ سب ایسے اسباب تھے جنھون نے دین عیسوی کو ترقی دلائی۔ اور یہودیون اور بت پرستوں دونون کو اس دین کا فریفتہ بنا دیا۔ اور اس وقت کی دنیا کے دونون مذہبون یعنی یہودیت اور بت پرستی کو حضرت مسیح اور آپ کے متبعین کی تعلیمین اپنے عقائد و مذاق کے زیادہ مخالف نہ نظر آئین۔

باب نہم

دین مسیحی مین پہلی تفرقہ اسرائیلی اور رومی مسیحون مین اختلاف

عہ اعمال حوارین کتاب عہد جدید۔

حضرت مسیح کے بعد عیسویت کی حالت۔ مزاحمت۔ سختیان۔ مسیحیون کا استقلال۔ استیفان اور اس کی شہادت۔ عیسائی بیت المقدس سے بھاگتے ہین۔ پہلے مسیحی اسرائیلی رسوم یہود کے پابند تھے۔ مسیحیت بیت المقدس کے باہر نکلتی ہے۔ سماریہ والے ایمان لاتے۔ پولس۔ عیسائیون کے ساتھ اس کا تعصب۔ وہ عیسائی ہوا۔ دمشق سے جان بچا کے بھاگا۔ بیت المقدس بھی چھوڑنا پڑا۔ پولوس بھی حواری قرار دیا گیا۔ وہ تبلیغ دین کے لیے کمربند ہوتا ہے۔ جزیرہ قبرس۔ پمفلیا۔ انطاکیہ۔ پسطرہ۔ دربی۔ غیر اسرائیلی عیسائی۔ اسرائیلی مسیحیون کا اُن سے اختلاف۔ پولوس رومیون کا طرفدار ہے۔ اُن کی وکالت کے لیے بیت المقدس مین گیا۔ پطرس کی آزاد خیالی۔ مجلس حواریین کے احکام۔ پطرس پر الزام لگایا۔ برنباس نے بھی پولوس کا ساتھ چھوڑ دیا۔

حضرت مسیح کے بعد عیسویت کی حالت جناب عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے کے پچاس دن بعد[عہ] تمام حواری ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور اُن پر روح القدس نے اُتر کے انھین مختلف زبانون مین تبلیغ سے گویا کیا۔ بس یہی وقت ہے جب سے ان سب لوگون نے ساتھ مل کے اپنے دین کی ترویج شروع کی۔ اور کہنا چاہیے کہ اسی وقت مسیحیت کا پہلا کلیسا قائم ہوا جس کے کل ایک سو بیس پیرو تھے۔ اور سب اسرائیلی تھے جنھون نے اپنا قدیم مذہب چھوڑ کے دین مسیحی اختیار کیا تھا۔ حضرت مریم اس وقت تک زندہ تھین۔ اور آپ بھی انھین لوگون کے ساتھ خاص بیت المقدس مین رہتی تھین۔ یہ سب لوگ ایک ساتھ رہتے۔ ایک ہی ساتھ کھاتے پیتے۔ سارا مال و اسباب مشترک تھا۔ اور بالکل اس عہد کے سوشلسٹ لوگون کی سی حالت تھی جو سلطنت اور امارت کے خلاف ہین۔ اور تمام دولت پر ہر شخص کے یکسان حق رکھنے کے طرفدار ہین۔ یہ ابتدائی مسیحی روز باہم بیٹھ بیٹھ کے مشورے کرتے جن مین کوئی صحبت روح القدس کے حلول سے خالی نہ تصور کی جاتی۔ اور

عہ اعمال حواریین۔ تعجب ہے کہ گبن نے چالیس ہی دن بعد لکھا ہے۔ غالباً انھون نے عیسائیون کے عقائد کے مطابق اس وقت کو لیا ہے جب چالیسوین دن حضرت عیسیٰ اپنے شاگردون کو تبلیغ اور بیت المقدس مین ٹھہرنے کی تاکید کر کے اوپر اُڑے اور ابر مین غائب ہو گئے تھے۔

روزانہ خاص خانۂ خدا میں جا کے اپنے دین کی طرف لوگوں کو دعوت کرتے[عـ۵]۔ ان لوگوں
سے وقتاً فوقتاً طرح طرح کے خوارق عادات ظاہر ہوتے جن کا یہ اثر ہوتا کہ یہودی
اُن سے اور بھی زیادہ نفرت و وحشت کرتے۔ ان کے جہلاء فقیہوں کو منہ کو لگی بہت بڑی
اغراض یعنی سازشیں۔ اور اُن کے کرامات کو کرشمہ سازی اور بازیگری خیال کرتے[عـ۶]۔

مزاحمت | آخر یہودیوں نے اُنھیں تبلیغ دین عیسوی سے روکنا چاہا۔ اور جب اس پر بھی یہ لوگ
نہ باز آئے تو بیت المقدس کے احبار اور کاہنوں نے ایک آدھ حواری کو قید میں
ڈال دیا۔ قید سے نجات پاتے ہی پھر اُنھوں نے اپنے دین کی دعوت شروع کی۔ ان دنوں
اگریپا کی حکومت تھی۔ اور چونکہ ایک اچھے قومی بادشاہ یہود ہونے کے اُس نے عیسائیوں
کے ستانے کا ارادہ کیا۔ بنی الجلیل پطرس حواری کا جوش ترویج دین سب سے زیادہ
تھا۔ اسی میں روح القدس بھی زیادہ حلول کرتی۔ اور وہی اکثر اپنے دین کی منادی
کرتا ہوا دیکھا جاتا اگریپا نے اسے قید کر لیا[عـ۷] فقط اتنا ہی نہیں بلکہ یوحنا حواری کے بھائی
یعقوب حواری کو قتل کر ڈالا۔ مجلس سنہادرین کے اجلاس میں پطرس کے قتل کی تجویز
پیش تھی کہ کسی معزز یہودی نے روکا اور کہا ”مسیح کے قتل کا واقعہ ہی کیا کم تھا جو اب ان
لوگوں کے لیے بھی صلیب کھڑی کی جائے۔“ اس شخص کے کہنے کے بموجب وہ لوگ قتل سے
سختیاں | تو بچ گئے مگر بعض عیسائیوں کو پکڑ کے کوڑوں سے پیٹا۔ اور عام حکم جاری ہو گیا
کہ ”خبردار کوئی عیسیٰ کا نام بھی زبان سے نہ لے۔“ لیکن اس پر بھی ان چند پیروان مسیح کا
جوش تبلیغ کم نہ ہوا۔ وہ اکثر گرفتار ہوتے مار کھاتے۔ جس کے بعد کبھی کسی کی سفارش
مسیحیوں کا استقلال | سے اور کبھی اپنی کراماتوں کے زور سے چھوٹتے اور پھر ہیکل میں
اور حرم الٰہی کے سامنے کھڑے ہو کے آسمانی بادشاہت کی صدا بلند کرنے لگتے[عـ۸]۔

عـ۵ کتاب عہد جدید اعمال حواریین۔
عـ۶ زوال و بربادی دولت روم مصنفہ گبن۔
عـ۷ تاریخ یہود مصنفہ ملمین۔
عـ۸ اعمال حواریین عہد جدید۔

مسیحیون نے جو حضرت مسیح کی تعلیمات کو پھیلانا چاہتے تھے تبلیغ دین کے لیے اپنے

استیفان اور اس کی شہادت

مین سے سات آدمیون کو منتخب کر لیا جن مین سے ایک استیفان تھا جو مسیحیون کا نہایت ہی مضبوط اور پُرجوش مبلغ تھا۔ اس شخص کو یہودیون نے گرفتار کر کے سنگسار کیا۔ اور بہت ہی بُری طرح اس غریب کی جان لی۔ اس واقعے سے جو جناب مسیح کے ساڑھے تین سال بعد[عہ] پیش آیا تھا بیت المقدس مین عیسائیون کا ندر بالکل ٹوٹ گیا۔ اور اُن سے سوا اس کے کہ اس مقدس شہر کو چھوڑ کے چلے جائین اور کوئی تدبیر نہ بن پڑی۔ حواریون کو حضرت مسیح نے باہر جانے کی ممانعت فرمائی تھی[عہ] لہذا وہ تو وہین رہے۔ مگر باقی اور

عیسائی بیت المقدس سے کو بھاگتے ہین

نئے ایمان لانے والے حضرت داؤد کی مقدس شہر کو چھوڑ چھوڑ کے چلے گئے[۱]۔ اس ہجرت پہ انھین زیادہ تر اس بات نے مجبور کیا کہ بیت المقدس مین انھین کسی جگہ پناہ نہ ملتی تھی۔ گھر گھر تلاشی لی جاتی۔ اور جو مرد عورت اس نئے دین کا پابند ملتا قید کر لیا جاتا[عہ]

پہلے مسیحی اسرائیلی رسوم یہود کے پابند تھے

دین عیسوی کا جو پہلا کلیسا خاص بیت المقدس مین اور حضرت مسیح کی بلا واسطہ کوششون سے قائم ہوا تھا۔ اُس کے تمام ارکان اور پیرو اسرائیلی لوگ تھے۔ سب مین شریعت موسوی کے تمام قدیم رسوم مروج تھے[۱]۔ اور وہ ہرگز نہ پسند کرتے تھے کہ اپنے آبائی طریقون کو چھوڑ دین۔ اسی طرح اپنے بچون کا ختنہ کراتے اور اسی طرح حرم الٰہی یا ہیکل سلیمانی کو اپنا قبلہ تصور کرتے[عہ]۔ اور چونکہ شریعت یہود مین سور کا گوشت حرام تھا۔ اور حضرت مسیح کے کسی حکم سے لحم خنزیر کا حلال ہونا ثابت نہین کیا جا سکتا تھا۔ لہذا اس ناپاک جانور کے گوشت سے بھی وہ احتراز کرتے تھے۔ مگر جب یہودیون کے ظلم

مسیحیت بیت المقدس کے باہر نکلتی ہے

سے اکثر پیروان مسیح کو بیت المقدس چھوڑ چھوڑ کے بھاگنا پڑا تو اُنھون نے ابتداءً ہی تبلیغ کا کام جو پہلے فقط بیت المقدس کی چار دیواری کے اندر محدود

عہ مسیحی کلیسا کی تاریخ۔ عہ عیسائیون کا اعتقاد ہے کہ بعد مصلوبیت مسیح نے ظاہر ہو کے اپنے حوارئین کو تاکید کی تھی کہ یروشلیم سے جدا نہ ہو بلکہ میرے باپ (خدا) کے وعدے کو جو مجھ سے سن چکے ہو۔ اس کے منتظر رہو۔ (اعمال باب ۱۔ آیت ۴) اس بنا پر حوارئین یروشلیم کو چھوڑ کے چلا جانا اپنے لیے جائز نہین خیال کرتے تھے۔
سے اعمال حوارئین عہد جدید۔ عہ مسیحی کلیسا کی تاریخ گبن۔

تھا۔ دیگر بلاد و امصار میں جاری کر دیا۔ اسٹیفنس کی موت کے بعد ہی جبکہ عیسائی بیت المقدس سے ڈر ڈر کے بھاگ رہے تھے۔ فلیپس حواری نے سماریہ میں جا کے اپنے نئے اور مظلوم سماریہ والے ایمان لائے دین کی دعوت شروع کر دی۔ سماریہ والے اگرچہ جناب موسیٰ کی کتابوں کو مانتے تھے۔ اور ہر امر میں انھیں سے سند پکڑتے تھے۔ مگر اکثر معاملات میں یہودیوں کے خلاف اور اُن کے سخت دشمن تھے۔ حضرت مسیح کے اس بے ریا حواری نے یہودیوں کے خلاف ایک نئے اور زیادہ مہذب مذہب کی تبلیغ شروع کی تو وہ بے تکلف اور کثرت سے عیسائی ہونے لگے۔ اسی زمانے میں بیرونی ممالک کے دو ایک معزز سرداروں نے بھی اس جدید مذہب کو اختیار کر لیا۔ اور تبلیغ کرنے والوں کا حوصلہ بڑھ گیا۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک یہ دین دیگر اقوام و ممالک میں نہیں پہونچا تھا۔ اختلافات کا سارا جھگڑا فقط یہود کی قوم کے اندر تھا۔ اور باوجودیکہ جناب مسیح نے نجات کا دروازہ ساری دنیا کے لیے کھول دیا تھا حواریین میں یہ جرأت نہیں پیدا ہوئی تھی کہ اپنے مذہب کو ممالک دور و دراز میں لے جائیں لیکن اسٹیفنس کے مارے جانے کے بعد ایک نیا واقعہ پیش آیا جس نے چند ہی روز میں حضرت مسیح کے دین کو بہت دور دور تک پہونچا دیا۔ اور یکایک ایسی عجیب و غریب ترقی ہوئی کہ یہودی بھی دیکھ کے گھبرا گئے۔ پولوس نام ایک یہودی جو ایشیاے کوچک کے شہر طرسوس میں پیدا ہوا تھا۔ اور بیت المقدس میں نہایت ہی معزز حیثیت رکھتا تھا کسی خارق العادت پولوس اثر سے متاثر ہو کے عیسائی ہو گیا۔ پولوس نے یہودیت کے مذہبی علوم کی اعلیٰ تعلیم پائی تھی۔ اور فریسیوں میں شامل ہو کے اپنے اثر و ذاتی وجاہت کو یہاں تک بڑھا عیسائیوں کے ساتھ اس کا تعصب لیا تھا کہ بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے وہ مجلس صنہادرین کا ایک رکن رکین ہو گیا تھا۔ جس وقت تک وہ یہودی تھا اُس وقت تک غریب عیسائیوں کا اس سے بڑا کوئی دشمن نہ تھا۔ خود اسٹیفنس کے قتل میں اُس کی کارروائیوں کو بہت دخل تھا۔ وہی تھا جو بیت المقدس کے گھر گھر میں گھس کے عیسائیوں کو پکڑتا اور مارتا تھا۔ اور اسی کی سختیاں اور زیادتیاں تھیں جن سے مسیحی عاجز آ آ کے اس مقدس شہر کو چھوڑنے لگے تھے۔ چنانچہ

بمقدور عیسائیون ہی کے ستانے کے لیے پولوس نے دمشق کا سفر کیا۔ مگر راستے مین ا
وہ عیسائی ہوا | حضرت مسیح کا ایک ایسا معجزہ نظر آیا کہ عیسائی بن کے دمشق مین داخل ہوا۔ یہ واقعہ
یاد کر کے خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ جس جرم کی سزا دہی کے لیے وہ گیا تھا اسی کا مجرم خود
قرار پا گیا۔ لیکن یہ عجب آزاد مزاج شخص تھا بغیر اس کے کہ کسی کی پروا کرے دمشق کی سڑکون
اور وہان کے معبدون مین اپنے دین کی علانیہ تبلیغ کرنے لگا۔ یہودی دشمن ہو گئے۔ اور
ارادہ کیا کہ اسے پکڑ کے قتل کر ڈالین عین اُسوقت جبکہ یہودی دروازون کے کھڑے
تھے کسی ہم مذہب نے پولوس کو ایک ٹوکری مین بٹھا کے پچھواڑے کی دیوار سے لٹکا دیا۔ زمین پر
دمشق سے جان بچا کے بھاگا | پہونچتے ہی وہ ٹوکری سے نکل کے بھاگا۔ اور سیدھا بیت المقدس مین آیا۔
یہان عیسائیون نے اُس کے ہاتھ سے ایسے ایسے ظلم اٹھائے تھے کہ اُنھیں اسکے ایمان لانے کا یقین
ہی نہ آتا تھا۔ پولوس اُن سے ملنا چاہتا تھا اور وہ سب ڈر کے اُس سے بھاگتے تھے۔ آخر
ہر طرح اطمینان دلا کے وہ حواریون اور عام مسیحیون سے ملا۔ اور پولوس کی جرأت و جوانمردی
سے بیت المقدس مین زور و شور سے حضرت مسیح کی تعلیمون کی تبلیغ علانیہ ہونے لگی۔ اب یہودیون
کی نظر مین اُن کا سب سے بڑا دشمن پولوس تھا۔ وہ اس کے قتل کی تدبیرین سوچ رہے تھے
اور اُس کی یہ حالت تھی کہ ہر جگہ بے خوف و ہراس مسیح کی آسمانی بادشاہت کی صدا
بیت المقدس بھی چھوڑنا پڑا | بلند کرتا۔ آخر یہ اندیشہ ناک حالت دیکھ کے حواریون نے اسے
قیساریہ مین اور پھر وہان سے بھی بھگا کے شہر طرسوس مین پہونچا دیا۔

حضرت مسیح کے بعد تمام عیسائیون مین سربرآوردہ پطرس حواری تھا۔ اس نے
مختلف بلاد شام مین پھر کے لوگون کو اپنا ہم مذہب بنایا تھا۔ اب اسی ہی بلاد مین پولوس
نے بڑی کوشش سے تبلیغ کی اور بہت جلد کامیاب ہونے لگا۔ بیت المقدس کے عیسائیون
نے اُس کی اِن کوششون کی یہان تک قدر کی کہ اسے بھی اپنا سا حواری تسلیم کر لیا۔ یہودا
پولوس بھی حواری قرار دیا گیا | حواری جس نے اپنے مقتدا حضرت مسیح سے دغا اور بے وفائی کی تھی اُسکی جگہ خالی
تھی اور باقی ماندہ گیارہ حواریون کو پیشتر سے اجازت مل چکی تھی کہ کسی اور اچھے مسیحی کو شریک کر کے اپنی
تعداد پوری کر لین۔ ان بناؤن پر پولوس کو وہی رتبہ حاصل ہو گیا جو دیگر حواریون کو حاصل تھا۔[1]

---
[1] اعمال حواریین۔

اور آخر اُسے خود اپنی سچی خدمت دین پر اس قدر ناز تھا کہ کہتا ہے میں اپنے آپ کو سب سے بڑے رسولوں سے کچھ کم نہیں سمجھتا ہوں[ع۵] اب اُس نے ایک خواب

وہ تبلیغ دین کے لیے کمر باندھتا ہے

کے ذریعہ سے اقطار عالم میں پھرنے اور ممالک دور و دراز میں جا کے تبلیغ دین کرنے کا حق حاصل کیا۔ چنانچہ انطاکیہ کے پیروان مسیح میں برنباس نام ایک شخص کو اپنے ساتھ لے کے ترویج دین کے لیے چل کھڑا ہوا۔ پہلے

جزیرۂ قبرس

جزیرہ قبرس (سائپرس) میں گیا۔ یہاں حسن و جمال کی خوبصورت دیوی وینس پوجی جاتی تھی۔ غریب الوطنی کے باعث پولوس کی آواز بھلا کیا اثر کر سکتی تھی مگر ایک رومی معزز عہدہ دار کے معتقد و ہم آہنگ ہو جانے سے اُس نے دین عیسوی

پمفلیا

کی بنیاد اس جزیرے میں ڈال دی اور ایشیائے کوچک کے ساحل پر جا اترا پمفلیا کے علاقے میں پہونچ کے پولوس اور برنباس میں کچھ اختلاف پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے دونوں جدا ہو گئے۔ اور پولوس نے تنہا ہی تبلیغ دین شروع کی۔ چنانچہ ایشیائے

انطاکیہ

کوچک کے بہت سے شہروں میں پھر پھرا کے چھ برس بعد ۲۱ھ قبل محمد یعنی ۵۰ء میں انطاکیہ میں واپس آگیا۔ برنباس بھی یہاں موجود تھا۔ مگر پولوس کے آنے کے چند ہی روز بعد یہودیوں کی سازش اور عداوت کے باعث دونوں انطاکیہ سے نکال دیے گئے۔ پولوس نے دین کی خدمت اور اپنے تبلیغ دین کے سفروں میں بہت بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی تھیں

لُسترہ

چنانچہ شہر لسترہ میں وہ سنگسار کیا گیا۔ اور اس قدر بے دم ہو گیا تھا کہ لوگ اُسے گھسیٹ کر شہر کے باہر ڈال آئے[ع۶]۔

رومی نژاد عیسائی

اب دین مسیحی کے پیرو انطاکیہ اور قیساریہ وغیرہ میں کثرت سے موجود تھے یہ لوگ بچپن سے رومی آئین و رسوم کے پابند تھے۔ اور اُن قیدوں کو کسی طرح نہ برداشت کر سکتے تھے جو یہودیوں میں مدت ہائے دراز سے دین و ایمان کا جزو لازمی سمجھی جاتی تھیں۔ بخلاف اِن کے وہ عیسائی جو بیت المقدس میں تھے اور بنی اسرائیلی نسل کی یادگار تھے

ع۵ قرنتیوں نمبر ۲ باب ۱۱۔ آیت ۵۔

ع۶ اعمال حواریین۔

اُنھون نے حضرت عیسٰی کو مسیح موعود اور پیغمبر برحق تو بے شک مان لیا تھا مگر اس کے سوا اور تمام باتون مین رسوم یہود کے پابند تھے صرف رسمی حیثیت سے نہین بلکہ پوری شریعت یہود کو واجب العمل اور نجات و حق پرستی کا ضروری فرض خیال کرتے تھے۔ ان دونون قسم کے یعنی رومی نژاد و اسرائیلی نژاد مسیحیون مین سخت اختلاف پیدا ہوا اور یہی پہلا اختلاف ہے جس نے دین مسیحی مین جدا جدا فرقے پیدا کر دیے۔

اسرائیلی مسیحیون کا ان سے اختلاف

بیت المقدس کے عیسائی کسی طرح نہین منظور کرتے تھے کہ اُن لوگون کو اپنے گروہ مین لین جن کا ختنہ نہین ہوا۔ اور رومی عیسائی ختنہ کرانے اور اپنے مروجہ طرز عمل کے بدلنے کو ہرگز نہ گوارا کرتے تھے۔ پولوس اور برنباس اگرچہ خود یہودیون ہی مین سے تھے۔ مگر چونکہ ممالک دور و دراز کا سفر کر چکے تھے اور دیگر اقوام مین اپنے دین کے پھیلانے کی دشواریون سے خوب واقف تھے اس لیے اُنھون نے اس موقع پر رومی عیسائیون کی طرفداری کی۔ اور اسرائیلی عیسائیون کی مخالفت زور و شور سے کرنے لگے۔

پولوس رومیون کا طرفدار ہے

آخر جھگڑے کے مٹانے کے لیے سنہ ۶۲۰ قبل محمد مطابق سنہ ۵۱ء مین بیت المقدس مین ایک کونسل ہوئی۔ پولوس اور برنباس اپنے پہلے سفر سے آکے انطاکیہ مین ٹھہرے ہی تھے کہ انھین وہان کے عیسائیون کی طرف سے وکیل بن کے بیت المقدس مین آنا پڑا۔ مگر یہان آکے دیکھا تو سب لوگ اُن کے خلاف تھے۔ اور کوئی کسی طرح نہ منظور کرتا تھا کہ بے ختنہ کیے ہوے لوگون کو اپنے برابر اور اپنا بھائی سمجھے بیت المقدس مین مخالفت کا اس قدر زور تھا کہ پولوس بھی باوجود آزاد مزاجی اور دور و دراز ملکون مین ہو آنے کے یہان کی مجلسون مین اپنے موکلون کی وکالت کا پورا حق نہ ادا کر سکا۔

ان کی وکالت کے لیے بیت المقدس مین گیا

بطرس حواری نے جب دیکھا کہ انطاکیہ کے وکلا اپنے دعوون پر زیادہ زور نہین دیتے تو اس نے نہایت نیک نفسی و راستبازی سے یہ تقریر کی کہ جب خدا ہی نے ان لوگون کے حال پہ توجہ کی اور اُن کو قوت عطا کی تو پھر تم اس کی رحمت کا دروازہ کیون تنگ کیے دیتے ہو؟ اس کا مطلب صاف تھا کہ کیا ضرور ہے کہ بغیر ختنہ کیے کوئی عیسائی

بطرس کی آزاد خیالی

عہ اعمال حوارین۔

نہ ہو سکے ؟ بیت المقدس کے عیسائی اب بھی ان باتون کے تسلیم کرنے پر راضی نہ ہوتے تھے۔ مگر بطرس نے جو سب مین بڑا اور سب سے زیادہ صاحب اثر تھا سمجھا بجھا کے لوگون کو موافق بنایا۔ اور آخر اس مجلس حوارین کی طرف سے یہ احکام نافذ کیے گئے

مجلس حوارین کے احکام

کہ رومی نژاد عیسائیون کو اختیار ہے کہ ختنہ اور دیگر رسوم یہود کی پابندی چاہین کرین اور چاہین نہ کرین۔ مگر یہ حکم ضروری ہی کہ زنا سے بچتے رہین۔ بتون پر چڑھائی ہوئی چیزین نہ کھائین۔ اور دم مسفوح اور گلا گھونٹے (یعنی غیر مذبوح) جانورون سے بھی پرہیز کرین۔[عہ]

بطرس پر الزام

اس کونسل کے بعد جب پولوس اور برنباس انطاکیہ مین واپس گئے تو باوجودیکہ بیت المقدس کے طے شدہ احکام کی پابندی کا اقرار کر گئے تھے مگر غیر اسرائیلی قبائل کے ساتھ بیٹھ کے بے تکلف کھانے پینے لگے جنمین ذبیحہ کا رواج نہ تھا۔ خود بطرس حواری انطاکیہ مین پہونچا تو باوجودیکہ ختنہ اور رسوم یہود کے طرفدارون کا سرغنا سمجھا جاتا تھا۔ مگر یہ اخلاقی کمزوری دکھانے لگا۔ جب دیکھتا کوئی دیکھنے والا نہین ہے بے تکلف رومی عیسائیون کے ساتھ بیٹھ کے کھانے لگتا۔ مگر بیت المقدس کے اسرائیلی عیسائیون کے سامنے پرہیزگار بن جاتا

الزام لگانے والا

بطرس پر یہ ریاکاری کا الزام پولوس نے قائم کیا ہی جو مخالفون اور آزاد مزاج عیسائیون کا سرغنا تھا! اگرچہ یہ بات بطرس کی کمزور طبیعت سے چندان بعید تھی یہی وہ حواری تھا جو حضرت مسیح کے ماخوذ ہونے کے ساتھ ہی اس قدر مرعوب ہوا کہ یہودیون کے عام مجمع مین اس بات پر قسم کھا گیا کہ مین اس شخص (مسیح) کو جانتا ہی نہین ہون۔

لیکن اس کی اس کمزوری سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اپنے زبردست ہم قومون اور متعصب ہمخیالون سے چرا کے رومیون کے ساتھ حرام چیزین کھانا اس کی ڈرپوک طبیعت سے مستبعد نہ تھا۔

بہر تقدیر بطرس نے چاہے ایسا کیا ہو یا نہ کیا ہو مگر اس مین شک نہین کہ اس وقت تک اسرائیلی عیسائیون کی قوت زیادہ تھی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ انطاکیہ والون کا زبردست مشنری اور وکیل

عہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زمانۂ حواریین کے بعد یہ ابتدائی دور کے یورپین عیسائی بتون پر چڑھائی ہوئی چیزین بکثرت کھاتے تھے اور اسے جائز و مشروع سمجھ کے کرتے تھے۔

عہ مسیحی کلیسا کی تاریخ بشپ گلیتون اعمال حوارین۔

برنباس نے بھی پولوس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ برنباس بھی پولوس کا ساتھ چھوڑ کے پطرس کا ہم خیال و ہم عقیدہ ہو گیا۔ اکیلا پولوس تھا جو آخر تک رومی مسیحیوں کے وجود ان پر زور دیتا رہا۔ اور اسکے ساتھ دیگر بلاد و امصار کے لوگوں کو عیسائی بنا بنا کے اپنے ہمخیال مسیحیوں کی جماعت بڑھانے لگا۔

باب دہم

عیسویت یورپ میں۔ پولوس اور پطرس

عیسویت یورپ میں۔ فلپی۔ پولوس کی کرامت۔ ایتھنز۔ قرنطس۔ پولوس کی کامیابی کے اسباب۔ مسیحیت صرف خیالات و عقائد کا نام تھا۔ مذہب عیسوی کی سہولت پولوس کی بےنفسی۔ دیگر جزائر یونان۔ شہر افسوس۔ پولوس یروشلم میں اس کی مصیبت۔ گرفتاری۔ وہ مرتے مرتے بچا۔ مجلس صنہادرین۔ یہودی قتل پر آمادہ ہیں۔ پولوس قیساریہ میں۔ قیساریہ میں اُسکی حالت۔ قیصر روم کی دہائی۔ پولوس اگریپا کے سامنے۔ اگریپا ترس کھاتا ہے۔ پولوس پابزنجیر روم کو جاتا ہے۔ روم کے مسیحیوں کا جوش ہمدردی۔ گرفتاری اور تبلیغ دین۔ روم میں اسکی تبلیغ دین کی وضع۔ مظلومی کا اثر۔ رہائی۔ اُس کی مابقی زندگی کی نسبت اختلافات۔ روم کی آتش زدگی۔ مسیحیوں پر دولت روم کا پہلا ظلم۔ پولوس پھر گرفتار ہوا۔ اس کی اور پطرس حواری کی شہادت۔

عیسویت یورپ میں مصلوبیت مسیح کے ۲۹ سال بعد وہ ایشیا کے شہروں سے گزر کے یورپ کے سواحل پر اُترنے کیلئے یونان میں داخل ہوا۔ اور علاقہ مقدونیہ کے شہر **فلپی** فلپی میں تبلیغ دین مسیحی شروع کر دی۔ یہاں اسکی کوشش کا پہلا پھل ایک غریب عورت تھی جس نے اُسے اپنا مہمان بنایا۔ اسی اثنا میں ایک لڑکی جو کسی سر تیم جاننے والے جادوگر کی معمول تھی۔ اس پر ایمان لے آئی۔ اس کی وجہ سے پولوس کو مجسٹریٹ کے

اجلاس پر جانا پڑا۔ یونانی مجسٹریٹ کے حکم سے اُس کی برہنہ پیٹھ پر کوڑے پڑے۔ اور وہ قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ خوش نصیبی سے اسی دن زلزلہ آیا۔ قید خانہ کی دیواریں گر گئیں

پولوس کی کرامت اور پولوس جاگ چکا تھا کہ داروغہ مجلس نے اپنے اوپر الزام آنے کے خوف سے خودکشی کا ارادہ کیا۔ ناگہان آواز آئی "اپنے کو نقصان نہ پہونچا ہم موجود ہیں" یہ آواز خود پولوس کی تھی صورت دیکھتے ہی داروغہ قدموں پر گر کے ایمان لایا۔ اور پولوس کو اپنے گھر لے گیا اُس کے زخم دھوئے اور کھانا کھلایا۔ یہ واقعہ سُن کے حاکم نے بھی اُس سے معافی مانگی کئی صاحب اثر لوگ اور چند غریب آدمی عیسائی ہو گئے۔ اور فلپی میں ایک عیسائی کلیسیا قائم ہو گیا۔

ایتھنز فلپی میں اپنے مذہب کی بنیاد قائم کر کے وہ ایتھنز یعنی یونان کے دارالسلطنت میں جا پہونچا۔ یہاں قدیم فلسفہ کا اور اس کے ساتھ بت پرستی کا بڑا زور تھا۔ پولوس نے یہاں بڑی بڑی فصیح و بلیغ تقریریں کیں۔ اور گو کہ ہر جگہ اس پر قہقہے اڑتے تھے۔ اور لوگ اسے جاہل نادان خیال کرتے تھے۔ مگر اس نے اپنے فرض کو کسی طرح نہ چھوڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض غریب لوگ یہاں بھی اُس کے عقائد کو تسلیم کرنے لگے۔

یورپ میں داخل ہونے کو ابھی ایک سال نہیں ہوا تھا کہ ۱۹ سنہ قبل محمد (سنہ ۵۲ع) میں وہ ایتھنز

قرنطش سے روانہ ہو کے قرنطش (کارنتھیہ) میں پہونچا۔ یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنے اغراض میں زیادہ کامیابی ہوئی۔ اور بہت سے غریبوں کے سوا دو ایک معزز رئیس بھی دین عیسوی میں شامل ہو گئے۔ ڈیڑھ برس تک وہ یہیں ٹھہرا رہا۔ اور انہیں مختصر مدت میں بہت سے لوگوں کو اپنا ہم عقیدہ بنا کے یہاں بھی ایک کلیسیا قائم کر دیا۔ع

پولوس کی کامیابی کے اسباب پولوس کو جو جلدی اور امید سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ اس کے کئی سبب تھے۔ اول تو یونان ایسا ملک تھا جہاں فلسفہ کو روحانیات کی بحث اور بڑی تحقیقات کے بعد بھی انسانی اخلاق کے درست کرنے میں ناکامی ہو چکی تھی۔ ہر شخص کے ذہن میں جمی ہوئی تھی کہ انسانی خیالات چاہے کتنے ہی اعلیٰ درجے پر پہونچ جائیں نوع انسان کو عمدہ اخلاق کا پابند نہیں بنا سکتے۔ ایک رسم کے طریقے سے بت پرستی علم مذہب تھا جہاں

ع ۱۵ اعمال حواریین۔

تھی۔ مگر عقلا کے خیالات اس کی طرف سے بے پروا ہوتے جاتے تھے۔ یہ خیالات ہر شخص کے دل مین کھٹک رہے تھے کہ جن دیوتاؤن اور دیویون کی پرستش کیجاتی ہے اُن مین سے ایک بھی نہین ہے جس کے دامن پر بدکاری کے بڑے بڑے شرمناک دھبے نہ موجود ہون۔ دوسرا سبب اُس کی کامیابیون کا یہ تھا کہ یہودی یونان کی تمام ساحلی شہرون مین آباد تھے۔ اور اُن کے اختلاط سے یونانی عورتون پر عموماً ایک خدا کے پوجنے کا اثر پڑ گیا تھا۔ وہ اس نئے دین کو پسند کرتی تھین۔ اور پولوس کی صورت مین جب ایک یہودی شخص ہی نے اُنھین اپنے دین کی طرف بلانا شروع کیا تو وہ بے تکلف اُسکی معتقد اور دین مسیحی کی پابند ہونے لگین[عہ] اور سب سے زیادہ کامیاب کرانے والی یہ بات تھی کہ پولوس جس دین کی طرف بلاتا تھا اس مین نہ تو کسی بات کی روک تھی اور نہ کسی نئے اخلاق کی تاکید۔ صرف خیالات بدل دینے کا نام عیسائی بنانا تھا۔ جن اسرائیلی قیدون اور معاشرتی امور کو حضرت مسیح اور آپ کے صحبت یافتہ حوارین نے اپنے لیے ضروری خیال کیا تھا اُن سب سے پولوس کو کوئی علاقہ نہ تھا وہ کہتا تھا کہ جو چاہو کرو مگر فقط اتنا سمجھ لو کہ خدا ایک ہے۔ اور مسیح اپنے دعوون مین سچے تھے۔ اور سب باتین دور کنار بعض حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ پولوس زناکاری کے مدد کرنے مین بھی چندان اہتمام نہ کرتا تھا۔ چنانچہ یہی الزام کارنتھ کے پہلے کلیسا پر قائم کیا گیا[سہ] اور ایسا ہی بعض اُن الزامات کے دیکھنے سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو بت پرستون نے اس دور کے عیسائیون کی جانب منسوب کیے تھے[للعہ]۔ بہرحال جب کسی قسم کے افعال کی روک

مسیحیت صرف خیالات وعقائد کا نام تھا

عہ تاریخ دین عیسوی مصنفہ مل مین اور عیسائی کلیسا کی تاریخ عہ۵ مل مین۔

سہ عیسائی کلیسا کی تاریخ۔

للعہ عیسائیون کی نسبت مشہور تھا کہ زناکاری مین مبتلا ہین۔ اور انسان کا گوشت کھاتے ہین۔ اس مین شک نہین کہ انسان کا گوشت کھانے کا الزام ان کے عشاء ربانی کی وجہ سے قائم کیا گیا۔ کیونکہ ابن آدم کا گوشت کھانے اور ابن آدم کا خون پینے کی اصطلاح مسیحون مین بہت مروج اور یہی اصل عبادت تھی۔ مگر زناکاری کا الزام کسی قدر اصلیت رکھتا معلوم ہوتا ہے۔

ٹوک نہ ہو اور انسان کو صرف اتنی ہی تکلیف دی جاے کہ فلان خیال کو دل و زبان سے مان لو تو کامیابی مین زیادہ دشواریان نہین پیش آتی ہین۔ جب کوئی نیا مذہب اپنی حقیت کو ظاہر کرنا شروع کرتا ہے۔ اُس وقت ایسے لوگ کثرت سے پیدا ہو جاتے ہین جو دل و زبان سے تو اُس کو تسلیم کر لیتے ہین مگر عملی طور پر اپنے عزیزون اور اپنی قوم سے تعلقات معاشرت کو نہین چھوڑ سکتے۔ اس قسم کے لوگون مین پولوس کی مسیحیت سے زیادہ

مذہب عیسوی کی سہولت کامیاب ہونے والا کوئی مذہب نہین ہو سکتا۔ عیسائیت کی اسی دلفریب آسانی و دلکشی کے مقابلے مین بعض موقعون پر اسلام کو بھی ناکامی حاصل ہو گئی ہے[۵] علاوہ اِن آسانیون کے ایک یہ بات بھی تھی کہ پولوس جس شان سے لوگون کو اپنے دین کی طرف بلا رہا تھا۔ اُس سے زیادہ موثر اور موافق کرنے والی کوئی

پولوس کی بے نفسی وضع ہو سکتی ہی نہین۔ وہ بہت ہی غریب آدمی اور روپیہ پیسہ کی طرف سے بالکل بے پروا تھا۔ وہ خیمہ دوزی کر کے اپنی روٹی پیدا کرتا۔ بالون کے بنے ہوے خیمے تیار کر کر کے اپنا پیٹ پالتا۔ اور اسی کے ساتھ سڑکون اور شاہراہون پر کھڑے ہو کے تبلیغ دین کی صدا بلند کرتا۔ اس کی آواز اور صورت دونون تصدیق کرتی تھین کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اُس مین نہ کسی قسم کی خود غرضی ہے اور نہ کوئی طمع۔ قرنطش مین اُس کے زیادہ رہنے کا بھی غالباً یہی سبب ہوا کہ جس کارخانے دار کے کارخانے مین وہ خیمے بناتا تھا وہ بھی اس کا معتقد ہو گیا۔ اور اُسے چند روز تک بے خرخشہ اطمینان کے ساتھ دعوت دین کرنے کا موقع مل گیا۔

دیگر جزائر یونان ڈیڑھ سال کے بعد قرنطش چھوڑ کے پولوس یونان کے مختلف چھوٹے

عہ۵ ایوان اول شہنشاہی خاندان روس کے مورث اعلیٰ نے جب بت پرستی چھوڑ کے کوئی مہذب دین اختیار کرنا چاہا اُس وقت یہودیون مسلمانون اور عیسائیون کے دونون چرچ یعنی کلیسائے یونان و کلیسائے روم کے وکلا اُسکے دربار مین پہونچے۔ یہودی تو اپنی کمزوری اور کسی جگہ حکومت نہ رکھنے کی وجہ سے ناکام ہوے۔ مسلمانون اور عیسائیون میں سے اُس نے دین اسلام ہی کو پسند کیا تھا مگر کہا یہ اور سری قوم شراب کو نہین چھوڑ سکتی اور چونکہ مسلمانون نے اسکی اجازت نہ دی لہذا ان کا شن بھی ناکام ہوا۔ کلیسائے یونان نے شراب کی پوری آزادی دی اور اپنے حریف کلیسائے روم پر اس وجہ سے کامیاب ہوا کہ قسطنطنیہ کے عیسائی شہنشاہ کی حسین نازنین اور زاہد غریب بیٹی ایولنا کے محل مین پہونچا دی گئی (دیکھو گبن اور گیبل کی تاریخ جنگ روم وغیرہ)

چھوٹے جزائر مین آتا جاتا رہا۔ جہان مسیحیت کا قدم جمنا شروع ہو گیا تھا اتنے دنون تک مختلف شہرون مین پھرنے کے بعد وہ ارض شام مین واپس آ کے بیت المقدس مین گیا۔ اور چند ہی روز ٹھہر کے سنہ ۵۱۸ قبل محمد (سنہ ۵۴ع) مین دوسرا مذہبی سفر شروع کر دیا۔ پہلے ایشیاے کوچک کے

شہر افسوس مین

شہر افسوس مین پہونچا۔ یہان بت پرستی کے مقابلے مین اُسے بڑی بڑی دشواریان پیش آئین۔ بت فروشون نے اُس کے خلاف ایک بڑا بھاری طوفان بپا کر دیا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ عجیب عجیب قسم کی کرامتین دکھا کے اُس نے ان لوگون کے ہاتھ سے نجات حاصل کی۔ کامل تین سال تک شہر افسوس مین ٹھہر کے اُس نے پھر علاقہ مقدونیہ کی راہ لی اور سنہ ۵۱۴ قبل محمدؐ مین وہان اپنی صدا سے دین بلند کرنے لگا۔ تھوڑی مدت مین قرنطس وغیرہ کا چکر لگا کے اُس نے پھر بیت المقدس کی راہ لی۔ اور سنہ ۵۱۳ قبل محمدؐ مین یہودیون کے قدیم مقدس شہر اور حضرت مسیح کے وطن مالوف مین پھر وارد ہوا[ع۵۵]

پولوس پھر یروشلیم مین

اب کی وہ بیت المقدس مین پانچوین بار آیا تھا۔ اور ارض یہودا کے عیسائی چونکہ نہایت ہی تباہی زدہ اور قحط مین مبتلا تھے۔ اس لیے علاقہ یونان و قرنطس وغیرہ کے عیسائیون سے یہان والون کے لیے بہت کچھ چندہ بھی وصول کر لایا تھا۔ مگر اُسکی یہ ساری ہمدردی بے سود ہوئی۔ اس لیے کہ یہودی نژاد عیسائی اب پہلے سے زیادہ رومی اور غیر مختون عیسائیون کے دشمن تھے۔ پولوس نے یہ رنگ دیکھ کے حتی الامکان اسرائیلی بھائیون کے رسوم کی پابندی کی۔ اُن کی مروجہ رسوم و آداب کا پورا لحاظ رکھا۔ اور کوئی ایسی بات نہین کی جو اُن کے مذاق و عقائد کے خلاف ہو مگر اس کا کیا علاج تھا کہ یہودی اُس کے دشمن تھے جن سے یونان و ایشیا کے ہر شہر مین اُس نے مخالفت کی تھی اور اُن کے ہم قوم اسرائیلی نژاد عیسائی بھی اس سے کچھ زیادہ ہمدردی نہ رکھتے تھے۔ ایک دن بعض دوستون کے ساتھ پورے آداب و حفظ مراتب کے ساتھ مسجد اقصیٰ مین نذر چڑھانے کو گیا۔ جیسے ہی حرم مین قدم بڑھایا بعض یہودیون کا جو ایشیاے کوچک کے شہر افسوس مین اُسے دیکھ چکے تھے سامنا ہو گیا

ع۵۵ اسٹوڈنٹس نیو ٹسٹمنٹ ہسٹری مصنفہ فلپ اسمتھ۔

وہ لوگ تقریباً دو چار ہوتے ہی پہچان گئے۔ اور غل مچایا کہ "یہ شخص غیر مختونون کو بنی اسرائیل کے مقدس
اس کی مصیبت | حرم مین داخل کرتا جاتا ہے۔ اور اسوقت بھی ایک غیر مختون یونانی کو حرم کے اندر لاکے
حرم محترم کو ناپاک کر رہا ہے"۔ اور واقعی طروفیموس نام ایک یونانی مسیحی اس وقت اس کے ہمراہ
تھا۔ جسے وہ لوگ شہر افسوس مین دیکھ چکے تھے اور جانتے تھے کہ یونانی الاصل اور غیر
مختون ہے۔ ان لوگون کا غل مچانا تھا کہ اس کے خلاف ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ لوگ ہر طرف
گرفتاری | سے جھپٹ پڑے۔ اور اسے خوب پیٹا۔ اس موقع پر اسرائیلیون نے اسکی زندگی کا چراغ گل
کر دیا ہوتا۔ مگر رومی پولیس نے فوراً دست اندازی کی۔ اور پولوس کو زنجیرون مین جکڑ کے
رومی حاکم کے سامنے لے گئے اور قلعۂ انطونیا مین لے جا کے رکھا۔ مگر گرفتار کرنے کے بعد جب
والی نے یہ سنا کہ وہ رومی زبان جانتا ہے۔ اور شہر طرطوس کا باشندہ ہے تو نرمی سے
پیش آیا۔ اور اُسے اجازت دیدی کہ مسجد اقصیٰ کی سیڑھیون پر کھڑے ہو کے وعظ کہے۔ اس
زمانے کے رومی قانون کی رو سے ارض مقدس مین رومیون۔ یونانیون۔ اور قلمرو روم کے
دوسرے متوطنون کو یہودیون سے زیادہ حقوق حاصل تھے۔ اور انھین ہر امر مین زیادہ آزادی
حاصل تھی۔ رومی حاکم کی اجازت سے پولوس نے مسجد اقصیٰ کی سیڑھیون پر وعظ کہنا شروع کیا
تو یہودیون نے پھر یورش کی۔ اور جیسے ہی اس نے عبرانی زبان مین تقریر شروع کی لوگ
پھر چارون طرف سے دوڑ پڑے۔ حاکم نے جو سب لوگون کو اس کے قتل پر آمادہ
وہ مرتے مرتے بچا | دیکھا تو پھر اُسے اپنی حراست مین قلعے کے اندر بلوا لیا۔ اور چونکہ زبان
عبرانی نہ جانتا تھا اس وجہ سے یہ خیال کر کے کہ پولوس نے یہودیون کو کچھ سخت و سست
کہا ہے اس کی نسبت سزاے تازیانہ کا حکم دے دیا۔ مگر پولوس نے رومی زبان مین یہ کہہ کے
کہ "مین آزاد باشندۂ طرطوس ہون" اپنے آپ کو اس ذلیل سزا سے بچا لیا۔

مگر پولوس کی یہ اسیری غضب کی تھی۔ پانچ سال تک پابہ زنجیر رہا۔ اور بار بار ایسے اتفاقات
پیش آئے کہ اُسے زندگی سے یاس ہو گئی۔ گرفتار ہوتے ہی پہلے یہود کی مجلس صنہادریت کے سامنے

عہ نیو ٹسٹمنٹ ہسٹری۔ مصنفہ فلپ اسمتھ عہ مسیحی کلیسا کی تاریخ۔
عہ تاریخ یہود مصنفہ مل مین۔

پیش کیا گیا۔ اس لیے کہ اس کے جرم کو خاص یہود کے مذہب سے تعلق تھا۔ اس مجلس کے حکم سے وہ یقیناً قتل ہو جاتا۔ مگر پولوس نے یہ دعوی کر کے کہ میں ایک فریسی ہوں فریسیوں کو اپنے موافق بنا لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صدوقیوں اور فریسیوں میں اس کے قتل کی بابت اختلاف ہوا۔ اور غالباً اسی اختلاف کے بدولت رومیوں کو اُس کی جان بچانے کا موقع مل گیا۔ مجلس صنہادرین کے ہاتھ سے بچ کے جب پولوس نکل گیا تو کچھ اوپر چالیس یہودیوں نے قسم کھائی کہ جب تک یہ دشمن یہودیہ قتل ہوگا کھانا نہ کھائیں گے۔ اور جا کے مقتدائے یہود سے درخواست کی کہ جس طرح بنے پولوس کو رومی افسروں سے مانگ کے پھر اپنے سامنے لاؤ اور قتل کی سزا دو۔ یہاں یہ سامان ہو رہا تھا کہ پولوس کے بھانجے کو جو یہودیوں میں ملا ہوا تھا۔ اس کارروائی کی خبر ہو گئی۔ وہ سیدھا قلعے میں گیا۔ ماموں کے دیکھنے کی اجازت حاصل کی۔ اور پھر اسی کے اشارے سے یہود کی اس قسم کا واقعہ رومیوں کے سردار کے گوش زد کر دیا۔ اس نے نوجوان مخبر کو تو حکم دیا کہ اس راز کو اور کسی سے نہ بیان کرنا۔ اور خود اسی وقت رات کو یہ اہتمام کر دیا کہ رومی افسروں کے سپاہیوں کے ایک زبردست دستہ کے ساتھ پولوس کو راتوں رات قیسار یہ میں پہونچا دیا۔ اور یہود کا ہاتھ مل کے رہ گئے۔ قیساریہ میں بھی ایک مدت تک وہ قید خانے میں رہا۔ اور سبب یہ تھا کہ ارض یہودا کا یہ وکیوریٹر (کلکٹر) اپنے ذاتی اغراض یا کسی طمع کی وجہ سے اور بعض مورخین[عہ] کا بیان ہے کہ اپنی یہودیہ بی بی دروسلا کے اصرار سے یہودیوں کو خوش کرنا اور راضی رکھنا چاہتا تھا۔ پولوس اسی دوران اسیر رہا کہ رومی کلکٹر بدل گیا مگر بدنصیبی سے جو دوسرا کلکٹر آیا وہ بھی کچھ مہربان نہ تھا۔ اس نے بڑی سرد مہری سے یہ تجویز کی کہ پولوس پھر بیت المقدس میں بھیج کے مجلس صنہادرین کے حوالے کر دیا جائے۔ پولوس کو جب یہ حال معلوم ہوا تو زندگی سے بالکل یاس ہو گئی۔ اور

حاشیہ: مجلس صنہادرین — پولوس قیساریہ میں — قیساریہ میں اس کی حالت — یہودی قتل پر آمادہ ہیں

عہ لیوشمنٹ ہسٹری مصنفہ فلپ اسمتھ۔

عہ فلپ اسمتھ۔

قیصر روم کی دوہائی قضا کا فیصلہ رد کرنے کے لیے اس نے آخری کوشش یہ کی کہ قیصر روم کی دوہائی دی۔ رومی قوانین کی رو سے اگر کوئی رومی شخص خاص قیصر کی دوہائی دیدیتا تو پھر کسی کی مجال نہ تھی کہ اُسے سزا دے سکے۔ بلکہ اگر کوئی حاکم سزا دینے کی جرأت کر بیٹھتا تو خود مجرم قرار پاجاتا۔ خصوصاً ان دنوں جبکہ نیرو قیصر روم تھا۔ جو نہایت ہی سخت خیال کیا جاتا۔ الغرض اس طرح پولوس نے دشمن رومی کلکٹر اور خون کے پیاسے اراکین مجلس صنہادرین کے ہاتھ سے جان چھڑا کے اپنی قسمت قیصر روم کے ہاتھ میں دے دی۔ اتفاقاً اسی زمانے میں ہیرودِ اعظم کا پوتا اگرپا اور اسکی

پولوس اگرپا کے سامنے حسین بہن برنیقہ وارد قیساریہ ہوئے۔ اگرپا نے رومی کلکٹر سے پولوس کا پورا واقعہ سُن کے اس کے دیکھنے کی خواہش کی۔ پولوس زنجیروں میں جکڑا ہوا اُنکے سامنے لایا گیا۔ اور سامنا ہوتے ہی اُسے بھی دین عیسوی کیطرف بلانے لگا۔ اس تبلیغ کا تو کیا اثر ہوتا مگر اگرپا نے اس گرفتار رنج و محن کی

اگرپا ترس کھاتا ہے بیکسی پر ترس کھا کے فیصلہ کر دیا کہ یہ شخص بالکل بے قصور گرفتار کیا گیا ہے۔ لیکن اب جس طرح اس کو سزا نہیں دی جا سکتی تھی اسی طرح یہ بھی غیر ممکن تھا کہ چھوڑ دیا جائے۔ اس لیے کہ قیصر روم کے دربار میں بھیجا جانا ضروری اور لازمی تھا

پولوس پابزنجیر روم کو جاتا ہے الغرض سنہ ۵۱۰ قبل محمد (سنہ ۶۰ع) میں وہ جہاز پہ سوار کرا کے دار السلطنت ملک روم کی طرف روانہ کیا گیا۔ راستے میں طوفان آیا۔ بڑی بڑی تباہیوں سے سابقہ پڑا۔ جن کے حالات سے کلیسائی تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ آخر ایک سال کی مصیبتوں کے بعد پولوس اپنے رومی محافظوں کے ساتھ ایطالیہ کے ساحل پہ اترا۔ غالباً اسی کی کوششوں کی برکت سے دین عیسوی کے حامی یہاں اس سے پہلے پہونچ چکے تھے۔ اگرچہ وہ لوگ غریب

روم کے مسیحیوں کا جوش ہمدردی اور کم حیثیت تھے۔ مگر اس کے آنے کی خبر سنتے ہی استقبال کو تیار ہوگئے۔ پولوس نے ان کی صورت دیکھتے ہی پند و نصائح کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اگرچہ ایک پابزنجیر قیدی تھا مگر فرائض دینی سے غافل نہ ہوا۔ اور گرد و پیش جو ملتا اسے دین

عہ عیسائی کلیسا کی تاریخ

گرفتاری اور تبلیغ دین

عیسوی کی طرف بلاتا۔ یورپ کے لوگوں کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ خود پرستی و فضول شان و شوکت کا الزام شاہنشاہان ایشیا ہی کو دیا کرتے ہیں۔ مگر اس موقع پر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ پولوس دو سال تک روم میں پڑا رہا اور نیرو کے دربار تک رسائی نہ ہوئی۔ مگر اس کے سچے جوش دل نے دربار قیصری سے اس بات کی اجازت البتہ دلوا دی کہ پہرے اور حراست کے رومی سپاہی کو ساتھ

روم میں اس کی تبلیغ دین کی وضع

لے کے جہاں چاہے جائے اور اپنے دین کی تبلیغ کرے۔ وہ ہر وقت زنجیروں میں جکڑا رہتا تھا۔ فقط کھانا کھانے کے وقت ہاتھ پاؤں کھول دیے جاتے۔ باقی ہر حالت میں وہ طوق و سلاسل پہنے ہی نظر آتا۔ اسی وضع سے اپنے حراست کرنیوالوں کے ہمراہ وہ یہودیوں کے معبد میں جاتا۔ اور سڑکوں پر کھڑے ہو کے دین مسیحی کی دعوت کرتا۔ اپنی سرگزشت اور مصیبت ایک ایک کے سامنے بیان کرتا۔ اور سب کو خدا پرستی کی طرف بلاتا۔ روم میں اُس نے ایک مکان کرایے پر لے رکھا تھا۔ جس میں وہ اور اُس کی حراست کرنیوالا سپاہی دونوں رہتے۔ اور روزانہ اِدھر اُدھر جا کے دین کی اشاعت کرتے۔ وہ فقط زنجیروں ہی میں نہیں جکڑا ہوتا بلکہ وعظ کہتے وقت رومی سپاہی اس کا

مظلومی کا اثر

بازو بھی پکڑے رہتا۔ پولوس کے وعظ و تبلیغ کی یہ شان نہایت ہی موثر تھی شاید ایسا پراثر طریقہ اشاعت دین اور کسی حال میں اسے ہرگز نہ نصیب ہو سکتا۔ مگر خود یہودیوں کی دشمنی اور رومی شہنشاہ کی بے پروائی نے اپنے مظالم کے نمونے دکھانے کے ساتھ اس مظلوم کی زبان میں اثر اور اس کی وضع و صورت میں حد سے زیادہ جذب و کشش پیدا کر دی۔ جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ اس کا گرفتار ہو کے جانا بھی بیکار نہ گیا۔ زنجیریں پہنے ہی پہنے اس نے بہت سے اسرائیلیوں اور رومیوں کو مسیحی بنا لیا۔ اپنی اسی گرفتاری کے زمانے میں اس نے مختلف لوگوں اور گروہوں کے نام ہدایت اور تبلیغ کے خطوط بھیجے اور اس کی نہ تھکنے والی کوشش نے یہ عجیب معجزنما نتیجہ دکھایا کہ خود شاہی خاندان روم کے کئی معزز رئیس اُس کے معتقد و پیرو ہو گئے۔ آخر دو سال کی اسیری و گرفتاری کے بعد نیرو

عہ عیسائی کلیسا کی تاریخ۔

اُس کا مقدمہ سُنا۔ خاص شہنشاہی دربار مین حاضر ہوکے اُس نے جوابدہی کی۔

رہائی خوش قسمتی سے مقدمہ اس کے موافق فیصل ہوا۔ اور آزادی دیدی گئی

اس کی باقی زندگی کی نسبت اختلافات اس اسیری کے بعد پولوس کی زندگی مین بڑا اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہین کہ اسی اسیری کے بعد وہ بت پرستون کے ہاتھ سے شہید ہوگیا۔ بعض کا خیال ہے کہ نیرو نے اُسے رہائی دی۔ قید سے چھوٹتے ہی وہ پھر ارض یہودا مین چلا گیا۔ انطاکیہ کا سفر کیا پھر اپنے قائم کیے ہوے ان کلیساؤن مین گیا جو افسوس وغیرہ مین تھے۔ افسوس سے ایک بار جزیرۂ کریٹ مین اور پھر دوبارہ مقدونیہ مین گیا۔ بعد ازان پھر افسوس مین آیا۔ اور وہان سے گرفتار کرکے پھر دارالسلطنت روم بھیج دیا گیا۔ عہ

روم کی آتش زدگی ۵۰۶ قبل محمدؐ (سنہ ۶۴ع) مین قیصر نیرو نے بے پروائی یا کسی خاص جاہلانہ جوش مین آکے اپنے دارالسلطنت رومۃ الکبری مین خود ہی آگ لگادی تھی۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ رومی رعایا مین ناراضی بڑھتی جاتی ہے اور عام لوگ اس کی حکومت کے خلاف ہوتے جاتے ہین تو کوشش کی کہ آتش زنی کا الزام عیسائیون کے سر پر رکھ دیے جو عموماً غریب تھے اور زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ خود ہی ڈھونڈھ کے چند ایسے بدمعاش گواہ پیدا کر دیے۔ جنھون نے علانیہ شہادت دی کہ شہر مین عیسائیون نے آگ لگائی تھی۔ ان جعلی شہادتون کی بنا پر مسیحیون کا ایک بڑا گروہ مجرم قرار دے دیا گیا۔ وہ لوگ نہایت بے رحمی کے ساتھ اور طرح طرح کے مضحکانہ اذیت رسانیون سے مارے گئے۔ کوئی جنگلی جانورون کی کھالین پہنا کے کتون سے نچوایا گیا۔ کوئی مصلوب کیا گیا۔ بعضون کے پیرہنون مین رال وغیرہ کی قسم کا جلانے والا مسالہ لگایا گیا اور جب رات ہوئی تو وہ مشعلون کی طرح جلائے گئے یا آتش بازی کی طرح چھوڑے گئے۔

مسیحیون پر دولت روم کا پہلا ظلم آج دفعۃً نیرو نے یہ قانون بھی سارے قلمرو مین جاری کر دیا تھا کہ جو کوئی دین عیسوی اختیار کرے واجب القتل ہے۔ عہ

پولوس پھر گرفتار ہوا انھین فتنون اور مظالم کے دنون مین پولوس کو بھی گرفتار کرکے پھر روم مین بھیجا گیا

عہ اسٹوڈنٹس نیو ٹسٹمنٹ ہسٹری مصنفہ فلپ اسمتھ

عہ عیسائی کلیسا کی تاریخ

جہاں ۶۲؁ء قبل محمدؐ (۵۶۰؁ء) میں اس کا سر کاٹا گیا۔ اور اسی سال پطرس حواری بھی جو حضرت مسیح کے بعد سارے مسیحیوں میں سب سے زیادہ رتبہ رکھتا تھا اور ختنہ کرنیوالے عیسائیوں کا مقتدا و سرغنا سمجھا جاتا تھا مختلف بلاد مغرب میں تبلیغ دین کرتا ہوا اتفاقاً روۃ الکبریٰ میں پہونچا اور پہونچتے ہی رومیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

اس کی اور پطرس حواری کی شہادت

باب یازدہم

حقیقی اور غیر حقیقی مسیحیت میں امتیاز

مسیحیوں کے پہلے مقتدا بیت المقدس کی حالت۔ عیسائی بیت المقدس سے چلے گئے۔ اُن کے عقائد۔ ہیڈرین قیصر۔ پلا والے عیسائیوں کی پالیسی۔ اُن کا یونانی الاصل مقتدا۔ اس کی مقتدائی کا اثر۔ کیتھولک چرچ کی ابتدا۔ یونانی مقتدا کے مخالف ناصری۔ باہمی تعصب و اختلاف۔ ناصریین کو ابیونی لقب دیا گیا۔ ابیونی اور ناصری ایک ہی فرقہ تھا۔ ناصریین کی انجیل اُن کے عقائد۔ ان کی تاریخ اسلام کی حقیت۔ نصرانیت کا تغیر و تبدل۔ شریعت عیسوی کے پیرو کون لوگ تھے؟ ولادت مسیح کے متعلق ناصرین کا عقیدہ۔ وہ مسیح کو نبی مرسل مانتے تھے۔ الوہیت مسیح کی تغلیط۔ ناصریین فرق مبتدعہ میں نہ تھے۔

مسیحیوں کے پہلے مقتدا

مندرجۂ بالا کوششوں اور جانبازیوں سے جو کلیسا دار السلطنت روم میں قائم ہوا اس کے پہلے مقتدا پولوس اور پطرس دونوں تھے۔ گریہ فقط کیتھولک عیسائیوں کا اعتقاد ہے۔ پراٹسٹنٹ جنھوں نے پولوس کی تعظیم و تکریم میں اور آنکھیں بند کر کے اس کی تقلید کرنے میں یہاں تک کوشش کی ہے کہ مسائل شرعیہ میں اس کے سامنے حضرت مسیح کا بھی پاس و لحاظ نہیں کرتے اس امر سے انکار کرتے ہیں۔ اور پطرس کو رومی کلیسا کا سردار نہیں مانتے۔ لیکن یہ غالباً صحیح ہے کہ مسیحیت کے دور اولین کے یہ دونوں بہادر

عہ اسٹوڈنٹس نیو ٹسٹمنٹ ہسٹری مصنفہ فلپ اسمتھ۔ عہ عیسائی کلیسائی کی تاریخ۔

دوسرے فرد شش مقتدا رومۃ الکبریٰ میں نیرو کے ظلم سے ایک ہی سال میں شہید ہوئے۔[عہ۵]

بیت المقدس کی حالت

ادھر روما اور تمام صوبجات یونان و روم میں نیرو کا ظالمانہ قانون عیسائیوں کا قتل و قمع کر رہا تھا۔ اور ادھر اسی زمانے میں بیت المقدس اور خاص ہیکل ربانی پر بار بار تباہی کے آثار چھائے ہوئے تھے یونانیوں اور یہودیوں کے باہمی اختلاف نے بنی اسرائیل کو ہر جگہ لوٹنا مارنا شروع کر دیا تھا۔ اور وہ زمانہ سر پر آگیا تھا جس کی مفصل حالت ہم اس سے پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ بیت المقدس کے

عیسائی بیت المقدس سے چلے گئے

عیسائیوں نے جب دیکھا کہ پطرس جان سے مار ڈالا گیا۔ ارض مقدس کی یہ حالت ہے کہ رومی فوجیں خاص خانہ خدا کے گرد اترنے کو ہیں۔ اور مسجد اقصیٰ کے انہدام کا وہ زمانہ سر پر آپہونچا جس کی پیشین گوئی خود حضرت مسیح نے کی تھی۔ تو وہ دل میں ڈرے اور حضرت سلیمان کے قدیم شہر کو چھوڑ کے سنہ ۵۰۰ قبل محمدؐ (سنہ ۶۶ء) میں وادی یردن کے اس پار ایک چھوٹے قصبے پلا میں چلے گئے۔ اور وہیں ٹھہر کے انھوں نے بیت المقدس اور اس کے ساتھ ساری ارض یہودا اور نسل اسرائیل کی تباہی و بربادی کا تماشا دیکھا۔

یہ لوگ پولوس کے معتقد نہ تھے بلکہ اسی اصلی اور پہلی عیسویت کے معزز ممبر تھے جو حضرت مسیح

ان کے عقائد

کی سچی تعلیمات کے مطابق تھی خانہ خدا کے انہدام پر ان کا دل بھی اسی طرح دکھا جس طرح یہودیوں کا دکھا تھا۔ اور جس طرح خود حضرت مسیح کا دکھتا۔ حضرت مسیح نے جن درد کے الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی اسی درد سے انھوں نے اس کو سنا اور اسی درد سے اس کے ظہور کو بھی دیکھا۔ وہ اُن تمام احکام توراۃ کے پابند تھے جن کو حضرت عیسیٰ نے بصراحت منسوخ نہیں فرمایا تھا۔ وہ ختنہ کرتے تھے۔ لحم خنزیر اور منخنقہ سے پرہیز کرتے تھے۔ بتوں پر چڑھائی ہوئی چیزوں اور مشرکوں کے ذبیحہ کو حرام سمجھتے تھے اور سبت کے ساتھ یہ بھی تھا کہ حرم الٰہی کو اپنا قبلہ تصور کرتے تھے۔ جس کی زیارت حضرت مسیح نے بھی باوجود انتہا سے زیادہ مخالف ہونے کے بھی نہ چھوڑی تھی۔ بیت المقدس کے تباہ ہو جانے کے بعد بھی وہ دینی اور دلی جوش سے اس کا

عہ۵ اسٹوڈنٹس نیو ٹسٹمنٹ ہسٹری مصنفہ قسیس اسمتھ۔

انتظار کرتے رہے جب خانۂ خدا کے کھنڈروں پر سے بت پرستوں کا پہرہ اُٹھے گا اور موحد خدا پرست اس کی زیارت کا شرف حاصل کریں گے۔

یہ مسیحی مدت تک قصبۂ پلا میں بالکل گمنامی کی زندگی بسر کرتے رہے۔

ہیڈرین قیصر

اور یہاں تک کہ قیصر روم ہیڈرین کا زمانہ شروع ہوا جو ۵۴۰ قبل محمدؐ سے ۴۹۲ قبل محمدؐ تک (سنہ ۱۱۷ء سے ۱۳۸ء) قیصر روم تھا۔ اس قیصر کے حکم سے ۴۸۷ قبل محمدؐ میں یہودیوں کی ایک تازہ بغاوت کی وجہ سے یہ سبب ہے بڑا ظلم ہوا کہ کوہ صیہون پر یعنی قدیم بیت المقدس کی جگہ پر رومیوں اور یونانیوں کی ایک نوآبادی قائم ہوئی جس کا نام ایلیا کیپی ٹولینا رکھا گیا۔ اور خاص خانۂ خدا کے کھنڈروں پر جیوپٹر کا مندر بنا۔ ہیڈرین کو مسیحیوں کے ساتھ بھی کوئی خاص ہمدردی نہ تھی۔ بلکہ اُن کو بھی یہودیوں ہی کا ایک فرقہ تصور کر کے وہ سلطنت کا مجرم جانتا تھا۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جس جگہ لوگوں کو حضرت عیسیٰ کے دفن ہونے کا خیال تھا اور جس قطعۂ زمین کو عیسائی نہایت ہی مقدس جگہ جانتے تھے وہاں بھی محض اُن کے ستانے کے لیے ہیڈرین نے یونان کی حسن و جمال کی دیوی وینس کا بت خانہ تعمیر کر دیا۔[۵۵]

پلا والے عیسائیوں کی پالیسی

آخر کار پلا کے عیسائیوں کو جو ناصرین کے لقب سے مشہور تھے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنے آپ کو دولت روم کی نظر میں بیگناہ ثابت کریں۔ یہ غریب اول تو بے خطا و بے قصور یہودیوں کے ساتھ اسی طرح پسے جاتے تھے جس طرح آٹے کے ساتھ گھن پستا ہے پھر اُس کے ساتھ دوسری مصیبت یہ تھی کہ یہودی بھی اُن کو اپنا دشمن سمجھتے۔ اور ہر بلا اور ہر آفت کو انھیں کی نحوست کا وبالی تصور کرتے۔ ان مصیبتوں کے ساتھ سب سے بڑی آفت یہ تھی کہ غربت و افلاس میں مبتلا تھے اور اس عام قحط کو کسی طرح نہ برداشت کر سکتے تھے۔ جو رومی فوجوں اور ملکی پیچیدگیوں کی وجہ سے ملک پر چھا گیا تھا۔ اور مدت تک مسلسل جاری رہا۔ یہ قحط سازی

[۵۵] گبن۔ دعیسائی کلیسا کی تاریخ عنہ گبن۔

ارض یہودا کو تباہ کیے ڈالتا تھا۔ غرض ان مصیبتون سے بچنے کے لیے

ان کا یونانی الاصل مقتدا

انھون نے مجبورًا یہ ناگوار بات گوارا کی کہ مرقس نام ایک یونانی الاصل اور غیر اسرائیلی شخص کو اپنا بشپ یعنی مقتدا منتخب کرلیا۔ اس لیے کہ اس شخص کے ذریعہ سے انھین اپنے حکمرانون اور دولت قیاصرہ کی نظر مین سرخرو ہونے کی امید تھی۔ مگر اس انتخاب مین بھی بڑا اختلاف ہوا۔ اور ناصرین کی ایک جماعت کثیر نے مرقس کی مقتدائی کو کسی طرح نہ مانا۔ مگر جن لوگون نے تسلیم کرلیا تھا۔ اُن کو یہ دنیاوی فائدہ ضرور حاصل ہوا کہ اُنھین ہیڈرین کی نوآبادی یعنی بیت المقدس کے کھنڈرون مین آکے آباد ہونے کی اجازت مل گئی۔ اور جن لوگون نے اسے نہ مانا وہ بدستور پلا ہی مین پڑے رہے۔ اور عام اسرائیلیون کی طرح اُنھین بھی اِس مقدس شہر کے قریب آنے کی اجازت نہ تھی۔ وہ حسب سابق احکام توراۃ کو مانتے رہے۔ اور انبیاے سلف کے ہدایات اور حضرت مسیح کے اصلی تعلیمات کے پورے پورے پابند تھے۔

اس کی مقتدائی کا اثر

رومی بشپ کے ساتھ جو ناصری ایلیا مین آکے آباد ہوے تھے۔ انھون نے ایک نیا کلیسیا قائم کیا۔ جس پر روز بروز مرقس کے رومی خیالات کا اثر پڑتا جاتا تھا۔ اُس نے آہستہ آہستہ اپنے پیروؤن کے خیالات بدلنا شروع کیے۔ اور چند ہی روز مین بہت سے اسرائیلی رسوم اور موسوی اصول اُن سے چھڑا دیے۔ ان لوگون کے عقائد اور ادیان اختیار کرتے کرتے چند ہی روز مین پولوس کے پیروؤن سے جا ملے نہ ختنے کی ضرورت باقی رہی تھی۔ نہ ختنہ اور سور سے پرہیز رہا۔ اور یہی کلیسیا جو مرقس

کیتھولک چرچ کی ابتدا

کی مقتدائی مین خاص یروشلیم کے کھنڈرون کے اندر قائم ہوا تھا رومی یعنی کیتھولک مذہب کا پہلا نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ ابھی وہ بہت سی باتین عیسویت مین نہین پیدا ہوئی تھین جو بعد بڑھائی گئین۔ لیکن اس مین شک نہین کہ یہی پہلا نقش ہے جو مسیحیت کو انبیاے سلف کی پیروی اور حضرت مسیح کے اصلی تعلیمون سے ہٹا کے رومیون کے مذاق و عادات کی طرف لے چلا۔ اُس وقت تک اس فرقے مین پوپ کی حیثیت کا کوئی شخص نہ تھا۔ موجودہ اناجیل کو مقبولیت اور عام دستور العمل

بننے کی عزت نہیں حاصل ہوئی تھی۔ جناب مریم کا نام کسی خاص فضیلت کے ساتھ معتقدین اور عبادتوں میں نہیں لیا گیا تھا۔ اور نہ وہ تثلیث تھی جو آج دین کا سب سے پہلا اور سب سے اہم مسئلہ ہے۔ بیت المقدس کے اس چرچ نے چند روز کے بعد اپنے تئین اُس پوری مسیحیت کا مرکز بنا لیا جو پولوس وغیرہ کی کوشش سے انتہا حدود مغرب تک پھیل گئی تھی۔

یونانی معتقدا کے مخالف ناصری | پلاّ والے ناصری اگرچہ تنگ دستی و افلاس مین مبتلا تھے مگر اپنی حق پرستی کی وضع کو نہ چھوڑتے تھے۔ ان کا کلیسیا مدت تک دمشق اور دیگر اطراف شام مین قائم رہا۔ اور آخرالامر جب بیت المقدس والے مرقس کے مریدون یعنی رومی اصول کے عیسائیون کی قوت بڑھی۔ اور دولت مندی نے اُن کا اثر دُور دور پھیلا

باہمی تعصب و اختلاف | تو انھون نے اپنے گروہ مین یہ مذہبی مسئلہ پاس کر دیا کہ ناصریین سے ملنا جلنا اور راہ و رسم پیدا کرنا ناجائز ہے۔ اور وہ ایسے کافر ہین کہ نجات کا دروازہ اُن پر ہرگز نہین کھل سکتا۔ بس یہ وہ زمانہ ہے جب سے یہ دونون فرقے معاشرت اور سوسائٹی مین ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اب پلاّ والے اصلی ناصری ابیونی کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔ چونکہ یہ لوگ عمومًا محتاج و مفلس تھے۔ لہذا ان کے دشمنون نے تذلیل کرنے کے

ناصریین کو ابیونی لقب دیا گیا | لیے اُنھین اس لقب سے یاد کرنا شروع کیا۔ جس کے معنی عبرانی زبان مین مفلس و نادار کے ہین۔ بعض مورخین کلیسیا دعوے کرتے ہین کہ ابیونی مسیحیت

ابیونی اور ناصری ایک ہی فرقہ تھا | کا ایک اور مبتدع فرقہ تھا جو پلاّ والے ناصریین کے علاوہ تھا۔ مگر یہ دعوی بے اصل و بے بنیاد ہے۔ یہ خیال غالبًا اس ضرورت سے قائم کیا گیا کہ ابیونی فرقہ جس پر پولوس اور اس کے پیرؤون کی مسیحیت نے انتہا سے زیادہ ظلم کیا تھا اس قدیم ناصری فرقے سے جدا کر دیا جائے جو حضرت مسیح کی زندگی مین قائم ہو چکا تھا۔ اور جس کے ہم عقیدہ حضرت مسیح کے وہ حواری تھے جنھون نے آپ کی صحبت اور آپ آپ سے بلاواسطہ تعلیم پانے کی عزت حاصل کی تھی۔

ناصریین کی انجیل | کہا جاتا ہے کہ ناصری کسی عبرانی انجیل پر عمل کرتے تھے جو قیاسًا متی کی انجیل کی

عہ گبن۔ عہ اردو ترجمہ تاریخ کلیسیائے مسیحی مصنفہ ڈی کلن۔

تحریف تھی۔ اور یہ نہین خیال کیا جاتا کہ یہ فرقہ اس انجیل کی تصنیف سے بہت پیشتر سے موجود تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ ناصریون کے ہاتھ مین جو انجیل ہوگی وہی اصلی انجیل تھی۔ اس لیے کہ عیسائیون مین اگر کوئی سچا فرقہ تھا جو اپنے مقتدا کی تعلیمون پر بغیر کسی تصرف و آمیزش کے عمل کر رہا ہو وہ یہی فرقہ تھا۔ یہ لوگ ان تمام یہودی احکام شریعت اور موسوی رسوم و آداب کو واجب مانتے تھے جن کی تنسیخ حضرت مسیح سے نہین ثابت ہوئی ہے۔ لیکن ہان اس بات کے البتہ معتقد تھے کہ احکام توراۃ حضرت مسیح سے پیشتر فقط اسرائیلیون کے ساتھ مخصوص تھے۔ اور آپ کے بعد ساری دنیا اور تمام امتون کے لیے عام ہو گئے۔ پولوس کو وہ برا سمجھتے تھے۔ اس لیے کہ اس شخص نے دین عیسوی مین بت پرستون کے مذاق کے مطابق ترمیم کر دی۔ ان کے مندرجہ[عہ] ذیل عقائد صاف بتاتے ہین کہ اصلی مسیحیت کیا تھی۔

ان کے عقائد (ا) جناب عیسیٰ بے شک مسیحائے موعود۔ حضرت داؤد کے بیٹے۔ اور اعلیٰ شریعت لانے والے پیغمبر تھے۔ جو موسیٰ و داؤد کی طرح انسان تھے۔ اور یوسف و مریم سے معمولی طور پر پیدا ہوے تھے۔

(ب) ختنے اور تمام رسوم شریعت پر عمل کرنا کل انسانون کو نجات کے لیے ضروری ہے۔

(ج) پولوس منکر دین اور بدعتی تھا۔ اور اس کے خطوط اس قابل نہین کہ انجیل کا جزو بنائے جائین۔

(د) مسیح پھر جلدی آئین گے۔ اور بیت المقدس کو دار الخلافہ بنا کے اپنی جلالی ہزار سالہ سلطنت شروع کرین گے۔

یہ اصلی مسیحی فرقہ چوتھی صدی عیسوی[عہ] تک قائم رہا۔ اور اس کی داعی بعض اوقات

ان کی تاریخ دار السلطنت روم تک پہونچ گئے تھے۔ مگر آخر مین پولوسیت نے اسے شکست دی۔ اور اس کے پیرو غیر ماننے کی مخالفت سے تنگ آ کے یا تو پولوس والون مین مل گئے یا عیسائی مذہب چھوڑ کے پھر یہودی بن گئے۔ کہا جاتا ہے کہ فی الحال ایک سینیا یا حبشہ مین جو

عہ ترجمہ تاریخ کلیسائے مسیحی مصنفہ ڈی گلن۔ عہ گبن۔

عہ ڈی گلن۔

مسیحیت ہے وہ اصلی ناصری فرقے کی یادگار ہے[عـہ]۔

اسلام کی حقیت

اس فرقے کے حالات پڑھ کے ہم پر اسلام کی حقیت کا ایک عجیب وغریب راز کھلتا ہے۔ عموماً سب خیال کے مسلمان اور شاید دنیا کے دیگر اہل مذاہب بھی خیال کرتے ہوں گے کہ اسلام نے جو دعویٰ کیا کہ یہود و نصاریٰ دونوں نے اپنی کتابوں اور مذہبوں میں تغیر و تبدل کر لیا۔ یہ فقط ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ مگر نہیں ان مذاہب کی تاریخ اور خود انھیں کے لکھے ہوئے حالات سلف کی طرف توجہ کیجیے تو صاف کھل جاتا ہے کہ اسلام کے ان دعووں میں سرمو فرق نہیں۔ اور حیرت معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس کے کہ نہ آپ پڑھے لکھے تھے۔ نہ عرب میں کوئی قدیم تاریخ تھی۔ اور نہ سوا نسطوریوں اور یعقوبیوں کے وہاں اس مرحوم ناصری فرقے کا کوئی پیرو موجود تھا۔ پھر یہ حالات آپ کو معلوم ہوئے تو کیونکر؟ سوا اس کے کہ اسے وحی ربانی پر محمول کیا جائے چارہ نہیں ہو سکتا۔ یہودیوں نے اپنے مذہب میں جو کچھ تحریف کر دی تھی اور جو نئے نئے عقیدے پیدا کر لیے تھے۔ اُن کا حال حضرت عیسیٰ نے خود ہی کھول دیا تھا۔ اب رہی نصرانیت اس کے

نصرانیت کا تغیر و تبدل

متغیر و محرف ہو جانے کی خبر ہم کو تو صرف کلام ربانی اور حضرت رسول آخر الزمان علیہ السلام کے ارشاد سے ملی۔ مگر اب ہم عیسائیوں کی تاریخ کو پڑھ کے غور کرتے ہیں تو صاف اور واضح طور پر نظر

شریعت عیسوی کے سچے پیرو کون لوگ تھے

آجاتا ہے کہ سچے پیرو ان مسیح جو آپ کو خدا کا بیٹا نہیں خدا کا بندہ اور رسول برحق مانتے تھے آنحضرت صلعم کے ظہور سے پہلے ہی مبتدع فرق نصاریٰ سے مغلوب ہو کے فنا ہو چکے تھے۔ اور جو عیسائی آپ کے زمانے میں تھے وہ پولوس کے پیرو یا دیگر نوزائیدہ اور مبتدع عقائد کے پابند

ولادت مسیح کے متعلق ناصریوں کا عقیدہ

تھے۔ ناصری لوگ فقط ایک امر میں ہمارے خلاف تھے وہ یہ کہ حضرت مسیح کو وہ یوسف نجار کا بیٹا بتاتے تھے۔ اور قرآن کہتا ہے کہ آپ حضرت مریم کے

عـہ گبن۔

بطن سے بغیر اس کے کہ اُن کے جسم اطہر مین کسی مرد کا ہاتھ لگا ہو بے باپ کے پیدا ہوے تھے - اول تو ہمین یقین نہین کہ اُن اصلی پیروان مسیح کا یہ عقیدہ ہو - ان کے حالات ہمین ان کے دشمن راویون کے ذریعہ سے معلوم ہوے ہین - جن سے یہ بھی تعجب کے قابل نہوتا اگر ان کو حضرت مسیح کا دشمن بتا دیتے - ناصریون کے اصلی حالات مین سے بہت کم باتین موجودہ مورخین کو معلوم ہین - لہذا ممکن ہے کہ ایسے عقیدے کا انھین اتہام لگا دیا گیا ہو - قطع نظر اس کے اگر اُن کا ایسا اعتقاد ہو بھی تو کوئی تعجب کی بات نہین - یہ بات فقط خدا ہی کو معلوم تھی کہ حضرت مسیحؑ کی ولادت کس طریقے سے اور کیونکر ہوئی - خود آپ نے اپنی ولادت کا راز کبھی حل نہین کیا - اور نہ یہ بتایا کہ مین کیونکر پیدا ہوا ہون - دیکھنے والون نے یوسف کو تعلقات آپ کے ساتھ ویسے ہی دیکھے جیسے کہ باپ بیٹون کے ہوتے ہین - اور پھر لطف یہ کہ وہ انجیل جس کے محرف نسخے کے وہ عامل بتاے جاتے ہین یعنی انجیل متّی اس کے آغاز ہی مین حضرت مسیح کا نسب بتانے کے محل پر حضرت مریم عذرا کا نسب نامہ چھوڑ کے یوسف کا نسب نامہ درج کر دیا گیا ہے - جسے دیکھ کے خواہ مخواہ انسان کو اس بات کا شک ہوتا ہو کہ حضرت مسیح یوسف نجار کے بیٹے تھے - مگر سارے ناصری اس کے قائل بھی نہ تھے کہ حضرت مسیح یوسف کے فرزند تھے بلکہ ان مین سے بعض کا اعتقاد تھا کہ جناب مسیح معجز نما طریقے سے بغیر باپ کے بحکم خداوندی کنواری ماں کے بطن سے پیدا ہوے - لیکن باوجود اس کے وہ آپ کی الوہیت کے ہرگز قائل نہ تھے[ع] - اور یہی پورا پورا وہ عقیدہ ہے جس کی تصدیق و تبلیغ اسلام کر رہا ہے - اور اگر کوئی بزرگ یہی خیال فرمائین کہ ناصری علی العموم حضرت مسیح کو یوسف کا بیٹا مانتے تھے تو مضائقہ نہین - ممکن ہے کہ ناصریون کا یہ عقیدہ غلط ہو - لیکن اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ جس دین کو وہ برحق مان رہے تھے نہ تعلیمات مسیح کے بالکل مطابق تھا - سب سے بڑی چیز یہ تھی کہ وہ مسیح کو خدا نہین مانتے تھے بلکہ ایک گران پایہ نبی مرسل خیال کرتے تھے - جس کو پولس کے پیروان پولوس نے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا - مسیحیون کی سب سے بڑی غلطی یہی تھی جو شرک و بت پرستی

وہ مسیح کو نبی مرسل مانتے تھے

[ع] گبن -

کے درجے سے بھی تجاوز کر گئی۔ اور دراصل اسی غلطی کو مٹا کے سچے اور برحق

الوہیت مسیح کی تغلیط

مسیحیوں کے عقیدے کو ظاہر کر دینا اسلام کا اصلی مشن تھا۔ موجودہ
اناجیل کو اگر مان بھی لیا جائے تو مسیح کی الوہیت ان سے کسی طرح نہیں ثابت کیجا سکتی
اس کے ثبوت کا زیادہ تر دارومدار آپ کے اُن چند جملوں پر ہے جن میں آپ نے
خدا کو "باپ" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ یا جن میں خدا نے آپ کو "بیٹے" کے لفظ سے
یاد کیا ہے۔ مگر ان جملوں میں لفظ باپ کا مطلب "پیدا کرنیوالے" یا "پالنے والے" کے
سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر باپ کے حقیقی معنے لیے جائیں تو انجیل ہی کی بعض آیتوں
کی رو سے سارے مسیحی خدا کے بیٹے بن جائیں گے۔ مریم مگدلینہ سے حضرت مسیح فرماتے
ہیں "میرے بھائیوں کے پاس جا اور کہہ دے میں اپنے باپ اور تمھارے باپ اور
اپنے خدا اور تمھارے خدا کے پاس آسمان پر جاتا ہوں" (یوحنا باب ۲۰- آیت ۱۷)
اسیطرح انجیل میں جابجا موجود ہے کہ حضرت مسیح نے خدا کو دینداروں اور ایمان لانیوالوں کا باپ بتایا عبرانی زبان
میں باپ و بیٹے کے الفاظ ان معنوں میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں اور یہی قرآن مجید کہتا ہے کہ حقیقی معنوں میں خدا نہ کسی
کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ" اب ہم تاریخی تحقیق کے نتیجے میں یہ
دیکھتے ہیں کہ مسیحیوں کی وہ ابتدائی جماعت جس میں آپ کے حواریین تک شامل تھے مسیح
کو خدا کا بیٹا نہیں مانتی تھی۔ ناصری کون لوگ تھے؟ یہی وہ لوگ تھے جو ابتدا سے پولوس
کی مخالفت کر رہے تھے۔ ان کا ابتدائی اور پہلا سرگروہ پطرس حواری تھا۔ جس گروہ میں
اور حواریین بھی شامل تھے۔ افسوس ہمارے معاصر عیسائی نہیں دیکھتے کہ جس مسیحیت کو وہ
اصلی دین سمجھ رہے ہیں وہ پولوس کی بنائی اور رومی نژاد بشپ مرقیس کی بگاڑی ہوئی ہے

ناصرین فرق مبتدعہ میں سے نہ تھے

مسیحی مورخ اپنی مروجہ مسیحیت کو اصلی دین قرار دے کے
ان تمام فرقوں کو جو اس سے نکل نکل کے علیحدہ ہوتے گئے مبتدع فرقے کہتے ہیں۔ اور محض
تعصب سے اس قدیم فرقے ناصریین کو بھی انھیں بدعتی فرقوں میں شامل کر دیتے ہیں۔ لیکن تحقیق
کیجیے تو صاف نظر آجاتا ہے کہ اصلی فرقہ جو حضرت مسیح کی تعلیم سے خاص ارض یہودا میں قائم
ہوا وہ ناصریوں کا فرقہ تھا۔ وہ خود آپ کے نام نامی کی طرف منسوب تھا۔ اس لیے کہ آپ بھی

ناصرہ کی سکونت کی وجہ سے بنی ناصری کہلاتے تھے۔ اگر بدعتی کہے جانے کے مجاز ہو سکتے ہین تو وہ خود جنھون نے رومی بت پرستون کے خیالات کے مطابق اصلی دین مین تحریف کر لی۔

باب دوازدہم

مسیحیت مین اختلاف عقائد اور اس کے قدیم فرقے۔

مسیحیت کے بدعتی فرقے۔ ناسٹک۔ اُن کے عقائد۔ اُن کے علم الٰہی کی شان ناسٹک مذہب کا اثر۔ اُس کی ابتدا۔ اُس کی تقسیم و تفریق۔ اُس کا خاتمہ۔ اس کا پہلا بانی نقولس۔ اور اُس کے خیالات۔ جیسے لی ڈیز۔ ولن ٹائن۔ مارشن۔ اوفی ٹون۔ قائنی یعنی قابیلی۔ سَت اُرنی نس۔ کارپاکری ٹس۔ تصویر پرستی کی ابتدا۔ اپی فی نز ناشیان۔ ہرموجی نس۔ دو سیٹی۔ مانیکی۔ مشہور مصور مانی۔ ارمن کی پولٹکل حالت۔ مانی کے نبی بننے کا سبب۔ اُس کا سفر مشرق۔ کتاب ارتنگ اور دعواے نبوت۔ اُس کا ورود ایران مین۔ قلعہ ارابون۔ مانی کا قتل۔ اُس کے مذہب کے اصول اُس کے مذہب کی ترقی۔ اُس کا زوال۔ مانٹزم۔ تبیہ عورتین۔ اُس فرقے کی ترقی۔ اور اُس کا زوال۔ ان فرقون سے مسیحیت کو فائدہ پہونچا۔

تثلیث اور اناجیل کی تدوین کا حال ہم آگے بیان کرین گے۔ اس لیے کہ یہ باتین ترتیب زمانے کے لحاظ سے بعد کی ہین۔ سردست ہم عیسائیون کے

مسیحیت کے بدعتی فرقے

چند بدعتی فرقون کا حال بیان کرتے ہین جو اسی قدیم زمانے مین نکلے۔ اور اکثر اوقات تولوت کے پیروون پر بھی غالب آ گئے۔ اسی امر کے ظاہر کرنے سے پتہ چل سکے گا کہ کیسے کیسے بیہودہ اور حماقت کے خیالات کا اثر عیسویت پر پڑتا رہا ہے۔

ناسٹک

ناصریین کی عداوت اور اُن کی راست بازی و حق پسندی کے مخالفے کے لیے پولوس ہی کے معتقد کیا کم تھے کہ یکایک ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جس کی بنیاد ناصریین ہی کی

عداوت اور یونان و مصر کے فلسفہ کی آمیزش سے پڑی۔ یہ ناسٹک فرقہ کہلاتا تھا۔ ان لوگون نے توراۃ کی حقیت سے قطعًا انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے شریعت موسوی کبھی سچی تھی ہی نہین۔ پیدائش عالم کے پہلے حصے آدمؑ و حوا۔ اور اُن کے جنت سے نکالے جانے کو انھون نے انحو کہا نیان بتایا۔ اور ناصریین کو الزام دینے لگے کہ یہودیت نے ہمیشہ دنیا مین ظلم کیے۔ موسیٰؑ نے مخلوق الٰہی کو قتل کیا۔ اور دیگر مظالم مین مبتلا ہوے۔ داؤد و سلیمان کے حرم سرا مین بھرین۔ لہذا تمام انبیاے سلف (معاذ اللّٰہ) دنیا پرست اور ظالم تھے۔ صرف اکیلے مسیح ہین جو حق کو لے کے دنیا مین آئے۔ ان باتون کے ساتھ اُنھون نے فلسفہ یونان کے بہت سے مسائل اور زرتشتیون کے بعض اصول بھی تسلیم کر کے جزو دین بنا لیے۔ اُنھون نے اعتدال سے اسی قدر تجاوز نہین کیا بلکہ قِدم مادہ کے قائل ہو گئے۔ اور خدا کو بھی ویسا خالق کل اور قادر مطلق نہ رکھا جیسا کہ تمام انبیاے بنی اسرائیل کی تعلیمات سے ظاہر ہوا تھا۔ ان لوگون کے خیالات نہایت ہی گہرے اور نازک مسائل فلسفہ الٰہی اور پرانے اصول تصوف سے لیے گئے تھے۔ ہم اُن کے چند خیالات اس موقع پر بتاتے ہین۔ جن سے معلوم ہو جائیگا کہ اپنے عقائد کے دقیق کرنے اور مسائل روحانی کے شاندار بنانے کے لیے اُنھون نے کس قدر دقیقہ سنجی اور نازک خیالی سے کام لیا ہے۔ تخلیق عالم کے مسئلہ مین وہ لکھتے ہین[ع۱]۔

"ہستی کا ایک ہی ازلی منبع بالکلیہ اور غیر محدود خدا ابدی عُمق اور ابدی سکوت ہے جو زمانہ اور حدوث کے حیز سے اُدھر اپنی بے کنہ ذات کی تنہائی مین ہمیشہ رہتا ہی اسی سے سارا عالم وجود مین آیا پیدائش کے طریقے سے نہین بلکہ خروج کے طریقے سے تمام دنیاؤن کی ہستی سے پیشتر اُس کی ابدی گہرائیون سے ایک بڑے سلسلہ مین غیر فانی وجود نکلے۔ جو ایک ہی حقیقی و ابدی نور کی کرنین ہین۔ ان مین سے ہر ایک

حاشیہ: ان کے عقاید — ان کے علم الٰہی کی شان

ع گبن۔ عہ تاریخ کلیساے مسیحی مصنفہ ڈی گلن۔

اپنے ابدی باپ کی الٰہی زندگی میں شریک ہے۔ مگر سب لحاظ سلسلۂ پیدائش اپنے اصلی مرکز سے قریب و بعید ہونے کے مطابق کم و بیش زندگی رکھتے ہین۔ یہ مختلف وجود جو دل۔ عقل۔ قوت۔ سچائی۔ ابد زندگی وغیرہ کے ایسے مختلف نامون سے یاد کیے جاتے ہین در اصل خدائی صفتون اور قدرتون کی تمثیلی شکلین ہین۔ ان سب سے مل کر روشنی اور زندگی کی روحون کا وہ نورانی چراغ بنا ہے جسے ابدی باپ ہمیشہ اپنے غیر قابل بیان اور فرحت بخش حضوری سے روشن رکھتا ہے۔ یہ وہ حقیقی دنیا ہے جس کا یہ دنیا ایک تاریک اور خیالی سایہ ہے۔"

ناسٹک مذہب کا اثر جبکہ دنیا اس قسم کے پیچیدہ اور بہت بلند اور گہرے روحانی خیالات کی دیوانی ہو رہی تھی اس فرقے کے علما اور مقتداؤن نے ایسے شوکت الفاظ اور فکر انسانی کو نہایت ہی بلند مقام پر لے جانے والی تقریرون سے لوگون کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ مسیحی مورخون کا دعویٰ ہے کہ ان کے عقائد بہت ہی پیچیدہ اور بعید از ادراک تھے۔ مگر ہم امید کرتے ہین کہ یہ پیچیدگیان وحدانی التثلیث اور تثلیت فی الوحدۃ کے مسئلہ سے زیادہ پیچیدہ نہ ہون گی۔ جن دنون ناسٹک لوگون کا دور دورہ تھا ناصری مسیحی اور پولوس کے پیرو دونون ان کے سامنے دبے ہوئے تھے۔ اس لیے کریت پرستون اور نیز روم و یونان و مصر کے فلسفیون نے اس مذہب کو فوراً قبول کر لیا۔ اور وہ یہودی بھی انھین روحانی عقائد کے گرویدہ ہوگئے جن کے دماغون مین افلاطون کے فلسفۂ الٰہی نے ایک خاص قسم کا مالیخولیا پیدا کر رکھا تھا۔ خود عیسائی مورخون کا بیان ہے کہ اس فرقے کے لوگ اس عہد مین سب سے زیادہ شائستہ۔ خلیق۔ ذی علم۔ اور صاحب دولت و ثروت تھے۔ اور ان کا اثر بھی سلطنت اور رعایا پر بہت زیادہ تھا۔

ناسٹک اصول کی ابتدا ناسٹک اصول کا ظہور شام و مصر سے شروع ہوا۔ اور بڑھتے بڑھتے یہ لوگ روم و یونان مین جا پہونچے اور بعض اوقات ان کے داعی اور مشنری پھرتے پھراتے مغربی ممالک یورپ کے دور دراز مقامات مین اپنے اصول کی تبلیغ و اشاعت کرنے لگے

موجودہ اناجیل کی جگہ یہ لوگ متعدد تاریخون کو اپنا دستورالعمل قرار دیتے تھے۔ جن مین حضرت مسیح اور حوارین کے حالات ان کے ملفوظات اور اُن کی باہمی صحبتون کے تذکرے لکھے تھے۔

اس کی تقسیم و تفریق | جب یہ فرقہ زیادہ پھیلا تو اس مین بھی مختلف عقائد اور متضاد اصول پیدا ہونے لگے آخر یہان تک نوبت پہنچی کہ اس ایک فرقے کے اندر بیجا اس سے زیادہ گروہ موجود تھے۔ جن مین سے ہر ایک کا جداگانہ کلیسیا خاص نسب اور خاص جماعت رہبان تھی۔ اور اسی طرح ہر گروہ اپنے مخصوص اولیا اور مخصوص شہدا رکھتا تھا۔ ان فلسفیانہ مذہبی گروہون کا ظہور دوسری صدی سے شروع ہوا تیسری صدی مین یہ لوگ ہر جگہ اور ہر ملک مین سرسبز و کامیاب ہوتے رہے اور چوتھی صدی مین

اس کا خاتمہ | جب ناصری فرقہ فنا ہوا تو اسی وقت ان لوگون کا بھی استیصال کر دیا گیا۔ عہ

ناشک فرقے کے چند خاص گروہون کا تذکرہ اس موقع پر لطف سے خالی نہ ہوگا۔ اس کا پہلا بانی شمعون نام ایک شخص تھا جو اگرچہ ارض یہودا کے شہر سماریہ یا شومرون کا رہنے والا تھا مگر مجوسی بتایا جاتا ہے۔ اس نے طلسم اور نیرنجات مین کافی دستگاہ پیدا کر کے سنہ ۶۳۵ قبل محمد (سنہ ۳۶ع) مین فلیپوس حواری کے ہاتھ پر مسیحیت کا شرف حاصل کیا پھر مختلف مقامات کا سفر کر کے ناصریون اور لوسیون کے عقائد دریافت کیے اور خود اپنے تئین خدا کا مظہر بتانے لگا۔ مگر جن اصول کو اس نے پیش کیا وہ ناشک فرقے کے دیگر خیالات کے مقابلے مین ناقص کہے جاتے ہین۔ ان کے [illegible] فلسفیانہ [illegible] پہلا اور آخر مکمل نقش تھا۔

[illegible] اور اس کے خیالات | اس کے بعد [illegible]لس نام ایک یہودی الاصل شخص پیدا ہوا۔ جو انطاکیہ مین سکونت پذیر تھا۔ اس نے نہایت ہی خطرناک اصول ظاہر کیا کہ

عہ گلبن صفحہ ۱۷ تمام فرقون کے حالات عموماً ڈی گلبن کی تاریخ کلیسائے مسیحی سے لیے گئے ہین۔

"انسان کو اپنے جسم پر مالک و متصرف ہونے کے لیے ضرور ہے کہ انتہا درجے کی شہوت پرستیوں میں منہمک و مستغرق ہو جائے"- یہ ایسا مذہب تھا جس میں کسی قسم کی بدمعاشی و بدکاری ممنوع نہ ہو سکتی تھی- شاید مسیحی لوگ اس قسم کا کوئی فرقہ اپنے اور مجوسیوں کے سوا کسی دوسرے مذہب میں نہ پا سکیں گے- یہ دونوں فرقے پہلی صدی عیسوی کے نصف اخیر میں پیدا ہوئے تھے-

بسیلیڈینز | ایک فرقہ وہ ہے جو بسیلیڈیز نام ایک شخص سے شروع ہوا- اس کے پیرو اپنے اعتقاد میں دو قدیم وجود مانتے تھے- اور مسیح کی نسبت کہتے تھے کہ آپ خاکی جسم سے مبرا و منزہ تھے- نقولس کے معتقدوں کی طرح یہ لوگ بھی بدچلن تھے جب رومیوں کی طرف سے مسیحیوں پر ظلم ہونا شروع ہوا تو انھوں نے دین عیسوی سے تقیۃً انکار کر دیا- اور اپنی اس کمزوری کو یہ اصول پیش کر کے مٹایا کہ "ناخدا ترس ظالموں کے سامنے اپنے عقیدۂ حق کو ظاہر کرنا گویا سوروں کے سامنے موتی پھینکنا ہے"- طلسم و سحر کی طرف ان کو بھی بڑی توجہ تھی-

ولن ٹائن | انھیں فرقوں میں ایک ولن ٹائن فرقہ ہے- یہ مذہب مذکورۂ فرقوں سے زیادہ کامیاب ہوا تھا- اس نے انجیل کے ظاہری معنی چھوڑ دیے- اور صوفیۂ اسلام کی طرح ہر آیت اور ہر لفظ کے دوسرے معنی بتانے لگا- مثلاً انجیل یوحنا کے چوتھے باب میں "سمریا کی عورت" سے "ہیولیٰ کی نجات" "یعقوب کے کنویں کے پانی" کا مطلب "یہودی مذہب" "اس کے خاوند" کو "روحانی دولہا" اور "اس کے پہلے خاوندوں" سے ہیولیٰ یا شیطان کی بادشاہت مراد لی- یہ لوگ انجیل کے تاریخی واقعات کی اصلیت کے نہیں قائل تھے- اور عہدنامۂ قدیم کو خدا کا مخلوق نہیں مانتے تھے- جلد وہ اُن کا بھی چلتا تھا اور زیادہ تر حسین و مالدار عورتوں پر چلتا تھا-

مارشنی | ایک فریق مارشن کے معتقدوں کا تھا جس نے نئی انجیل مرتب کی- توراۃ کی حقیقت کو مٹایا- اور دعویٰ کیا کہ خدا نے دنیا کو ہزار سال تک بالکل بھلا دیا تھا یہاں تک کہ حضرت مسیح یکایک ظاہر ہو گئے- یہ لوگ ترک لذات کرتے- اور نکاح

گوشت اور شراب سے محترز رہتے۔ اس فرقے پر قسطنطین نے اگرچہ بڑے بڑے ظلم کیے مگر اس کا وجود دوسوین صدی عیسوی تک پایا جاتا ہے۔

اوفی ٹیون سب سے عجیب و غریب فرقہ اوفی ٹیون کا تھا۔ یہ فرقہ بت پرستون کے اصول سے نکلا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے پیرو سانپ کی پرستش کرتے تھے۔ یہ لوگ سانپ کو قوت ربانی کا مظہر کامل تصور کرتے تھے۔ جس کی ابتدا آدم و حوا اور سانپ کے قصے سے لی تھی۔ پھر حضرت موسیٰ کے عصا کے سانپ ہو جانے۔ اس کے بعد جنگل مین حضرت موسیٰ نے پیتل کے سانپ سے لوگون کو جو اچھا کیا تھا [ع۵] ان تمام واقعات سے فائدہ اٹھا کے انھون نے سانپ کو حقیقی معرفت کا نشان قرار دیا تھا۔ یہ لوگ مصنوعی سانپون کا استعمال بازوبند اور تعویذ کی طرح کرتے تھے۔ اور اسے باپ (خدا) اور مادہ کا درمیانی واسطہ قرار دیتے۔ کہتے تھے کہ سانپ ہی عالم علوی کی کیفیتین عالم سفلی مین لاتا اور عالم سفلی کی عالم بالا مین لے جاتا ہے۔

ع۵ یہ واقعہ چونکہ قرآن پاک مین نہین لہذا اسلامیون کی تاریخ مین بھی کم ملتا ہے مگر یہود و نصاریٰ مین بہت مشہور ہے اس لیے کہ توراۃ و انجیل دونون مین موجود ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل وادی تیہ مین پریشان ہوے تو انھون نے خدا کی ناشکری کی اور جناب موسیٰ کو الزام دینے لگے کہ تم نے ہمین مصر سے کیون نکالا۔ اس کی سزا مین خدا نے ایسے سانپ ان پر مسلط کیے جن کے منھ سے شعلے نکلتے تھے۔ یہ سانپ بنی اسرائیل مین کثرت سے پیدا ہو گئے۔ اور بہت سے یہودی ان کے کاٹنے سے ضائع ہوے۔ یہ حالت دیکھی تو سب پریشان ہو کے حضرت موسیٰ کے پاس آئے۔ عذرخواہی کی۔ اور ندامت کے ساتھ اپنی ناشکری کا اقرار کر کے توبہ کرنے لگے۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی۔ اور درگاہ خداوندی سے حکم ہوا کہ ایک ویسا ہی سانپ بناؤ اور اسے کسی نیزے کی نوک پر لگا کے زمین پر نصب کر دو۔ جس کسی کو سانپ کاٹے اس کی نظر جیسے ہی اس سانپ پر پڑے گی اچھا ہو جائے گا۔ جناب موسیٰ نے ایک برنجی سانپ بنوا کے نیزے پر قائم کیا۔ اور اس کی برکت سے بنی اسرائیل ان کوہستانی سانپون کی مضرت سے محفوظ ہو گئے۔ (عہد عتیق سفر گنتی باب ۲۱) اسی کے حوالے پر حضرت مسیح نے بھی فرمایا تھا کہ جس طرح موسیٰ نے ایک سانپ کو صحرا مین بلند کیا تھا اسی طرح ضرور ہے کہ انسان کا فرزند بھی بلند کیا جائے۔ (انجیل یوحنا باب ۳۔ آیت ۱۴) حضرت مسیح کے اشارے نے عیسائیون مین بھی اس واقعہ کو بڑا اہم اور گویا شان مسیحیت کا پہلا نمونہ بنا دیا۔ اور غالباً اسی خیال سے اس مسیحی فرقے نے سانپ کو خداشناسی کا سب سے مکمل نشان قرار دیا تھا۔

قائنی یعنی قابیلی | اس فرقے کی بھی تین قسمین ہوگئی تھین جن مین سے ایک فرقہ قائنی یعنی قابیلی کہلاتا تھا۔ اس کے پیرو اپنے آپ کو حضرت آدم کے گنہ گار بیٹے قابیل کی طرف منسوب کرتے۔ اور اسی کو اپنا پہلا مقتدا قرار دیتے تھے۔ ان لوگون نے یہ عجیب عقیدہ پیدا کیا تھا کہ قابیل سے لے کے آخر تک جتنے بدکار اور بدنام لوگ ہوے تھے ان سب کو شہیدون اور ولیون کی عزت دے دی۔ دعوے کرتے تھے کہ مسیح کے شاگردون مین سے یہوداا سخریوطی ہی (جس نے آپ کو دغا دے کے دشمنون کے ہاتھ مین گرفتار کرایا) علم حقیقی کے راز کو سمجھا تھا۔ باقی سب نالائق تھے۔ ان لوگون کے عقیدے کی رو سے کامل علم کے لیے ضرور تھا کہ انسان تمام گناہون کا اچھی طرح تجربہ کرے اور ان تمام بدکاریون مین مبتلا ہو جن کا نام لیتے بھی ہمین بھی شرم آتی ہے۔

ستارنی نس | انھین ناسٹک فرقون مین ستارنی نس کے مقلد بھی تھے۔ جنھون نے زرتشتیون کی پیروی کی۔ اور یزدان و اہرمن کو پوری طرح تسلیم کر لیا۔ ان مین زہد و نفس کشی کی بڑی شدت اور سختی تھی۔

کارپاکری ٹس | ایک ناسٹک فرقہ کارپاکری ٹس نام ایک اسکندریہ کے رہنے والے نے نکالا۔ اس نے حضرت مسیح کو بالکل اُسی درجے پہ رکھا جس درجے پہ کہ اس کے نزدیک نامی بت پرست فلسفی تھے۔ ان لوگون کا دعویٰ تھا کہ دنیا کو فرشتون نے پیدا کیا ہے۔ جناب مسیح کو یوسف کا بیٹا اور دیگر انسانون کے مثل مگر آپ کی روح کو پاک و صاف بتاتے۔ یہ لوگ جادو کے بڑے معتقد تھے اور ناپاک روحون اور جنات و شیاطین سے مرادین مانگا کرتے۔ ان لوگون کی زندگی بھی عموماً شہوت پرستی مین گذرتی تھی۔ اور یہی پہلا فرقہ ہے جس نے حضرت مسیح کی تصویرین بنا کے معبدون مین رکھین اور ان تصویرون کے ثبوت مین یہ مصنوعی سند پیش کی کہ پانطیوس پائلٹ (رومی گورنر ارض یہودا جس نے جناب مسیح کو مصلوب کرنے کا حکم جاری کیا تھا) کی بنوائی ہوئی اصل تصویر سے لی گئی ہین۔

تصویر پرستی کی ابتدا

اپی فی نز | کارپاکریٹس کا بیٹا اپی فی نز اگرچہ سترہ ہی برس کی عمر مین مرگیا مگر ایجاد مذہب

مین اپنے باپ سے بھی بڑھ نکلا۔ اُس نے اس تھوڑی ہی عمر مین اپنے نام کا نیا فرقہ پیدا کیا جس کے پیرو اس کی قبر کو بے تکلف پوجتے تھے۔ مگر شاید سترہ ہی سال مین اس کے بلوغ نے نہایت کمال کا رتبہ حاصل کر لیا تھا کہ مزدک[عہ] کے اس اصول کو اس نے اپنے معتقدین کا جزو ایمان بنا دیا کہ سارا مال اور ساری عورتین کسی خاص شخص کی ملک نہین۔ لہذا اُن پر سب کو یکسان تصرف کا حق حاصل ہے۔

تلاشیان | انھین مبتدع فرقون مین تاشیان کے معتقد بھی بتائے جاتے ہین۔ اگرچہ اُس نے کوئی نئی بات نہین ایجاد کی۔ سچ پوچھیے تو اس نے خداشناسی کو زیادہ ترقی دلائی ہان اتنی بے اعتدالی البتہ ہو گئی تھی کہ نکاح کو بھی شہوت پرستی کا ایک شمہ تصور کیا۔ اس نے اپنے پیروون سے شراب کا استعمال چھڑا دیا تھا۔ دعوتون مین اور نیز عشاء ربانی مین وہ لوگ شراب کی جگہ پانی استعمال کرتے اور اسی وجہ سے شراب پینے والے عسائیون نے انھین "پانی والے" کا لقب دے دیا۔

ہرموجی نس | ہرموجی نس نام قرطاجنہ (کارتھیج) کے ایک مصور نے بدی اور تخلیق کا ایک نیا اصول بتا کے دعوی کیا کہ مسیح آسمان پہ چڑھتے وقت جسم کو سورج مین چھوڑ گئے تھے۔ دراصل یہ اصول صرف اس لیے قرار دیا گیا تھا کہ دین عیسوی قدیم رومی و یونانی اصنام پرستی سے گونہ موانست پیدا کرے۔ جوپیٹر یعنی سورج دیوتا کی پرستش زور و شور سے ہو رہی تھی۔ اس مسیحی فرقے کے اس خاص اصول نے سورج کی پرستش عیسویت کے ساتھ بھی جائز کر دینا چاہی تھی[عہ]۔

عہ مزدک ایک ایران کا شہوت پرست فلسفی تھا جس کو زرتشتی مذہب والے شیطان کا ایک مجسم نمونہ تصور کرتے ہین۔ اس نے یہ اصول جاری کیا کہ مال اور عورتین سوا خدا کے کسی خاص شخص کی ملک نہین قرار دی جا سکتین۔ لہذا اسباب پر ہر شخص کو یکسان طریقے سے تصرف کا حق حاصل ہے۔ تمام ایرانی اس مذہب کے پابند ہو گئے تھے خود بادشاہ نے یہ عقیدہ قبول کر کے ملک مین جاری کر دیا تھا۔ اور عجب مزے اڑائے جانے لگے۔ مگر نوشیروان عادل نے تخت نشین ہوتے ہی مزدک اور اس کے پیروون کو قتل کیا۔ اور اس مذہب کو بیخ و بنیاد سے اُکھاڑ کے پھینک دیا۔ عہ تاریخ دین عیسوی مصنفہ مل مین۔

دوسیٹی | دوسیٹی فرقے کی خاص تعلیم یہ تھی کہ مسیح کا جسم گوشت اور خون کا نہ تھا۔ اور اسی وجہ سے آپ نے دراصل نہ کسی قسم کی تکلیف پائی۔ نہ مرے۔ اور نہ پھر جی اٹھے مصلوبیت اور دفن وغیرہ کی قسم سے تمام باتیں عمل میں آگئیں۔ مگر آپ جیسے تھے ویسے ہی رہے۔

ناسٹکی | ناسٹک کے سب فرقون سے زیادہ قوی اور زبردست ناسٹکی یا عربی ترکیب سے کہا جائے کہ مانوی فرقہ تھا۔ اس کا بانی مانی نام ایک ایرانی نژاد اور مجوسی الاصل شخص تھا۔ یہ وہی مانی ہے جو فارسی اور اردو شاعری میں مصوری کا بےنظیر اُستاد خیال کیا جاتا ہے

مشہور مصور مانی | مانی و بہزاد کے نام ہمارے یہان کون نہین جانتا۔ یہ مانی تیسری صدی عیسوی کا بڑا نامور ایرانی فلسفی دقیقہ رس نجومی۔ اور مشہور مصور تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ مشرق میں دین عیسوی کو کسی طرح کامیابی نہین حاصل ہوتی تھی۔ زرتشتی مذہب نے عیسویت کو ایسا روکا کہ

عـہ۔ مسیحی کلیسیا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔ عـہ ہمارے یہان مانی کے متعلق عجیب عجیب قصے مشہور ہین غیاث اللغات مین لکھا ہے کہ مانی ایک رومی نژاد شخص تھا جس نے اپنے کمال مصوری کو اپنا معجزہ قرار دے کے دعوائے نبوت کیا خیر یہان تک غنیمت ہے اگرچہ رومی نژاد ہونا غلط ہے۔ مگر مولانا نظامی سکندرنامے مین لکھتے ہین کہ مانی نے نقاشان چین کا شہرہ سُن کے چین کا سفر کیا چینیون کو جب اُس کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے ایک کنوین کی تہ مین (جو اُسکے راستے مین پڑنے والا تھا) ایک آئینہ بنا دیا تاکہ پانی کا دھوکا دے۔ مانی اس فریب مین آگیا۔ کنوین مین ڈول ڈالا۔ اور جب ڈول کی ٹھیس سے شیشہ ٹوٹ گیا تو اُسے بڑی ندامت ہوئی کہ چینیون کی چالاکی سے مجھے بڑا دھوکا ہو گیا۔ اس ندامت کے مٹانے کیلیے اس نے شیشہ کی جگہ اس کنوین کی تہ مین ایک سڑا ہوا کتا بنا دیا جس پر کیڑے بھی بلبلاتے نظر آتے تھے مقصود یہ ظاہر کرنا تھا کہ پھر کسی کو دھوکا نہ ہو۔ جب نقاشان چین سے مقابلہ ہوا تو ایک مکان مین آمنے سامنے کی دیوارون مین سے ایک مانی کو اور ایک چین کے مصورون کو دیگئی کہ اپنا اپنا کمال دکھائین درمیان مین ایک دیوار اٹھا دی گئی اور کہا گیا کہ جب دونون کی نقاشی ختم ہوجائیگی تو اس دیوار کو گرا کے باہم مقابلہ کیا جائیگا۔ چینیون نے تو بڑی محنت سے بڑے کمالات مصوری دکھائے۔ مگر مانی نے اپنی دیوار کو صرف صیقل کر کے آئینہ بنا دیا۔ اور جب بیچ کی دیوار گرائی گئی تو چینیون کی تصویر کا عکس مانی کی دیوار پر پڑا اور بعینہٖ وہی تصویر یہان اُدھر بھی نظر آئی۔ لیکن ان واقعات کی حکایتون سے زیادہ وقعت نہین معلوم ہوتی۔

مغرب مین تو وہ بحر اعظم مغرب تک جا پہونچا مگر مشرق مین دریاے فرات و دجلہ سے آگے نہ بڑھنے پاتا تھا۔

آرمن کی پولیٹکل حالات — آرمن ایران اور روم کا سرحدی صوبہ پہلے تو پولیٹکل تغیرات اور بڑی سازشون کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اب مذہبی انقلابات کا دنگل بن گیا۔ یہان کا فرمان روا ایک مسیحی واعظ کی تلقین سے عیسائی ہوگیا تھا۔ مگر جب ایران کے شاہی خاندان نے اُسے قتل کرکے پھر آتش پرستی قائم کی تو قدیم شاہی خاندان کے ایک لڑکے اور ایک لڑکی خسرو دخت کی کوشش سے پھر دین عیسویت اس ملک مین آیا اور اگرچہ اب بھی عیسائیون پر بڑے بڑے ظلم ہوے مگر مسیحیت کا قدم اس ملک مین جم گیا۔

مانی کے نبی بننے کا سبب — اسی حالت کو دیکھ کے مانی نے کوشش کی کہ ایک ایسا نیا مذہب قائم کرے جو مشرقی و مغربی دونون مذہبون سے مل کے بنا ہو۔ اس نے اپنی ذاتی لیاقت کی وجہ سے ایرانی شہنشاہ شاہ پور اول کے دربار مین عزت حاصل کی۔ لیکن جب دیکھا کہ وہان کے کاہن اور مقتدایان ملت زرتشتی اس کی عداوت پر آمادہ ہین اور مذہبی امور مین دخل دہی کرنے کو بادشاہ بھی نہین پسند

اس کا سفر مشرق — کرتا تو شاہی دربار کو چھوڑ کے مشرق کی طرف چلا گیا۔ پہلے ترکستان مین گیا۔ پھر ہندوستان و چین کی سیاحت کی۔ یہان کے مذاہب کے اصول سے واقف ہوا۔ بودھ مذہب کی حقیقت دریافت کی۔ ترکستان مین پہونچ کے اس نے ایک گھاٹی مین خلوت اختیار کر لی۔ جہان ایک چشمہ جاری تھا اور کھانے کا سامان بھی موجود تھا۔ کامل ایک سال تک اسی مین بیٹھ کے اپنی کتاب ارتنگ تیار

کتاب ارتنگ اور دعواے نبوت — کی اور اس کو ایک آسمانی کتاب کی شان سے لے کر باہر آیا اور لوگون سے کہا مین خدا کے پاس گیا تھا تمھارے لیے یہ احکام خداوندی لایا ہون۔ دیگر تمام آسمانی کتابون کے خلاف اس کتاب مین نہایت ہی اعلیٰ درجے کی تصویرین بنی ہوئی تھین جو اس زمانے کے لحاظ سے اتنی بڑی چابکدستی کا

ثبوت دیتی تھیں کہ انسانی قوت سے بالا- اور بہت ہی زبردست معجزے معلوم ہوتی تھیں- الغرض

اس کا دعوائے الہام | ایک مدت کے بعد پیغمبر مرسل اور صاحب کتاب بن کے وہ ایران میں
واپس آیا- اور بہت سے لوگوں کو اپنا معتقد بنا لیا- مجوسیوں سے اس سے بڑے بڑے
مناظرے ہوئے- ہرمز بن شاپور کے عہد میں وہ اپنے اس طولانی سفر سے واپس ہوا تھا-
جس نے اس کی بڑی قدر و منزلت کی اور علاقہ بابل میں ارایون نام ایک قلعہ اسے

قلعہ ارایون | رہنے کو دیا- اس قلعے سے بیٹھ کے مانی نے اپنے نئے دین کی اشاعت شروع
کی اپنے بارہ حواری قرار دیے- اور ان کو تبلیغ شریعت مانوی پر آمادہ کیا- مگر تھوڑے ہی
روز بعد متعصب پیشوایان دین زردشتی نے نئے شہریار ایران بہرام کے دربار میں اس کی
شکایت کی- بہرام اپنے مذہبی بزرگوں کے ابھارنے سے اس قدر برہم ہوا کہ اس کے
حکم سے ۲۹۴ قبل محمد (۲۷۶ء) کے قریب زمانے میں مانی اپنے قلعے سے گرفتار کر کے لایا

مانی کا قتل | گیا- زندہ کھال کھینچ کے اس میں بھس بھروا دیا گیا- اور کھال کا یہ پتلا
مدت تک شہر شاپور کے پھاٹک پر رکھا رہا۔[۵]

اس کے مذہب کے اصول | مانی کا مذہب اگرچہ مسیحیت ہی کی ایک شاخ بن کے نمودار ہوا
مگر اصل میں وہ دنیا کے تمام مذہبوں سے مرکب تھا- وہ وحدت و ثنویت کا قائل تھا-
تخلیق کی نسبت کچھ نئے ہی خیالات ظاہر کیے تھے- اصلی بنا دو خداؤں یزدان و اہرمن
کے ماننے پر قائم تھی- اسی طرح نور و ظلمت کی اصطلاح بھی کثرت سے استعمال
کی گئی تھی اخلاقی اصول کلیتہً بودھ مذہب کے اخلاقی فلسفہ سے لیے گئے تھے یہودی
مذہب بالکل ترک کر دیا گیا تھا- اور یہ کہنا چاہیے کہ ایران کے یزدان و اہرمن
اور چین و ہند کے اخلاقی فلسفہ کو عیسائیت کا جامہ پہنا دیا گیا تھا- کتاب عہد عتیق
شیطانی الہام کا نمونہ بتائی گئی- اور چند جعلی انجیلوں کے ساتھ مانی کی تحریریں اور

عہ- تاریخ دینیہ مسیحیہ [illegible] جلد۔
عہ- مسیحی کلیسا کی تاریخ مصنفہ [illegible]۔
۵- تاریخ دین عیسوی مصنفہ [illegible] میں۔

کتاب آرتنگ اس فرقے کا دستور العمل ہین۔ مانی نے انجیل سے یہ فائدہ بھی اُٹھایا کہ اپنے آپ کو موعودہ فارقلیط بتا کے اپنے خاتم الانبیا ہونے کا دعوی کیا۔

اسکے مذہب کی ترقی اس مانوی فرقے نے عیسائی دنیا مین اس قدر ترقی کی کہ پولوس کے پیروون کے مقابلے مین مستقل اور زوردار مذہب بن گیا۔ اور رومی کلیسا کا سب سے زیادہ قوی حریف تھا۔ مانوی لوگ اپنی توحید پر نازان تھے۔ اور اپنے مخالف عیسائیون کو بت پرست بتاتے تھے۔ اس فرقے نے یہان تک ترقی کی کہ رومی کلیسا کے سے پورے مذہبی انتظامات اس مین بھی جاری ہو گئے۔ بارہ بڑے مذہبی عہدہ دار رسول و حواری کے نام سے اُن کے نیچے ۷۲ بشپ۔ اور ان کے ماتحت پریسبٹر اور ڈیکن تھے جو سفر کرنے والے داعی قرار دیے گئے تھے۔ یہ فرقہ تیرھوین **اس کا زوال** صدی عیسوی تک قائم رہا۔ روم کے عیسائی شاہنشاہون اور پاپاؤن عہ نے اس پر بڑے بڑے ظلم کیے۔ اور فتوحات اسلام نے بھی اسے بڑا ضرر پہونچایا۔

دین عیسوی کی یون تو اُسی زمانے مین صدہا شاخین ہو گئی تھین۔ اور ہر ہر جزئی مسئلے نے ایک جدید فرقہ پیدا کر دیا تھا۔ مگر ہم اس موقع پر ایک اور فرقے کے حالات لکھنا ضروری خیال کرتے ہین جس نے بہت کچھ ترقی حاصل کی تھی۔ اور ناسٹک فرقون کے علاوہ ایک مستقل مذہب بتایا جاتا ہے۔ یہ مذہب مانٹنزم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لیے

مانٹنزم کہ مانٹنوس نام ایک شخص کیطرف منسوب ہے جس نے ایشیاے کوچک کے علاقہ فرِدگیہ مین ایک گاؤن سے خروج کر کے اپنے مذہب کو افریقہ اور قرطاجنہ تک پہونچا دیا۔

نبیہ عورتین مانٹنوس کے ساتھ دو لائق اور ذی شکل و شمائل کی عورتین بھی تھین جو نبیہ بتائی جاتی تھین۔ ان تینون نے تبلیغ دین کے لیے سفر شروع کیا اور دعوی کیا کہ روح القدس اور حضرت مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی کا زمانہ فرِدگیہ کے گاؤن پیپوزا سے شروع ہونیوالا ہے۔ وہان نیا یروشلم اترے گا۔ اور ساری دنیا اُس کے سامنے سر جھکا دے گی۔ جن عقائد کو ان پیغمبرون اور ان کے دوست مانٹنوس نے جو اپنے آپ کو فارقلیط کا مظہر و مصدر

عہ مسیحی کلیسا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔

کہتا تھا۔ دنیا کے سامنے پیش کیا یہ تھے کہ نفس کشی ہر شخص پر فرض ہے۔ بشپون اور راہبون کی حکومت دین کے خلاف ہے۔ ریاضت کے لیے کسی کی تخصیص نہین۔ ہر مرد اور ہر عورت کو راہب اور کاہن ہونا چاہیے۔ ان عقائد کے ساتھ یہ بھی دعویٰ تھا کہ سلسلۂ نبوت بدستور جاری ہے۔ چنانچہ اپنے کئی مردون اور عورتون کو پیمبر بتاتے تھے۔ ان کی یہ عملی کوشش تھی کہ یہودیون اور ناصریین کی طرح شرعی قیود کو روزبروز بڑھاتے جاتے تھے۔ ان کے نزدیک تو یہ غیر مقبول تھی۔ ازدواج کی نسبت کہتے تھے کہ ایک بُرائی ہے جس سے انسان کو چارہ نہین۔ اور نکاح ثانی کو زنا خیال کرتے تھے۔ مسیح کی بادشاہی کا مسئلہ پہلے پہل انھین لوگون سے شروع ہوا۔ ان کے بعد عیسویت مین اور بھی بہت سے ایسے فرقے پیدا ہوے جنھون نے اِسی ہزار سالہ بادشاہی کو اہم مسئلۂ ایمانی قرار دیا۔ اور اُس مین دقیقہ سنجیان کین۔ ہانٹینوس

اس فرقے کی ترقی | اور اس کی دلستان ساتھ دینے والیون کا مذہب بڑی تیزی سے بڑھا اور اطراف عالم مین پھیلنے لگا۔ تھوڑے ہی دنون مین اس سرعت سے کامیاب ہوا کہ ایشیا سے یورپ مین پہونچا۔ روم مین اس کے حامی پیدا ہوے۔ اور شمالی افریقہ مین اس کا قدم مضبوطی سے جم گیا۔ خود رومی کلیسا اور نیولوس کا بنایا ہوا دین بھی اس نئے فرقے کے بڑھتے وقت متزلزل ہو گیا تھا۔ مگر رومی کلیسا کی حکومت اور قسطنطین کے جانشینون نے اس کو دنیا سے مٹا دیا۔ عیسوی حکومت اور رہبانیت کی مظالم

اور اس کا زوال | نے سنہ ۱۳۱ قبل محمد (۴۳۹ء) مین ہانٹنوس کے مذہب کی پابندی کو شاہی جرم قرار دیا جس کا یہ نتیجہ تھا کہ چھٹی صدی عیسوی مین یا یون کہا جاے کہ اس صدی عیسوی مین جس مین ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے اس مسیحی فرقے کا خاتمہ[۵] ہو گیا۔

یہ ابتدائی زمانے کے فرقے بہت قوت کے ساتھ پھیل گئے تھے اور ممکن نہ تھا کہ آج دنیا مین نہ موجود ہوتے۔ لیکن جس طرح دولت روم کے عیسائی سلطنت

ع۵ ل مین اور ڈی گلن۔

بن جانے سے قدیم بت پرستی مٹ گئی اسی طرح ان فرقون کا بھی استیصال کیا گیا بدر حقیقت ان فرقون نے رومی کلیسا کو بجائے ضرر کے اور فائدہ پہنچایا۔ ہر عیسائی فرقے کے بانی نے مختلف جماعتون اور مذہبون سے اپنے لیے پیرو فراہم کیے تھے۔ ان پیرو ون نے جب اپنے قدیمی مذہب کو چھوڑ دیا تو حکومت کے زور سے اُن کو پولوس کا مرید و معتقد بنا لینا زیادہ دشوار نہ تھا پولوس کا دین ابتداے تبلیغ کے وقت اگرچہ محض خیالات ہی خیالات پر حاوی تھا اور امر کی پوری پوری آزادی دیتا تھا۔ مگر ان آسانیون کے ساتھ بھی بت پرستی کو معدوم نہ کر سکا تھا۔ یہ صرف مذہبی حکومت اور بڑا بھاری خونریزی کی برکت تھی جس نے بت پرستی ہی کو نہیں بلکہ ان قدیم مسیحی فرقون کو بھی صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

ان فرقون سے مسیحیت کو فائدہ پہونچا

باب سیزدہم

مسیحیون پر مظالم

دین عیسویت کی حقیت اور اس کی برکت۔ حواریین کا خاتمہ۔ اختلافات سے جوش تبلیغ نہین رکا۔ عیسویت اور بت پرستی کا مقابلہ۔ عیسائی بدنام کیے گئے۔ وہ منحوس بتائے جاتے ہین۔ آخر جور و ستم شروع ہوا۔ پہلی مصیبت۔ مظالم کی اصلی ابتدا۔ طرایانوس کے عہد کے مظالم۔ اوریانوس کا عہد۔ انطنی نینوس کا عہد پولی کارپ کا عبرتناک واقعہ۔ آنٹی لیوس کے زمانے میں بخوف جان عیسائیت کا ظاہر کرنا۔ چندروزہ مہربانی۔ قومودس کا عہد۔ اس کی معشوقہ مرشیا۔ تھوڑے دنون کے انقلابات۔ اسکندر وس قیصر کی میجران ماسیح کی تصویر بجا لائی ہے۔ فلپ عربی نژاد قیصر اور اسکی مہربانیان۔ دقیوس قیصر کے مظالم۔ ہنوز میں بعض اور پر مظالم

عالی مین اور ڈی گلن۔

دین عیسوی کی حقیقت اور اسکی کمزوری

لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دین عیسوی خدا کا بھیجا ہوا سچا دین تھا۔ گو پیرو تو نقل وعقل سے پاک صاف نہ رہ سکا۔ مگر پھر بھی اس میں سچے اور دلکش روحانی اصول تھے جو انسانی طبیعت پر بے اثر کیے نہ رہ سکتے تھے صرف چند غریب اور آوارہ گرد وہ اعتقادون کی کوشش سے اسکی جڑ اتنی مضبوط ہو گئی تھی کہ پہلی صدی عیسوی کے ختم ہونے سے پہلے ہی دولت روم کے ہر صوبے میں اسکے دلدادہ اور معتقد موجود تھے۔ حضرت مسیح کے حواریون میں سے فیلبوس اور یوحنا کی نسبت اگرچہ ثابت ہے کہ بیت المقدس کی تباہی کے بعد زندہ وسلامت موجود تھے۔ مگر وہ ارض یہودا میں پڑے تھے۔ اور مسیحیت اسپین وافریقہ کے مغربی سواحل میں پھیل رہی تھی۔

حواریین کا خاتمہ

یہ حواری اگرچہ دین میں بہت بڑا اثر رکھتے تھے۔ اور عہد عیسوی نکے تبرکات سے تھے۔ مگر ہنوز وہ زندہ موجود تھے۔ اور مسیحیت میں ایسی ایسی شاخیں نکلنے لگین کہ اُن کو سوا اس کے کہ ایک کس پرسی کے عالم میں سب سے الگ پڑے رہیں اور کسی بات میں مفر نہ نظر آیا۔ غالبًا انھین اسباب سے وہ ایسی گمنامی میں پڑ گئے کہ کسی کو یہ بھی نہیں معلوم کہ ان میں سے کون کب مرا اور اس نے کہان جان دی۔ حواریین میں سے یوحنا کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ سب کے بعد تک زندہ موجود تھا اور پورے ایک سو برس کا ہو کے پہلی صدی عیسوی کے اختتام کے ساتھ ہی آغوش لحد کے سپرد کیا گیا۔ لیکن اپنی زندگی کے آخری دور میں یورپ واسکندریہ کے نئے عیسائیون کے سامنے وہ غریب ایک پرانے وقت کا آدمی خیال کیا جاتا تھا۔ اور غالبًا اُن جدید مسائل کو سمجھ بھی نہ سکتا ہو گا جو اُن دنون جناب عیسیٰ کی الوہیت کی نوعیت اور اُس غیر معمولی ابن آدم کی حقیقت کے متعلق دنیا کے سامنے پیش ہوا کرتے تھے۔

اختلافات سے جوش تبلیغ میں رکاوٹ

اسی کو غنیمت سمجھنا چاہیے کہ ان باہمی اختلافات اور تفسیقانہ جھگڑون نے تبلیغ کی رفتار نہ روکی۔ اور باعتبار ظاہر مسیحیت کا یہ بڑا معجزہ تھا کہ اس کے معتقد جہان آپس میں جاہلانہ طور پر مجادلہ ومکابرہ کرتے وہان دور دور تک ملکوں

پہونچ گئے اور کبھی نئے حصۂ ارض کا پتہ لگا کے اپنے مذہب اور مسیح کی دعوت کی اشاعت بھی ضرور کرتے تھے۔ ان سرگرمیوں نے جب اُنھیں ہر جگہ پھیلا دیا اور اطراف و جوانب میں ان کے ہم خیال و ہم عقیدہ پیدا ہو گئے تو نئی مذہبی جماعتیں قائم ہو گئیں۔ اور پُرانے دین اور قدیم مذاق کے بت پرستوں سے جھگڑے شروع ہو گئے۔ ان جھگڑوں نے اکثر موقعوں پر انتظامات سلطنت میں فرق ڈالا۔ اور جا بجا پولیٹیکل پیچیدگیاں نمایاں ہونے لگیں۔ مگر چونکہ سلطنت اور اُس کے ذی اقتدار حکام اور عہدہ داروں کا مذہب بھی بت پرستی تھا اس لیے اکثر یہی ہوا کہ عیسائیوں پر ظلم ہوا۔ وہ طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کیے گئے۔ کبھی کبھی دولت روم کو مجبوراً ایسے قوانین بھی جاری کرنے پڑے جو دین عیسوی کی اشاعت و ترقی کو روکتے تھے۔ مسیحی لوگ روز بروز اپنے آپ کو ملکی قوانین کی رو سے مجرم ثابت کرتے جاتے تھے۔ شہنشاہ اور اس کی مورت کی وہ ویسی تعظیم نہیں کرتے تھے جیسی کہ رومیوں کے قانون و مذہب میں ضروری تھی بت پرستوں کے تیوہاروں میں شریک ہونے سے بھی ان کو انکار تھا۔ پھر لطف یہ کہ شاہی جنگی خدمات سے بھی علٰحدگی اختیار کرتے۔ ان تمام امور کے ساتھ جب یہ دیکھا جاتا کہ وہ آپس میں برادرانہ تعلقات رکھتے ہیں اور اکثر اوقات مخفی طور پر اپنے خاص جلسوں میں شریک ہو کے باہم مشورے یا عبادت کرتے ہیں تو رومی حکام کو اور یقین ہو جاتا کہ سلطنت کے خلاف وہ کوئی سازش کر رہے ہیں۔

عیسائیوں اور بت پرستی کا مقابلہ

عیسائی بدنام کیے گئے

اس کا پہلا اثر تو یہی ہوا کہ رومی بت پرست عیسائیوں کو طرح طرح کے الزام دینے لگے۔ مشہور کر دیا گیا کہ عیسائی اپنی کمیٹیوں اور تقریبوں میں باہم مل کے زنا کرتے ہیں۔ اوہام پرست ہیں۔ ذلیل کم حیثیت اور ادنیٰ طبقے کے لوگ ہیں۔ رومیوں میں یہ روایت یقینی خیال کی جاتی تھی کہ "ایک زندہ نوزائیدہ بچہ آٹے میں لپٹا ہوا ہر نئے عیسائی ہونے والے کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ

ع۱ مسیحی کلیسیا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔

غلطی سے اس پر چھری مارتا ہے۔ نعوذ باللہ اس معصوم بچے کا خون گھونٹ گھونٹ میں لیا جاتا ہے۔ جسے تمام ہم مذہب پیتے ہیں۔ اس کے بعد دعوت ہوتی ہے۔ جس میں سب اہل کے منتہی اور دل میں جوش پیدا کرنے والی غذائیں اور شرابیں کھاتے پیتے ہیں۔ اور جب جوش دسر دراتہا سے ہیجان پر پہونچتا ہے اور وقت معہود آجاتا ہے تو فوراً چراغ گل کر دیا جاتا ہے۔ اور سب مرد و عورت انتہا درجے کی شہوت پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس وقت نہ ان کی تمیز رہتی ہے نہ بیٹی کی نہ بہن کی حس ہوتی ہے نہ کسی اور رشتہ دار کی۔ جو جس کو پاتا ہے اسی سے مشغول ہو جاتا ہے۔" یہ باتیں تھیں جو مسیحیوں کی نسبت ہر جگہ مشہور تھیں۔ اور وہ ہزار انکار کرتے اپنے مذہبی مقدس احکام کو پیش کرتے مگر ایک نہ سنی جاتی۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مسیحی مبتدع فرقوں اور خاصۃً ناسٹک گروہوں میں ایسی باتیں تھیں۔ رومیوں کو ان کی اندرونی اختلافات کی خبر نہ تھی اور سب کو ایک ہی

وہ منحوس بتائے جاتے ہیں

تصور کر کے یہ الزام دیتے تھے لیکن جب اس طرح بدنام کرنے سے بھی یہ مذہب نہ دب سکا تو وہ نحس قدم بتائے گئے۔ ان کی نحوستیں مشہور کی گئیں اور ضعیف الاعتقاد رعایا میں اُن کی طرف سے سخت نفرت و وحشت پیدا کر دی گئی۔ شمالی افریقہ میں ضرب المثل تھا کہ "اگر خدا مینہ نہ برسائے تو سمجھو کہ عیسائیوں کی نحوست ہے"۔ ہر طوفان۔ خشک سالی۔ قحط۔ اور وبا کے موقع پر بت پرستوں کے پوجنے والے غل مچاتے تھے کہ "بے دینوں کو نکالو اور عیسائیوں کو شیر ببر کے آگے ڈال دو"۔ لیکن جب ان باتوں سے بھی عیسویت

آخر جور و ستم شروع ہوا

کی ترقی کو نہ روکا تو سلطنت کو سختی اختیار کرنا پڑی تلوار اور کارروائیوں سے کام لیا جانے لگا۔ اور مظالم و خونریزی کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جو مسلسل دو سو سال سے زیادہ زمانہ تک جاری رہا۔

پہلی مصیبت

ان مظالم کی ابتدا قیصر روم نیرو کے زمانے سے ہوئی۔ جب ۶۴ قبل محمد (دسمبر ۶۴ء) میں جب آگ لگنے پر جو ظلم مسیحیوں کے ساتھ ہوا پولوس اور پطرس کا خون بھی

عه گئیں۔ عه ڈی مگن۔

دلوں میں کینہ زمین پر گرا دیا گیا۔ لیکن یہ مظالم جا ہے مخفی طور پر عیسائیت کے مٹانے کے لیے عمل میں آئے ہوں۔ مگر ظاہر میں الزام یہ لگایا گیا کہ عیسائیوں نے شہر روم میں آگ لگا دی مسیحی جا ہے بے جرم ہوں۔ مگر اس خونریزی کی نسبت یہ نہیں ثابت کیا جا سکتا کہ عیسائی محض مسیحی ہونے کی وجہ سے مارے گئے۔ اس سے انکار نہیں کہ نیرو نے مسیحی ہونے کو جرم قرار دیا تھا۔ مگر یہ بھی معلوم ہے کہ یہ حکم بھی فقط اس بنیاد پر دیا گیا تھا کہ مسیحی لوگ سلطنت کے باغی تصور کیے گئے تھے۔

مظالم کی اصلی ابتدا | عیسائیوں پر بہ حیثیت عیسائی ہونے کے جو مظالم ہوئے اُن کی تاریخ در حقیقت طریانوس (ٹریجن) قیصر روم کے عہد سے شروع ہوتی ہے۔

طریانوس کے عہد کے مظالم | اس کی ابتدا اس سے ہوئی کہ پلینی نے جو طریانوس کی طرف سے ایشیائے کوچک کے علاقے میں سنہ ۴۶۲ قبل محمد سے سنہ ... قبل محمد (۱۱۱ تا ۱۱۳ء) تک بتھینیہ کا گورنر تھا اپنے علاقے میں مسیحیت کا زور و شور دیکھ کے قیصر مذکور کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ بھیجا کہ "یہ وبا (مذہب عیسوی) بڑی سرعت سے پھیلتا جاتا ہے۔ ایشیائے کوچک کے شہروں ہی میں نہیں گانوں میں بھی اور ہر طبقے کے مردوں اور عورتوں کو اپنے دام میں پھنسا رہا ہے۔ یہاں تک نوبت پہونچ گئی ہے کہ بتوں کے مندر قریب قریب متروک ہو گئے۔ اور قربانی کے جانوروں کا کوئی خریدار نہیں۔ میں نے مسیحیت کے روکنے کے لیے بہت سے عیسائیوں کی نسبت موت کا فتوے دے دیا۔ بعضوں کو جو رومی شہزادے تھے اور بت پرستی چھوڑ کے عیسائی ہو گئے تھے دربار قیصری میں بھیج دیا۔" اور طریانوس سے ہدایت طلب کی کہ کیا ان کوششوں میں مجھے عمر کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے؟ اور کیا فقط عیسائی نام کے سبب سے لوگوں کو مجرم سمجھ لینا چاہیے۔ یا مزید تحقیقات کی بھی ضرورت ہے؟

عہ فی میں۔

اُس کے جواب مین طریانوس نے جو تحریر بھیجی تھی اُس کا نقل کرنا بھی لطف سے خالی نہ ہوگا۔ اس نے لکھا تھا۔ میرے دوست عیسائیون کی نسبت تم نے مناسب طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ کیونکہ سب حالتون مین ایک ہی قاعدے پر عمل نہین کیا جا سکتا۔ خود اپنی طرف سے ان کو نہ تلاش کرنا چاہیے۔ لیکن جب الزام اور جرم اُن پر عائد ہو جائے تو اُن کو سزا دی جائے۔ اور اگر کوئی عیسائی ہونے سے انکار کرے اور اس کا عملی ثبوت یون دے کہ مثلاً ہمارے بتون کی عبادت کرے تو وہ اپنی توبہ کی بنا پر معاف کیا جائے اگرچہ اُس کے پچھلے افعال کی وجہ سے اس پر شک بھی ہو۔ گمنام الزام کسی کی نسبت نہ تسلیم کیے جائین۔ کیونکہ یہ برا نمونہ اور ہمارے طرز حکومت کے خلاف ہوگا۔ خاص بیت المقدس کا سب سے بڑا بشپ شمعون جو حضرت مسیح سے قرابت کا بھی تعلق رکھتا تھا اسی قیصر کے عہد مین ۱۲۰ سال کی عمر کا ہو کے مصلوب کیا گیا۔ انطاکیہ کا مشہور پادری اغناطیوس (اگنیٹیس) بھی طریانوس ہی کے حکم سے روم مین جنگلی درندون کے آگے ڈال کے نچوایا اور مارا گیا۔[عہ]

اوریانوس کا عہد | طریانوس کے بعد اوریانوس (ہیڈرین) کا زمانہ شروع ہوا جس نے ۵۰۴ قبل محمدؐ سے ۴۹۳ قبل محمدؐ (سنہ ۱۱۷ تا سنہ ۱۳۸ع) تک حکومت کی۔ یہ قیصر دراصل عیسائیون کے حال پر مہربان تھا۔ گو اس نے بیت المقدس کے کھنڈرون پر رومیون کی نو آبادی قائم کر کے اس کا نام ایلیا کپیٹولینا رکھا تھا اور خاص مسیح کے مدفن کی جگہ وینس کا مندر بنوا دیا تھا۔ جہان مسیحی عبادت کرنے کی کوشش کرتے اور یہودی اپنے تمام کے تمام تنگ لیے اور سکوڑنا بھینکتے رہتے تھے۔[عہ] تاہم اس نے ایشیا کے والی کو حکم دیا کہ عیسائیون کے خلاف عام لوگون کی نفرت کو دور کرے۔

انطونینوس کا عہد | انطونینوس کا زمانہ اس کے بعد شروع ہوا۔ اس کے زمانے مین اگرچہ مسیحیون پر زیادہ ظلم و جور نہین ہوا مگر ۴۶۱ قبل محمدؐ (سنہ ۱۵۵ع) مین پولیکارپ جو ایشیا کی ممتاز...

عہ ڈائی کلن اور دیلی
عہ انوار توضیح انجیلین فی اخبار مصر مطبوعہ مطبع اسماعیل مطبوعہ مصر

پولیکارپ کا عبرت ناک واقعہ

اور شاگرد پولیکارپ کا مارا جانا اکیلا ایک ایسا خون تھا جو بہتوں پر بھاری تھا پولیکارپ سمرنا کا معزز پادری تھا۔ اور اس وقت اس کی عمر ۸۶ برس کی تھی۔ یہ ضعیف العمر عیسائی جب گرفتار کر کے رومی حاکم کے سامنے لایا گیا تو اس سے کہا گیا "مسیح پر لعنت کر دے" اس سال خوردہ عیسائی نے جواب دیا "میں نے ۸۶ سال تک مسیح کی خدمت کی۔ اور انھوں نے بھی میرے ساتھ نیکی کی ہے اب کیونکر اپنے خدا اور نجات دہندہ پر لعنت بھیج سکتا ہوں" حاکم نے کہا "میں تجھے جنگلی درندوں کے سامنے ڈال دوں گا" پولیکارپ نے بے تکلف کہا "جنگلی درندوں کو میرے پاس لاؤ۔ اس لیے کہ میں اپنے دل کو نیکی سے بدی میں تبدیل نہیں کروں گا" حاکم نے کہا "اگر تو درندوں سے نہیں ڈرتا تو میں تیری روح کو شعلوں کا عذاب دوں گا" بوڑھے قیدی نے جواب دیا "جس آگ کی دھمکی دیتے ہو وہ تھوڑی ہی دیر کے لیے برداشت کرنا پڑتی ہے لیکن شریروں کے لیے وہ آگ رکھی گئی ہو جس کا حال تم نہیں جانتے" ان جوابات کے بعد معافی کی کیا امید ہو سکتی تھی؟ بیچارہ پولیکارپ لکڑیوں کی ایک چتا پر بٹھا کے زندہ جلا دیا گیا۔

آرِلیوس کے زمانے کے سخت ظلم

لیکن اس کے بعد جب آرِلیوس مرقوزلیس کی قیصری کا زمانہ آیا تو یکایک عیسائیوں پر ایسے سخت مظالم شروع ہو گئے کہ انھیں کہیں پناہ نہ ملتی تھی۔ اس نے مسیحوں کی جستجو کے لیے جاسوس مقرر کیے۔ اور ادنیٰ ادنیٰ مخبری پر مسیحی لوگ گرفتار کر کے طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کر دیے جاتے۔ ہر عیسائی مجرم کے سامنے یہ شرط پیش کی جاتی کہ "بتوں پر قربانی چڑھاؤ" اور جو ان سے انکار کرتا قتل کیا جاتا۔ قتل اور آزار رسانی کے لیے بھی اس زمانے میں نئی نئی باتیں ایجاد کی گئی تھیں بعضے شکنجوں میں کسے جاتے۔ بعضوں کے جوڑ کاٹ کے الگ کیے جاتے بعضوں پر کوڑے پڑتے۔ پھر جب کھال گر جاتی۔ اور سارا بدن زخمی ہو جاتا تو وہ سمندر کی کھڑکھڑی شاخوں[ع] وغیرہ پر ڈال دیے جاتے۔ بعض وحشی درندوں سے پھڑوا دیے جاتے

ع سمندر میں مونگے اور عقیق وغیرہ کی قسم سے بعض نہایت ہی کھرکھرے اجسام نکلا کرتے ہیں۔ ان کو (صفحہ ۱۱۵)

عیسائیون کا مشہور ولی سینٹ جسٹن شہید اسی عہد کے مظلومون مین ہے۔ سب سے
بلینڈنیا کا مارا جانا
زیادہ استقلال و مضبوطی کا نمونہ اس زمانے مین ایک دس سال کے
لڑکے پنتی کس اور بلینڈنیا نام ایک عورت نے دکھایا۔ ان دونون کو پہلے تو دیگر
مظلومون کی اذیتون کا تماشا دکھایا گیا۔ اور جب اس سے بھی ان کے قدم کو لغزش نہ
ہوئی تو وہ خود سخت عذابون مین مبتلا کیے گئے۔ پنتی کس تو خوش نصیب تھا کہ
جلدی مر گیا۔ مگر بلینڈنیا دیر تک زندہ رہی۔ اور سخت جانی کی بدولت اسے یہ نیا ظلم
برداشت کرنا پڑا کہ لوہے کی ایک گرم اور جلتی ہوئی چوکی پر بٹھائی گئی پھر ایک جال مین باندھ کے
ایک سانڈ کے سامنے ڈال دی گئی جس نے سینگ بھونک بھونک کے ادھ موا کر دیا جب اسکے اعضا و جوارح
پاش پاش کر لیے تب اسکی مشکل آسان ہوئی کہتے ہین کہ نازک ہڈیون کے چور چور ہو جانے
کے بعد بھی کچھ دیر تک اس کی سانس چلتی رہی تھی۔ اس عہد مین جتنے لوگ مارے گئے
اُن کی لاشین بھی جلا کے خاک کر دی گئین عہ۔ مگر آخر مین ایک قحط کے موقع پر جب عیسائیون
چند روزہ مہربانی
نے نماز استسقاء ادا کی اور اتفاقاً پانی بھی برس گیا تو ایریلیوس کو عیسائیون
کے ساتھ ایک حسن عقیدت پیدا ہو گیا۔ اپنے گذشتہ مظالم پر بہت پچھتایا۔ آیندہ کے لیے
جور و ستم کے روک دینے کی کوشش کی۔ اور مسیحیون کو اس کے حکم سے رومی فوج
مین بھرتی ہونے کی بھی اجازت مل گئی۔ مگر رومی حکام اور افسران کے ویسے ہی دشمن
تھے۔ جنھون نے اب بھی اکثر عیسائیون کو آزار پہنچایا عہ۔
قومودیس کا عہد
آریلیوس قیصر کے بعد اُس کا بیٹا قومودیس اگرچہ شب و روز کھیل
تماشون اور لہو و لعب مین منہمک رہتا مگر عیسائیون کے حق مین برا نہ تھا۔ اس کی معشوقہ
مرقیا
اس کی معشوقہ مرقیا مسیحی تھی جس کے اثر سے اس مظلوم فرقے پر اس نے ہمیشہ مہربانی
کی۔ مگر مرقیا نے اس شاہی عنایت کا شکریہ خوب ادا کیا کہ شوہر کے دشمنون سے کی

(بقیہ صفحہ ۱۱۴) اگرچہ یہی مین شلخ کہتے ہین اور عام فارسی مین شلخ۔ جیسے شاخ مرجان بخصوص ہمارا اردو زبان
مین ایسی چیز کے لیے کوئی لفظ نہین موجود ہے۔ اسلئے ہم نے فارسی کا لفظ شاخ اختیار کر لیا۔ عہ مسیحی کلیسیا
کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن عہ انوار توفیق الجلیل۔ سہ مسیحی کلیسیا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔

اسے زہر دے دیا۔ سخت جانی نے زہر سے بھی اسے بچا لیا ہوتا۔ مگر سازش کر کے خوالون نے گھر مین گھس کے مارا۔ اور اس کارروائی مین بھی غالباً ممیا کو دخل تھا۔عـه الغرض اس طرح اس سے ۳۷۷ قبل محمدؐ (سنہ ۱۹۳ع) کے قریب تخت قیصری خالی کرا لیا گیا۔

متعدد تھوڑے دنون کے انقلابات

اس کے بعد جو زمانہ ۳۷۸ قبل محمدؐ سے ۳۲۲ قبل محمدؐ (سنہ ۱۹۳ع تا سنہ ۲۲۲ع) تک گزرا اس مین مختلف مذاق کے قیصر حکومت کرتے رہے۔ اور اسی کے مطابق عیسائیون کی حالت بھی انقلابات عالم کا تماشا دکھاتی رہی۔ کچھ زمانہ ایسا تھا کہ پھر وہ بہت سے عیسائی لالا کے مارے جاتے۔ جوان اور خوبصورت مسیحہ عورتین بے عزت کر کے قتل کی جاتین۔ یا وحشیون کے سامنے ڈالی جاتین۔ کبھی ایسے بھی دن ہوتے کہ مسیحیون کو پوری آزادی ہوتی۔ اور جسے چاہتے اپنے دین مین شامل کر لیتے۔ علی الخصوص اسکندر سویرس جو ۳۴۸ قبل محمدؐ سے ۳۳۶ قبل محمدؐ تک (سنہ ۲۲۲ع تا سنہ ۲۳۵ع) حکومت کرتا رہا اس کے زمانے مین تو حضرت مسیح کی مورت دولت روم کے مندرون

اسکندر سویرس قیصر کی مسیحہ ماں مسیح کی مورت پجواتی ہے۔

مین پج رہی تھی۔ اور سبب یہ تھا کہ اسکندر مذکور کی ماں جس کا نام مامیہ تھا ایک مسیحہ عورت تھی۔ اور بادشاہ کے مزاج پر اس قدر حاوی تھی کہ اس کے مشورے کے بغیر کوئی حکم اجرا نہ پاتا۔ اس نے اپنی نسائی خوش عقیدگی کی شان یون دکھائی کہ حضرت مسیح کی مورت بت پرست رومیون تک سے پجوا دی۔ اور عام حکم دے دیا گیا کہ جو کوئی مذہب مسیحی اختیار کرنا چاہے اسے اجازت ہے۔

فلپش عربی نژاد قیصر اور اسکی مہربانیان

سب کے آخر مین فلپش قیصر روم ہوا جو عربی نژاد شخص تھا اور یہی اکیلا عرب ہے جس کو ظہور اسلام سے پہلے قیاصرہ کے تخت پر جلوس کرنے کی عزت حاصل ہوئی۔ اس نے عیسائیون کے حال پر یہان تک مہربانی کی کہ بعض عیسائی مورخ اسے پہلا مسیحی بادشاہ بتاتے ہین۔ بعض مورخین نے اگرچہ اس کی مسیحیت کا دعوی کر دیا ہے۔ مگر اس کا ثابت کرنا مشکل ہے۔ لیکن اس مین شک نہین کہ اس کا عہد عیسائیون کے لیے

عـه الامر توفیق الجلیل۔

نہایت ہی امن کا زمانہ تھا۔ مگر وہ پانچ ہی سال حکومت کرنے پایا تھا کہ تخت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ ۳۷۲ قبل محمدؐ (سنہ ۲۵۰ء) مین دوقیوس روم کا فرمانروا قرار پایا۔

دوقیوس قیصر کے مظالم اس قیصر نے اگرچہ تقریباً دو ہی سال حکومت کی۔ مگر عیسائیون پر اس نے جو جو ظلم کیے ہین اُن کے اعتبار سے یہ مختصر زمانہ بھی بہت بھاری تھا۔ وہ اس کوشش مین تھا کہ اس دین کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کے پھینک دے کہتے ہین کہ عیسائیون پر یہ عہد ہمیشہ سے زیادہ سخت تھا۔ اس لیے کہ تمام قلمرو روم مین احکام جاری ہو گئے کہ جتنے عیسائی ملین سخت سزائین دے دے کے قدیم بت پرستی پر مجبور کیے جائین۔ اس قیصر کو عیسائیون سے مذہبی تعصب کے علاوہ یہ عداوت بھی تھی

مصر مین مسیحیون پر ظلم کہ انھین اپنے سابق عربی نژاد قیصر فلیبش کا دوست خیال کرتا تھا اس زمانے مین مصر مین بھی عیسائیون پر ہمیشہ سے زیادہ زیادتیان ہوئین۔ یہان مسیحیون کو ہمیشہ پناہ ملا کی تھی۔ اور حقیقتاً ملت عیسوی کو ترویج دین کا پورا موقع ملا ہوا تھا۔ مگر ان دنون قدیم بت پرستی کا ایک ایسا حامی اُٹھ کھڑا ہوا جس نے بت پرستون مین بڑا جوش پیدا کر دیا۔ عیسائیون کے گھر لوٹ لیے گئے۔ ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ اور بقیۃ السیف عیسائیون کو تھبئی مصر اور اطراف جعفہ وغیرہ مین بھاگ کے جان بچانی پڑی۔ عــہ

باب چہاردہم

پھر وہی مظالم اور ان کے نتائج

گالوس قیصر اور کچھ اطمینان۔ والریانوس کا زمانہ۔ پھر جور و ستم شروع ہوا۔ ایک مدت تک امن و امان۔ اوریلیانوس قیصر کا فساد۔ پھر ہمیشہ سے زیادہ ظلم۔ عیسائی بت پرستی پر مجبور کیے گئے۔ ان دنون دولت روم کی حالت۔ مغربی یورپ کے عیسائیون پر کم ظلم ہوا۔ ظلم کے مختلف طریقے۔ قصر قیصری مین آتش زدگی۔ انجیل دنیا سے فنا کر دی گئی۔ [illegible]

عــہ مسیحی کلیسا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔ عــہ انوار توفیق الجلیل۔

قیصر خود ظالم ظلم کرتے کرتے تھک گئے۔ مظالم سے عیسویت کو فائدہ پہونچا۔ ان ظلمون
کا الٹا اثر ہونے پر مسیحیون کا دعویٰ۔ اس کا اصلی سبب۔ دولت روم سے مسیحیت
نے کیا فائدے اٹھائے۔ پہلا فائدہ۔ دوسرا فائدہ۔ تیسرا فائدہ۔ چوتھا فائدہ۔

غالوس قیصر۔ اور گونہ اطمینان

اس کے بعد غالوس قیصر کا زمانہ بھی قوط (گاتھ) لوگون کے حملون کی وجہ سے سخت تھا۔ غالباً سنہ ۳۲۰ یا سنہ ۳۱۹ قبل محمدؐ (سنہ ۲۵۱ء یا سنہ ۲۵۲ء) خاص رومۃ الکبری کا بڑا بشپ جس نے پوپ کی عزت پیدا کر لی تھی جلا وطن کر کے قتل کیا گیا۔

والریانوس کا زمانہ

سنہ ۳۲۱ قبل محمدؐ سے سنہ ۳۱۱ قبل محمدؐ تک (سنہ ۲۵۱ء تا سنہ ۲۶۱ء) والریانوس قیصر کا زمانہ تھا۔ جو ابتدا مین تو مسیحیون کے حال پر مہربان تھا مگر جلوس کے چوتھے سال سے سخت دشمن ہو گیا پہلے تو اتنا ہی کیا کہ معزز و صاحب اثر مسیحیون کو جلا وطن کر دیا۔ ان کی ملکیتین ضبط کر لین۔ اور مذہبی جلسون کی ممانعت کر دی۔ مگر

پھر جور و ستم شروع ہوا

جب دیکھا کہ ان کارروائیون سے بھی ناصری کا مذہب نہین دبتا تو عیسائیون کو موت کی سزائین دینے لگا۔ لیکن ان مظالم کا انتقام اس سے خود خدا نے لے لیا۔ شاپور بن اردشیر بابکان تاجدار دولت ساسانی کے مقابلے مین اس نے شکست کھائی اور اس کے ہاتھ مین اسیر ہو گیا۔ شاپور نے اسے آٹھ سال تک اپنی قید مین رکھا اور ہمیشہ بری طرح سے ذلیل کیا کرتا تھا۔

ایک مدت تک امن و امان

سنہ ۳۱۱ قبل محمدؐ سے سنہ ۲۶۸ تک (سنہ ۲۶۱ء تا سنہ ۳۰۳ء) جو ۴۲ سال کا زمانہ گزرا وہ مسیحیون کے لیے نہایت امن و امان اور کامیابی کا زمانہ تھا۔ اس مدت مین تھوڑے تھوڑے زمانے کے بعد تخت قیصری پر چھ شہنشاہ بدلے۔ جن کے زمانون مین عیسائیون کو آزادی حاصل تھی۔ مذہب عیسوی کے روکنے کا قانون جو پیشتر جاری تھا منسوخ ہو گیا تھا۔ اور برابر منسوخ رہا۔ مسیحیت کو اپنے سنبھال لینے کے لیے کافی مہلت مل گئی۔ اور اسی سبب سے بڑے شہرون مین بڑے بڑے عظیم الشان گرجے تعمیر ہو گئے۔ مقدس کتابین جمع کی گئین۔ اور عشاء ربانی مین شانداری دکھانے کی غرض سے

ع۵۲ مسیحی کلیسیا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن ع۱۰۰ انوار توفیق الجلیل۔

سونے چاندی کے برتن فراہم کر لیے گئے۔

دقلطیانوس قیصر کا زمانہ

آخر مسیحیوں کی یہ خلاف امید ترقی بھی حیرت اور خطرے کی نگاہوں سے دیکھی گئی۔ دقلطیانوس (ڈائیو کلیشین) قیصر جو ۲۸۵ء قبل محمدؐ (۲۸۶ء) میں تخت نشین ہوا تھا اُس کے جلوس کے ۱۸ برس بعد ۲۶۷ء قبل محمدؐ (۳۰۳ء) میں وزرائے سلطنت کی یہ رائے قرار پائی کہ جس طرح ہو سکے مسیحیت کی اس ترقی کو روکنا چاہیے۔

پھر اور ہمیشہ سے زیادہ ظلم

اس مشورے کے مطابق دقلطیانوس نے عیسائیوں پر جبر و تشدد شروع کر دیا۔ اس کی ابتدا فوج سے شروع ہوئی۔ وہ تمام سپاہی جنھوں نے بتوں پر قربانی چڑھانے سے انکار کیا معزول کر دیے گئے۔ اور اس کے بعد ہی علی العموم مسیحیوں پر سختیاں ہونے لگیں۔ شہر نقومیڈیا جس میں خود شہنشاہ رہا کرتا تھا اُس کے عالیشان گرجے کا دروازہ توڑ دیا گیا۔ انجیل کی جتنی جلدیں ملیں جلوا دی گئیں اور گرجے منہدم ہونے لگے۔ پھر ممانعت کر دی گئی کہ عیسائی کسی مقام میں جمع نہ ہونے پائیں۔ اور اُن کے جتنے معبد ہوں سب برباد و مسمار کر دیے جائیں۔ اس کے ساتھ یہ فرمان بھی جاری ہوا کہ انجیل کی جلدیں جتنی اور جہاں ملیں جلا دی جائیں۔ اشتہار عام دے دیا گیا کہ عیسائی جب تک اپنے اصول پر قائم رہیں گے شہری اور آزاد ہونے کے حقوق سے محروم خیال کیے جائیں گے۔ غلام بھی جب تک عیسائی رہیں آزاد نہیں کیے جا سکتے۔ اس پر بھی ظلم و جور سے شہنشاہ کا جی نہیں بھرا تھا کہ یکایک حکم ہوا کلیساؤں کے جتنے افسر ہیں سب گرفتار کر لیے جائیں۔ یہ غریب چند ہی روز قید خانے میں رہے تھے کہ یہ نیا فرمان واجب الاذعان نافذ ہوا کہ سارے مسیحی قیدی بتوں پر قربانی چڑھا دیے جائیں۔

ان سب کے قتل ہو چکنے کے بعد عام مسیحیوں پر سختیاں ہونے لگیں۔ مردوں کی نسبت تو وہی حکم ہوا جو پہلے صرف قیدیوں کے لیے ہوا تھا۔ مگر عورتیں اور بچے تہ خانوں کی تہ میں لگا دیے گئے۔ شہر کے پھاٹکوں پر پہرے کھڑے کر دیے گئے کہ کوئی زن و مرد ان ظالموں سے بچنے کے لیے بھاگ نہ پائے۔ ہر قسم کے تمام عیسائیوں کی ایک فہرست ابو لبحب (؟) کی

عیسائی بت پرستی پر مجبور کیے گئے

اور اس میں جتنے نام مندرج تھے اُن کی نسبت عام حکم

جاری ہوا کہ ہر شخص حاضر ہو کے بت پرستی کے رسوم ادا کرے۔ اکثر عدالتون مین اور حکام کے اجلاسون کے سامنے ایک بت پرستی کی قربان گاہ بنا دی گئی تھی۔ ہر مجرم و اسیر پہلے اُس پر قربانی چڑھا لیتا تب مقدمے کی سماعت ہوتی ورنہ یونہین قابل سزا تسلیم کر لیا جاتا۔ عہ بازار مین جتنی کھانے کی چیزین فروخت ہوتین ان سب پر شراب بادہ یا پانی جو بتون کی پرستش مین استعمال ہو چکا تھا چھڑک دیا جاتا تاکہ مسیحی یا تو فاقون مرجائین یا ان ناپاک چیزون کو کھا کے جو "مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ" کے حکم مین تھین اپنا مذہب خراب کرین۔ عہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک مسیحیون کو ان کے مقتدا دُن نے خدا کے سوا دوسرون کے نیاز کی چیزین کھانے کی اجازت نہین دی تھی۔

اس عہد مین دولت روم کی قلمرو چار متفرق لوگون کے ہاتھ مین بٹی ہوئی تھی۔ اگرچہ تاج قیصری وقلطیانوس کے سر پر تھا۔ مگر اس کے زیر فرمان چار جدا جدا حکمران تھے۔ اور اپنی اپنی قلمرو پر وہ پوری طرح تصرف رکھتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ دین عیسوی پر ان دنون اگرچہ ہر جگہ ظلم ہوا۔ مگر ظلم کی حالت مختلف بلاد واقطار مین جدا رہی۔ مغربی یورپ کے عیسائیون نے بہ نسبت دیگر مقامات کے کم مصیبت اُٹھائی۔ اس لیے کہ وہان قسطنطیوس حکومت کرتا تھا جو وقلطیانوس کا شریک سلطنت اور عیسائیون کے حال پر ایک حد تک مہربان تھا۔ مگر بلاد مشرق مین انھین کوئی پناہ دینے والا نہ تھا۔ مصر مین بھی اُن دنون مسیحیون پر بڑا سخت ظلم ہوا۔ جہان وہ ہر جگہ مارے اور ستائے گئے۔

اس زمانے کے مظالم کی نسبت بعض لوگون کا بیان ہے کہ مرنے والے زخمیون کے بدن پر نمک ملا کے سرکا چھڑکا جاتا تھا۔ لوگ لوہے کی جالیون پر ڈال کے ہلکی ہلکی آگ مین کباب کی طرح بھونے جاتے تھے۔ بعض لوگ آگ کے اوپر لٹکا دیے جاتے اور جب گرمی اپنا کام پورا کر دیتی تو اتار کے آرے سے چیر ڈالے جاتے۔ بعض کے اعضا درختون کے متفرق ٹہنے قریب کر کے باندھ دیے جاتے اور باندھنے کے بعد وہ ٹہنے چھوڑ دیے جاتے تا کہ ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں۔

عہ دولت روم کی حالت

مغربی یورپ کے عیسائیون پر کم ظلم ہوا

ظلم کے مختلف نمونے

عہ مسیحی کلیسا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔ عہ تاریخ دین عیسوی مصنفہ ل مین۔

عہ مسیحی کلیسا کی تاریخ مصنفہ ڈی گلن۔

بعض کو کشتیون مین بٹھا کے جھیلون کے بیچ مین لے جاتے اور پتھر دن مین باندھ کے ڈبوا دیتے۔

قصر قیصر مین آتش زدگی | اتفاقًا اِن دنون قلطیانوس کے قصر مین آگ لگ جانے سے قیصر کا غصہ اور بڑھ گیا۔ اگرچہ ٹھیک پتہ نہ چلا کہ وہ آگ کس نے لگائی۔ مگر الزام عیسائیون ہی کے سر تھوپا گیا۔ یہ آگ ایسی شدید اور خوفناک تھی کہ قلطیانوس ڈر گیا۔ اور اپنا شہر چھوڑ کے بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن اُس کے جاتے ہی عیسائیون پر اور سختیان ہونے لگین۔ یہ مظالم اِس قدر بے رد و رعایت تھے کہ خاص شاہی محل کے جن زن و مرد پر مسیحیت کا شبہ تھا وہ بھی بغیر تون پر نذر چڑھائے نجات نہ پا سکے۔ اس زمانے کی سختیون نے بہت سے مسیحون کے پاے ثبات کو لغزش دیدی۔ عام حکم تھا

انجیل دنیا سے فنا کر دی گئی | کہ مسیحی مقتدا اُن کے پاس انجیل کا جو نسخہ ہو اسے فورًا خود ہی لا کے جلائے جانے کے لیے حکام ون کے حوالے کر دین اور جو کوئی ایسی نسخے کے چھپانے کا مجرم ثابت ہو گا فورًا مار ڈالا جائے گا۔ دوسری طرف مسیحون مین بھی یہ امر بہت بڑا مذہبی جرم تھا کہ کوئی اپنی دینی کتاب کو خود اپنے ہاتھ سے لیجا کے جلانے والون کے حوالے کر دلے۔ اکثر لوگ اس مذہبی کمزوری کے ملزم قرار پائے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ انجیلین قریب قریب دنیا سے نابید ہو گئین۔ عیسائیون کے حق مین یہ زمانہ بالکل ویسا تھا جیسے زمانے سے بخت نصر کے حملون کے بعد بنی اسرائیل کو سابقہ پڑا تھا۔ یعنی اس وقت توراۃ کے نسخے دنیا سے فنا کیے گئے تھے۔ اور اب انجیل کے نسخے فنا کیے گئے۔ اگرچہ عیسائیون کا بیان ہے کہ اُنھون نے اپنی مقدس کتاب کو دست بُرد زمانہ سے بچا لیا۔ لیکن اس سے انکار نہین کر سکتے کہ قلطیانوس کی آزار رسانیون کے وقت سے پہلے کی کوئی جلد عہدنامے کی دنیا مین نہین موجود ہے۔ اور نہ اُس کا بچ رہنا ثابت کیا جا سکتا ہے۔[۵]

۲۶۷ قبل محمد (۳۰۴ء) مین قلطیانوس سریر سلطنت سے دست بردار

[۵] تاریخ دین عیسوی مصنفہ ملمین۔ عہد ڈی گلن۔

ہو کے عزلت گزین ہو گیا۔ لیکن جو مظالم عیسائیون پر ہو رہے تھے بدستور جاری تھے۔

غالریوس قیصر | اور وجہ یہ بھی کہ غالریوس موجود تھا جو اس کی زندگی مین بھی ان ستم شعاریون کا زبردست محرک رہا تھا۔ آخر یہ ہوا کہ بت پرستی اپنا ظالمانہ تعصب دکھاتے دکھاتے تھک گئی۔ اور مسیحیت کو کسی طرح شکست نہ ہوئی۔

خود ظالم ظلم کرتے کرتے تھک گئے | ۳۱۱ قبل محمد (۳۱۱ء) مین غالریوس نے جو قسطنطیوس کے بعد قیصر روم قرار پایا تھا ایک فرمان جاری کیا جس کے ذریعے سے اُس نے شاہی پالسی ہی کو نہین ظاہر کیا بلکہ اس امر کا بھی اقرار کر لیا کہ دین عیسوی کے مٹانے مین جتنے تدابیر عمل مین لائے گئے سب مین ناکامی ہوئی۔ اسی کے ساتھ اُس نے اجازت بھی دیدی ہے کہ آیندہ اس دین کی مزاحمت نہ کیجائے۔ اور کہا مسیحیون کو خیال رکھنا چاہیے کہ دولت روم کی اطاعت کیشی و وفاداری کے ساتھ اپنے مذہب پر قائم رہین۔ پس اُس کے دوسرے ہی سال قسطنطیوس کے بیٹے قسطنطین نے جو قسطنطین اعظم کہلاتا ہے دولت روم کو اپنے قبضے مین کر کے اس قدیم شہنشاہی کو عیسوی حکومت بنا لیا۔ اور انقلاب زمانہ نے یکایک یہ نیا رنگ دکھایا کہ مسیحی اپنی مظلومیون کا انتقام بت پرستون سے لے رہے تھے۔

مذکورہ مظالم اس مین شک نہین کہ نہایت سخت تھے۔ مگر مسیحیت کو اُن سے

مظالم سے عیسویت کو فائدہ پہونچا | بہت بڑا فائدہ بھی پہونچا۔ اسی جبر و تشدد نے پہلے اُن کے دلون مین مذہب کی محبت اور اپنی دھن پر قائم رہنے کی ضد پیدا کی پھر ان مین اتفاق و ہم آہنگی کے اصول قائم کیے۔ اور سب سے بڑا فائدہ یہ پہونچا یا کہ دشمنون کے دل مین بھی عبرت و خدا ترسی کے پہلو سے ان کا درد پیدا ہو گیا جس بہادری اور بے پروائی سے اُس عہد کے مسیحی مردون عورتون اور بچون تک نے مذہب پر اپنی جانین قربان کی ہین وہ ایسی نہ تھی کہ جلاد اور قاتل بھی دل مین اُن کی مظلومی و ثابت قدمی کے معترف نہ ہو گئے ہون۔ اور یہی سبب تھا کہ جتنے عیسائی مارے

عہ ۳۱۱ء مین۔

جلاتے اُن سے زیادہ پیدا ہو جاتے۔ اُس عہد کے مشہور پادری طرطلیان نے رومیون کے مظالم پر جو کہا تھا کہ ہماری تعداد جتنی تم تباہ کرتے ہو اُس سے زیادہ بڑھتی ہے۔ عیسائیون کا خون ہی اُن کا بیج ہے" بالکل درست تھا۔

ان ظلمون کا اثر ہونے پر مسیحیون کا دعوے

عیسائیون کو انھین مظالم کی بنیاد پر اپنے مذہب کی حقیت کا بہت بڑا دعویٰ ہے۔ اور ہمین بھی اُس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہین۔ اس لیے کہ دین مسیحی کو ہم ایک سچا اور آسمانی مذہب تسلیم کرتے ہین اور اس سے شاید کسی کو انکار نہ ہوگا کہ "الحق یعلو ولا یعلیٰ"۔ لیکن اگر اسباب

اس کا اصلی سبب

پر نظر ڈالی جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ قیاصرۂ روم نے سوا بعض خاص خاص اوقات کے پوری اور مسلسل کوشش اس امر کی نہین کی کہ دین مسیحی کو فنا کر دین۔ خود دولت روم کو اس زمانے مین کبھی اتنا اطمینان نہین نصیب ہوا کہ اس قسم کے اندرونی جھگڑون کی طرف بالاستقلال توجہ کرے۔ وحشیان جرمن اور قوط کے سخت سخت حملون خسروان عجم کی پے در پے فوج کشیون کی بدولت تاجداران روم کو بار بار سرحدی معاملات کی طرف متوجہ ہونا پڑتا۔ اور اسی سبب سے عیسائیون پر ظلم ہونے کی رفتار بھی ہمیشہ سست رہی[۵۶]۔ اور مظالم کی معمولاً یہ حالت رہی کہ چند روز کے لیے ہوے اور پھر آزادی دیدی گئی۔ مسیحی اگر تھوڑے زمانے تک ظلم اُٹھاتے تو پھر تھوڑی مدت تک امن و امان سے بسر کرنے کا بھی موقع پا لیتے اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر ظلم و جور کے زمانے کے بعد انھین سنبھلنے اور اپنے نقصان کی تلافی حاصل کر لینے بلکہ شہیدون کی تعداد سے زیادہ رومیون کے عیسائی بنا لینے کا موقع مل جاتا۔

دولت روم سے مسیحیت نے کیا فائدے اٹھائے

مسیحی مورخین اپنی تصانیف مین اس امر کو تو بہت زور دے دے کے بیان کرتے ہین کہ قیاصرۂ روم نے اُن کے قدیم معتقدون اور ہم مذہبون پر بیجا سختی سے ظلم کیے۔ لیکن یہ نہین بتاتے کہ دولت روم کی برکتون اور فیاضیون سے خود انھون نے کیسے کیسے اور کیا کیا فائدے اٹھائے

۵۶ تاریخ دینیہ عیسوی کی ذیل مین منعقد کلیسا کی تدریجی ترقی۔

اگر سچ پوچھیے تو مسیحیت دنیا مین بڑھی اور پھیلی اسی سبب سے کہ اس زمانے مین روم کی سی ایک عظیم الشان شاہنشاہی قائم تھی جس نے اُسے ہر پہلو سے فائدہ پہونچایا۔

پہلا فائدہ پہلا تو یہی کیا کم فائدہ تھا کہ رومیون کی سطوت نے دولت ایران کی مغربی حدود سے لے کے انتہائی آبادی یعنی سواحل بحر اعظم مغرب تک اور رود ٹیمس سے روس و جرمن سے لے کے صحراے افریقہ تک ایک باعظمت و جبروت سلطنت قائم کر رکھی تھی جس کے اندر صدہا ممالک تھے اور مختلف قومین آباد تھین ایک ہی سلطنت ہونے کی وجہ سے اُن تمام ممالک دور و دراز مین ایک ہی قانون نافذ تھا اور ایک ہی قسم کے حکمران تھے۔ یہ عام فطرتی قاعدہ ہے کہ کسی دین یا خیال کا پھیلانا کسی ایک ملک مین جب شروع ہو جاتا ہے تو پھر اُس کے حدود کے اندر تبلیغ کرنیوالون مین اشاعت کی جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔ عام اس سے کہ کیسی ہی مزاحمتین پیش آئین تبلیغ کرنے والون کو اس ملک کے بلاد و قصبات مانوس نظر آتے ہین۔

ارض یہودا بھی دولت روم ہی کے ایک صوبہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس مین ایک نئے دین کی تبلیغ کرنے کی ابتدائی دشواریان خود حضرت مسیح نے جھیلین۔ اور جب وہان علانیہ تبلیغ شروع ہو چکی تو دولت روم کے دیگر صوبجات مین جا کے تبلیغ کرنا اتنا دشوار نہ تھا جتنا کہ کسی دوسری سلطنت کی قلمرو مین جا کے تبلیغ کرنا ہو سکتا تھا۔ اور اگر بالفرض اس مین بھی کچھ دشواری تھی تو اُس کو پولوس اور پطرس نے اس زمانے مین آسان کیا جبکہ وہ سوا خاص اوقات کے آزادی سے بے روک ٹوک تبلیغ کر سکتے تھے۔ ہمارے اس دعوے کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ ایران جو ارض یہودا سے قریب ہی تھا وہان صرف دوسری سلطنت ہونے کے سبب سے مسیحیت کے کسی داعی کو جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ دولت روم کے ساتھ ہی ساتھ رہتے۔ اور جہان تک روما کا عقابی جھنڈا پہونچا وہین تک وہ بھی حضرت عیسیٰ کا نام پکارتے ہوئے پہونچتے تھے۔

دوسرا فائدہ دوسرا فائدہ یہ تھا کہ قیاصرۂ روم کی خوش انتظامی سے اُن کی تمام

قلمرو میں ساری دنیا سے زیادہ امن وامان قائم تھا۔ ہر طرف کے راستے کھلے ہوئے تھے۔ تاجرانہ قافلوں کی آمد و رفت تھی۔ اور عیسائی واعظوں کو اس دولت کے کسی صوبے تک پہونچ جانے میں کسی قسم کی مشکل نہیں پیش آتی تھی۔

تیسرا فائدہ

تیسرا فائدہ مسیحیت نے دولت روم کے آزادانہ اور منصفانہ قوانین سے اٹھایا وجہ یہ تھی کہ روم و یونان کے حکمران فلسفیانہ اختلافات سے مانوس تھے اور مسائل الہیات میں رد و بدل کو گوارا کرنے کے عادی ہو رہے تھے۔ اور اس وسیع الخیالی کی برکت سے مذہبی آزادیوں کے حالات سن کے تحمل کر جانا اُن کے لیے کوئی نئی بات نہ تھی۔ رومیوں نے اس قسم کے اختلافات کی عام آزادی دے رکھی تھی۔ مسیحیت جب پہلے پہل شائع ہوئی اس وقت اسے بھی وہ ایک فلسفیانہ اختلاف رائے سمجھے۔ اور کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔ پہلی صدی عیسوی میں بعض اوقات جو چند مظالم عیسائیوں پر ہو بھی گئے تو وہ محض اس سبب سے تھے کہ رومیوں نے عیسائیوں کو یہودیوں کا ایک فرقہ خیال کیا۔ اور یہودی در اصل پولیٹکل مجرم اور باغی تھے۔ اور دوسری تیسری صدیوں میں جو ظلم ہوئے وہ بھی اس وجہ سے تھے کہ مسیح پر ایمان لانے والی جماعتوں نے دولت روم کے ہر شہر میں جھگڑے پیدا کر دیے تھے۔ قدیم مذہب کے علاوہ بعض اوقات خود شہنشاہوں کی بھی علانیہ توہین کرنے لگتے تھے۔ اُن کے دیوتاؤں کو بُرا کہتے۔ اور بتوں کی پرستش اور ملکی و قومی کاموں میں رخنہ انداز ہوتے تھے۔

چوتھا فائدہ

چوتھا اور سب سے بڑا فائدہ دین مسیحی نے دولت روم کے قدیم مذہب سے اٹھایا۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں بت پرستی کا عقیدہ لوگوں کے دلوں سے اٹھتا جاتا تھا۔ اور مذہب صرف ایک فیشن کے طریقے سے برتا جاتا تھا۔ ہر رومی شخص دل میں سمجھتا تھا کہ ہمارا مذہب ایک ڈھکوسلہ ہے جو دل و دماغ کا اطمینان نہیں کر سکتا۔ بت پرستی کے مذہب کے بڑے بڑے معبود نہایت درجہ بد اخلاقیوں کے نمونے بنے ہوئے تھے۔ اور رسمیں اُن بت خانوں میں جو جا بجا تھیں اکثر بے رحمی بیہودگی فریب۔ اور عیاشی پر مبنی تھیں۔ دیوتاؤں کے نام پر بہت سی لڑکیاں نذر تھیں جن کی وجہ سے بدکاری

حد سے زیادہ بڑھتی جاتی تھی۔ مذنا عام طور پر رواج پذیر تھا۔ اور کم تھے جو اسکو عیب سمجھتے ہوں۔ یہ تمام باتین کسی شائستہ مذہب کو پکار پکار کے بلا رہی تھین۔ یہودیت اگر غیر قومون کو اپنے دامن مین لینا پسند کرتی تو غالباً وہ مسیحیت سے بھی زیادہ کامیاب ہوتی۔ اُس نے اپنی خوبیان دکھائین۔ لوگون کے دلون کو للچایا۔ مگر جس نے پاس آنے کا ارادہ کیا اُسے ڈھکیل کے الگ کر دیا۔ ایسی حالت مین عیسویت ملت یہود کے لباس مین پھیلنا شروع ہوئی۔ اور بغیر اس کے کہ کسی رقیب مذہب کا اندیشہ ہو دنیا پر اپنا سکہ بٹھانے لگی۔

الغرض یہی باتین تھین جن کی بدولت دین عیسوی اپنی جان بچاتے بچاتے بہت بڑے حصہ ارض کا مالک بن بیٹھا۔ اور جن کے ظلم سہ رہا تھا اُنھین کی قسمت کا مالک ہو گیا۔

باب پانزدہم

قسطنطین اعظم کا عہد نیقیہ کی کونسل سے پہلے

قسطنطین اعظم۔ ایک وقت مین چار قیصر۔ قسطنطین کی جانشینی۔ قیصرون کی دو دو پارٹیان۔ قسطنطین کے اقبال کی ابتدا۔ اس کا خواب دخیالی۔ پہلا صلیبی جھنڈا۔ قسطنطین عیسائیون کا کیونکر دوست ہوا۔ اس کے پولیٹکل مصالح۔ صلیب پرستی کی ابتدا۔ صلیب کی اصلیت۔ مقفوس کی تیاریان۔ معرکۂ روما۔ دونون بت پرستی کی شکست۔ معصی نوس کا خاتمہ۔ قسطنطین و لقی نوس کی باہمی مخالفت۔ قسطنطین کی فتح۔ تبدیل دارالسلطنت۔ روما کی مذہبی وقعت۔ اس کے بدلنے کی ضرورت۔ یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ نیا دارالسلطنت بزنتیم۔ اس کا نہایت عمدہ موقع۔ اس کا نام قسطنطینیہ مشہور ہوا۔ اس مین تجانے سینٹ صوفیا کی ابتدا۔ قسطنطین کی عورت۔ اسکا اصلی مذہب۔ مذہب کے متعلق اُسکا تذبذب۔ مسیحیت پر اسکے احسانات۔ اس کے ہاتھ سے قدیم مذہب پر کیونکر ظلم ہوا

قسطنطین اعظم

قسطنطین اعظم جس کے ہاتھوں اور اثر سے مسیحیت کو روم کا شاہی دین اور حکمران مذہب بنا دیا۔ اس کی داستان یہ ہے کہ غالی ریوس قیصر نے عظیم الشان سلطنت کی دشواریاں دیکھ کے قسطنقیوس نام ایک شخص کو جو مملکت گالیا (فرانس)

ایک وقت میں چار قیصر

پر متصرف تھا۔ اپنا ہمرتبہ قیصر تسلیم کر لیا۔ غالی ریوس تو خاص روم میں تھا۔ مگر قسطنقیوس مغربی صوبجات دولت روم میں۔ اس کے بعد اس نے دو اور شخصوں کو منتخب کر کے اپنی قیصری میں شریک کر لیا۔ جن میں سے ایک سویرس تھا۔ اور دوسرا مقسیمنوس عہ گویا اس زمانے میں تمام ممالک روم چار متفرق قیصروں میں بٹے ہوئے تھے جن میں سب پر بالادست غالی ریوس تھا۔ اتفاقاً انہیں دنوں قسطنقیوس حکمران گالیا انگلستان کے کسی شہر میں بیمار ہوا اور اپنے بیٹے قسطنطین کو جانشین چھوڑ کے مر گیا۔ یہی قسطنطین

قسطنطین کی جانشینی

جو چند روز بعد اپنے فتوحات اور اپنے کارناموں کے لحاظ سے قسطنطین اعظم کہلایا۔ قسطنطین کی جانشینی کی بعد اطالیہ میں ایک بڑا ہنگامہ ہوا۔ سویرس جو شریک سلطنت مار ڈالا گیا۔ اور مقسنقوس نام ایک اور شخص اس کا قائم مقام ہوا۔ غالی ریوس اس انتخاب سے ناراض تھا۔ مگر کسی قسم کا رد و بدل نہیں کرنے پایا تھا کہ وہ بھی بیمار پڑ کے مر گیا۔ اور اس کی جگہ مقسیمنوس جو پہلے شریک سلطنت تھا مستقل طور پہ قیصر روم قرار دیا اور اس کی جگہ عہ لیقینوس نام ایک نیا شخص شریک سلطنت قرار دیا گیا۔

قیصروں کی دو پارٹیاں

ان چاروں قیصروں نے چند ہی روز حکومت کی تھی کہ باہم نفاق پیدا ہوا۔ اور دو دو ایک طرف ہو کے دو مختلف پارٹیاں بن گئیں قسطنطین لیقینوس سے مل گیا۔ اور مقسنقوس مقسیمنوس سے۔ مقسیمنوس نہایت ہی ظالم و سنگدل واقع ہوا تھا۔ اس نے لوگوں کو

قسطنطین کے اقبال کی ابتدا

ایسا ستایا کہ سب اس کی شکایت لے کے قسطنطین کے پاس پہنچے اور دادخواہی کی۔ مقسیمنوس ایک عیش طلب بادشاہ تھا۔ جس میں قسطنطین کی سی بہادری و شجاعت نہ تھی۔ مگر قسطنطین کے پاس فوج

عہ قسطنقیوس معرب ہے کانسٹن ٹی اس کا۔ عہ مقیسمنوس کو انگریزی میں میکزمن لکھتے ہیں۔

عہ لیقینوس کو انگریزی میں لی سی نی اس کہتے ہیں۔

اِس قدر کم تھی کہ خاص قیصر دار السلطنت روما پر حملہ کرتے ڈرتا تھا قسطنطین چند روز تک ایک تذبذب کے عالم مین رہا۔ بار بار فوج کشی کا ارادہ کرتا تھا مگر ہمت نہ پڑتی۔ پولٹیکل تدابیر بھی سوچتا اور ان مین بھی کامیابی کی کوئی صورت نہ نظر آتی۔ اسے زیادہ تر امید عیسائیون سے تھی جو روم مین زیادہ ستائے جارہے تھے۔ لیکن ان سے بھی کسی خاص قسم کی مدد ملنے کی امید نہ تھی۔

اس کا خواب و خیال

انھین افکار مین تھا کہ یکایک خیال کی آنکھون نے بیداری ہی مین ایک عجیب کرشمہ دکھایا۔ ایک دن دوپہر ڈھلنے کے ذرا دیر بعد کیا دیکھتا ہے کہ آفتاب کے اوپر ایک نورانی صلیب بنی ہوئی ہے۔ اور اس پر لکھا ہے "اس کے ذریعہ سے فتح حاصل کر" یہ کرشمۂ قدرت صرف اسی کو نہین نظر آیا بلکہ اسکے ہمراہیون نے بھی دیکھا۔ اس عجیب و غریب نظارے کی حیرت کم نہین ہوئی تھی کہ قسطنطین سو گیا۔ سوتے مین یہ خواب دیکھا کہ گویا حضرت مسیح علیہ السلام آئے ہین۔ اُس نے اور انھون نے مل کے ایک صلیبی جھنڈا بنایا ہے۔ جسے حضرت مسیحؑ نے اسکے حوالے کیا ہے اور فرماتے ہین۔ اس جھنڈے کو ساتھ لے کے تو جس میدان مین جائے گا فتحیاب ہوگا[۵]۔

پہلا صلیبی جھنڈا

قسطنطین نے خواب سے بیدار ہوتے ہی ویسا ہی صلیبی جھنڈا بنایا جیسا کہ حضرت مسیحؑ نے بتایا تھا۔ اس کی لکڑی پر سونے کا خول چڑھوا دیا۔ اور بیرق نہایت ہی اعلیٰ درجے کے کارچوبی کام اور جواہرات سے آراستہ کی۔ اسی جھنڈے نے پہلے پہل جناب مسیحؑ کو لڑائی کے دیوتا کی شان مین نمودار کیا۔ یہ علم مدت ہاے دراز تک قسطنطنیہ مین اعلیٰ ترین مقدس تبرکات کی شان سے رکھا رہا۔ اور قیصر کی فوجون مین اس کو وہی وقعت حاصل تھی جو ایران مین درفش کاویانی کے لیے مخصوص تھی مسیحون کا یہ پہلا صلیبی جھنڈا جو قدیم عیسائیون کے دعوے کی بنا پر حضرت مسیح کی ہدایت و بشارت کے مطابق بنایا گیا "لیارم" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ جس عجیب

عـ۵ انوار توفیق الجلیل عـ۵ تاریخ دین مسیحی ل مین۔

غریب لفظ کے اصلی معنی باوجود بہت سی زبانون کے لغات چھان مارنے کے آج تک نہین معلوم ہو سکے۔ اور نہ یہ پتہ چلا کہ یہ کس زبان کا لفظ ہے۔ اس پر تاج کے اندر حضرت مسیح کے نام کے دو حرف اور یہ نشان (☧ یا ⳨) بنے ہوے تھے۔

بعض خوش عقیدہ اور دین عیسوی کو ترقی دینے والے پادریون[عہ] کا بیان ہو کہ خود قسطنطین نے اس واقعے کو اُن کے سامنے حلفیہ بیان کیا۔ مگر اسکی اصلیت اور واقعیت کو فن تاریخ کی موجودہ تحقیقات ہم سے پہلے مشکوک کر چکی ہے۔ اسی عہد کے بُت پرست

قسطنطین عیسائیون کا کیون دوست ہوا

اور فلسفی قسطنطین کے حامی مسیحیت ہونے کا باعث ایک اور واقعے کو بتاتے ہین جو زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے قسطنطین نے اپنے محل کی شرمناک سازش سے برہم ہو کے اپنے بیٹے قرسغوس[عہ] کو قتل کر ڈالا تھا۔ لیکن جب بعد معلوم ہوا کہ بیٹا بیگناہ مارا گیا تو بڑی ندامت ہوئی۔ اور ہر وقت دل پر ایک کوفت رہنے لگی۔ اس ندامت کا اثر دفع کرنے کے لیے اس نے بُت پرستی کے بڑے بڑے مقتداؤن کو جمع کیا۔ اور نجات کی تدبیر پوچھی۔ سب نے بالاتفاق کہا ایسے غیر قابل عفو جرم کے مٹانیکے لیے ہمارے دین مین کوئی کفارہ نہین ہے۔ الغرض ندامت کا جو بار قسطنطین کے دل پر تھا بُت پرست مقتداؤن کے مٹاے نہ مٹ سکا۔ انھین دنون اتفاقاً ایک مصری عیسائی کسی محل کی عورت کے ذریعے سے قسطنطین کے دربار تک پہونچا۔ اور اسے یقین دلایا کہ مسیح کا دین روح کو ہر گناہ سے پاک و صاف کر سکتا ہے[سہ] یہ بات افسردہ خاطر بادشاہ کے دل مین جم گئی۔ اور اسی وقت سے اُس نے اپنے آپ کو بالکل عیسائیون کے ہاتھ مین دے دیا۔

اس کے پلٹیکل مصالح

اصل یہ ہے کہ قسطنطین عیسائیون کے صبر و استقلال کو دیکھ کے دل مین اُن کے دین کی مضبوطی کا معترف ہو چکا تھا۔ وہی نہین اس کے باپ کو بھی مسیحیون کے ساتھ ایک خاص ہمدردی تھی۔ جس مین غالباً سب سے زیادہ اس امر کو دخل تھا کہ قسطنطین کی مان ہلینا ایک پرجوش اور صادق الاعتقاد مسیحیہ تھی۔ باپ کے بعد جب

عہ قیساریہ کا بشپ یوسیبیوس عہ قرسغوس یا کرسپس۔ سہ گبن۔

بلا شرکت غیرے شہنشاہ بننے کی آرزو نے قسطنطین کے دل مین جوش مارا تو اسے دولت روم کے خلاف اور خاص روما پر حملہ کرنے کے لیے عیسائیون سے زیادہ اور کسی گروہ سے مدد ملنے کی امید نہ نظر آئی۔ اس کو یقین تھا کہ وہ لوگ ضرور ساتھ دین گے اور یہ بھی جانتا تھا کہ اگر وہ ساتھ دین گے تو پھر اُن سے زیادہ پرجوش اور وفادار کوئی گروہ نہ ثابت ہوگا۔ صاف ظاہر تھا کہ قسطنطین رومیون کے ساتھ ہزار ہمدردی کرتا ان کی نظر مین ایک معمولی ہی شخص رہتا۔ مگر مسیحی جو صدہا سال سے ظلم و ستم کے مورد بنے ہوے تھے اُن کے ساتھ تھوڑی ہی ہمدردی بھی اُنھین جان و مال فدا کر دینے پر تیار کر سکتی تھی۔ اور یہی ہوا۔ غرض یہ باتین تھین جنھون نے پولیٹکل اغراض سے اُسے مسیحون کا دوست اور مربی بنا دیا۔ اور جب اس پولیٹکل تدبیر مین امید زیادہ کامیابی ہوئی تو عیسائیون کا بہت بڑا پرجوش دوست اور حامی بنگیا۔ مگر مستقل قیصر ہو جانے کے بعد بھی بہت دنون تک وہ عیسائی نہین ہوا۔ بلکہ فقط اُن کی دل دہی[عہ] و جنبہ داری سے اپنا کام نکالتا رہا۔

بہرحال اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ مسیحی ہونے سے پہلے ہی

صلیب پرستی کی ابتدا

اس نے صلیبی جھنڈا بنوا کے اپنے لشکر کے آگے کیا۔ اور سب سپاہیون کو بھی حکم دے دیا کہ اپنے ہتھیارون اور اپنے ڈھالون وغیرہ پر صلیب بنائین۔ اُس خاص جھنڈے کے علاوہ ہر بیرق مین بھی صلیب بنائی گئی سب کے لباسون پر بھی صلیب بنی تھی۔ اور ہر سپاہی کے خود پر بھی سنہری صلیبین چمک رہی تھین مشکل سے بتایا جا سکتا ہے کہ اُسے اس فوجی معرکہ کی محرک

صلیب کی اصلیت

کون سی چیز ہوئی سب سے پہلے صلیب قدیم اسیریا والون مین ملی ہے۔ وہان بعض موقعون پر وہ بت پرستی کی ایک علامت شمار کی جاتی تھی۔ ہندوستان مین بھی ترسول جو صلیب سے تھوڑا ہی فرق رکھتا ہے مدت ہاے دراز سے ایک مذہبی نشان خیال کیا جاتا ہے۔ عیسائی جو رسم و رواج اور ہر بعد کی ایجاد شدہ

[عہ] دل مین۔

بدعت کو جو دین بنا لینے کے عادی ہو رہے تھے اُن کو بھی یہ معرکہ بہت پسند آگیا اور کہنا چاہیے کہ اسی زمانے سے صلیب عیسویت کا نشان بن کے کلیسا مین داخل ہوئی۔ اور گرجون کی محرابون مین عالیشان عمارتون کے بُرجون پر چمکنے لگی۔

اکثر مورخین کے بیان سے ثابت ہے کہ اس سے پیشتر بھی عیسائی لوگ صلیب کو خاص عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مگر جو وقعت اُسے کیتھولک لوگون مین بعد حاصل ہوئی اس کا بانی قسطنطین ہی تھا۔ حالانکہ قسطنطین نے جس وقت اِس نشان کو ایجاد کیا ہے اس وقت تک کسی کو اُسکے عیسائی ہونے کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اس نشان سے اُس مدبر و دور اندیش شہنشاہ نے یہ بہت بڑا فائدہ اٹھایا کہ عیسائی سپاہی اُس کے نیچے مافوق العادت جوش سے لڑتے تھے۔ اول تو صلیب خود ہی ایک قہر و غضب کا نشان تھی۔ پھر اس کے ساتھ مسیحیون کے مذہبی جوش نے یہ نتیجہ پیدا کیا کہ دوسری ہی لڑائی سے یہ حالت ہو گئی کہ اس کے دشمن اس ہیبت ناک علم کی صورت دیکھتے ہی ڈر جاتے تھے۔

مقسنقوس کی تیاریان | قسطنطین اعظم جب اس نئے علم اور مسیحی فوجون کو ساتھ لے کے روانہ ہوا تو مقسنقوس نے بھی مقابلے کی بڑی بڑی تیاریان کین۔ رومیون کا جوش مذہبی تازہ کرنے کے لیے وہ قدیم بت پرستی کی بہت سی رسمون کو بجا لایا۔ مندرون اور بُت خانون پر قربانیان چڑھائین* اپالو کے مندر سے فالین لین جس کا عجیب دو رُخا جواب ملا کہ۔ "روم کے دشمن تباہ ہون گے" کون بتا سکتا تھا کہ روم کا دشمن کون ہے؟ لیکن مقسنقوس کو اس جواب سے اطمینان ہو گیا۔

معرکۂ شہرہ | شہر وِرونا کے میدان مین دونون فوجون مین لڑائی ہوئی۔ اور صلیب کی حمایت داری نے قسطنطین کو فاش شکست دی۔ اس فتح کے بعد قسطنطین آگے بڑھا مقسنقوس نے روم سے نکل کے دوسری فوج کی ترتیب کی گویا قدیم دیوتاؤن کے مندرون

---

*انو اہر توفیق الجلیل۔

کے بچانیکی ایک اور کوشش کی گئی۔ خاص روما کی دیوارون کے نیچے سنہ ۲۵۹

دوسری لڑائی اور بت پرستی کی شکست

قبل محمد (سنہ ۳۱۲ء) مین دوسری لڑائی ہوئی۔ اور اسی کے ساتھ مقسنقوس کی قسمت الٹ گئی۔ بتون اور مندرون کے حامی نہایت بدحواسی سے بھاگے۔ اور غالباً اسی شکست کی غیرت وندامت کا یہ انجام تھا کہ معرکہ آرائی کی دوسری ہی صبح کو مقسنقوس کی لاش دریاے طبر کی سطح پر تیرتی ہوئی ملی۔

مقسیمنوس کا خاتمہ

مخالف جماعت کا دوسرا سردار اور مقسنقوس کا شریک مقسیمنوس باقی تھا جسے قسطنطین کے رفیق لیقینوس نے دوسرے سال شکست دے کے اسیر کرلیا۔ اور جبراً خود اسی کے ہاتھ سے اُس کی زندگی کا خاتمہ کرا دیا۔ اسطرح روم کی قسمت کے مالک فقط دو شخص رہ گئے۔ جن مین سے اول یعنی قسطنطین مسیحیت کا طرفدار اور دوسرا یعنی لیقینوس بت پرستی کا حامی تھا۔ لیکن باوجود اس اختلاف مذاق کے دونون ایک دوسرے کے دوست تھے۔ مگر ظاہر ہے کہ بادشاہون کا اتفاق ہی کیا۔ اور وہ بھی خصوص اُس حال مین جبکہ اغراض بھی جدا جدا ہون۔ مسیحی مورخین

قسطنطین اور لیقینوس کی باہمی مخالفت

کہتے ہین کہ قسطنطین کی شان وشوکت دیکھ کے لیقینوس کو حسد معلوم ہوا۔ مگر قیاس اور مختلف واقعات کے ترتیب دینے سے پتہ چلتا ہے کہ اختلاف مذہب نے مخالفت کی آگ بھڑکائی جس پر قسطنطین کی ہوس ملک گیری نے اور تیل ڈالا۔ شاید کم مورخ ہون گے جو تسلیم نہ کرتے ہون کہ قسطنطین کے دل مین اپنی شان دکھانے اور ہر ایک پر اپنی وقعت کا سکہ بٹھانے کی اعتدال سے زیادہ حرص تھی۔ وہ کسی کو اپنا کف اور ہمرتبہ نہ دیکھ سکتا تھا۔ بہر تقدیر چاہے جس کی برائی ہو یا جس کی طرف سے ابتدا ہوئی ہو نتیجہ یہ ہوا کہ دونون متلون مزاج دوستون کی فوجین شہر آدرنہ (ایڈریانوپل) کے میدان مین ایک دوسرے کے مقابل مین صف آرا ہو گئین۔ یہ سنہ [illegible] قبل محمد (سنہ ۳۲۳ء) کا واقعہ ہے۔ قسطنطین کا اقبال زور دن پر تھا۔ اور خدا کو منظور تھا کہ عیسویت دنیا کے بہت بڑے حصے کی مالک ہو جائے۔ لیقینوس عین معرکہ کارزار مین مارا گیا۔ اور اس کی آخری سانس کے ساتھ ہی

قسطنطین کی فتح

قسطنطین اعظم مشرق سے مغرب تک تمام قلمرو روم کا مالک تھا[عہ] اس نمایان فتح کے بعد ہی اُس نے ارادہ کیا کہ دولت روم کے لیے ایک نیا دار السلطنت تجویز کرے اور اپنے قیام کے واسطے کوئی نیا مرکز قرار دے۔ یہ کوئی

تبدیل دار السلطنت

آسان کام نہ تھا۔ اس لیے کہ اس بات کی جرأت کرنے مین فقط قیام قدیم ہی کی توہین نہ تھی بلکہ پرانے ملکی مذہب پر بھی حملہ تھا۔ رومۃ الکبریٰ وہ شہر تھا جس کی قدر و منزلت فقط فتحمندی اور شان و شوکت ہی کے لحاظ سے نہین کیجاتی تھی بلکہ اس کو مذہبی حرمت و وقعت بھی دے دی گئی تھی روما اپنے لوگون مین

روما کی مذہبی وقعت

ایک مشخص دیوتا کی شان رکھتا تھا۔ اور عالم بالا مین اسے دیوتون اور دیوتاؤن کے پاس جگہ دی گئی تھی۔ سچ پوچھیے تو اہل روم کا مذہب بالکل قوم پرستی تھا۔ جس کے قدیم جھنڈے اور وہ عقاب جو اُن پر بنے ہوتے دونون مذہبی ادب اور برکت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ رومیون کا ہر عقاب ایک ایک معبد اور مندر کی شان رکھتا تھا[عہ]۔ عقابی جھنڈے کا بدل دینا رومیون کے کیا کم خلاف ہوا ہوگا کہ اب قسطنطین نے مقدس دار السلطنت کے بدلنے کا بھی ارادہ کر دیا۔ بیشک موقع ملتا ہے کہ عیسائی مورخین اس کاروائی کو قسطنطین کی کسی اعلیٰ حکمت عملی کی جانب منسوب کردین۔ مگر واقعات کے دیکھنے سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خود پسندی کا غرور

اس کے بدلنے کی ضرورت

جو اس سب سے پہلے مسیحی شہنشاہ کے مزاج مین اعتدال سے بڑھا ہوا تھا اسی نے تعصب و ضد کے جذبات کو ہیجان مین لا کے اس سے ایسی کاروائی کرائی۔ لیقینوس کا کام تمام کرنے کے بعد جب قسطنطین روم مین داخل ہوا تو اُسکے جھنڈے پر عقاب کی جگہ صلیب کو اور اس کے ہاتھ مین سپٹر کے بدلے ایک صلیبی

عہ انوار توفیق الجلیل عہ تاریخ دین عیسوی مصنفہ ل مین۔ سہ سپٹر اُس عصا سلطنت کو کہتے ہین جو قدیم قیاصرہ روم کے ہاتھ مین ایک شاہی نشان کی حیثیت سے رہا کرتا تھا۔ جس کا رواج آج تک فرمان روایان یورپ مین ہے مگر سپٹر پر قسطنطین اعظم کے زمانے سے ایک صلیب بنی ہوتی ہے سپٹر کیلیے اردو مین کوئی خاص لفظ نہین ہے اکثر لوگ اس کا ترجمہ عصاے شاہی کے لفظ سے کرتے ہین۔ مگر عصا مین اور سپٹر مین تین و آسمان

(بقیہ صفحہ ۱۳۴)

وضع کی لکڑی کو دیکھ کے رومی بہت ناراض ہوئے۔ چنانچہ انھون نے نہ لازمی جوش و خروش سے اس کا استقبال کیا۔ اور نہ اُن کی طرف سے خوشی و مسرت کے آثار ظاہر ہوئے۔ بلکہ بعض بعض بے فکرون نے تمسخر کیا۔ اور ایسے حرکات سے پیش آئے کہ قسطنطین نے دل مین بہت برا مانا۔ اور آمادہ ہوگیا کہ اس شہر کی سکونت ہی چھوڑ دے علاوہ برین وہ جانتا تھا کہ مین نے دین مسیحی کی حمایت اختیار کی ہے۔ اور روم وہ شہر ہے جو قدیم سے بت پرستی اور مروجہ مذہب کا مرکز بنا ہوا ہے۔ لہذا یہان کے لوگون سے دلی اطاعت و ہمدردی کی امید کرنا حماقت ہے الغرض یہی اسباب تھے جنھون نے اسے دارالسلطنت کے بدل دینے پر مجبور کیا۔

یہ کوئی نئی بات نہ تھی | اس مشکل اور اہم کام کی دشواریون کو دقلطیانوس قیصر اس سے پہلے ہی آسان کر چکا تھا۔ جس نے روم کو چھوڑ کے شہر نقومیدیا کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ دقلطیانوس کی مذکورہ سنت نے قسطنطین کو اپنی غرض پوری کرنے مین بہت اچھی مدد دی اور وہ اپنے دارالسلطنت کے لیے کوئی دوسرا مناسب مقام تجویز کرنے لگا۔ اس انتخاب مین قسطنطین نے فی الواقع بڑی لیاقت اور دوراندیشی کا ثبوت دیا ہے۔ آبنائے باسفورس دنیا مین ہمیشہ سے بڑی اہم چیز تصور کی گئی تھی۔ اس لیے کہ جسطرح وہ ایشیا اور یورپ کو ملاتی ہے

نیا دارالسلطنت بزنطیم | اسی طرح بحیرۂ روم کے پانی کو بحر اسود مین پہونچاتی ہے۔ اس کے کنارے شہر نطیوم یا بزنطیم نام کا پرانا تاریخی شہر موجود تھا جس کی خاک نے بڑے بڑے فاتحون اور اولوالعزمون کو اپنے اوپر سے گذرجاتے دیکھا تھا۔ یہ پرانا شہر فی الحال اجاڑ پڑا تھا اسی کے کھنڈرون پر قسطنطین نے اپنے نئے شہر کی نیو ڈال دی۔ اور اس سرگرمی سے متوجہ ہوا کہ خلاف امید چند ہی روز مین بنا کے کھڑا کر دیا گیا۔ قیاصرۂ روم جس قلمرو

اس کا نہایت عمدہ موقع | پر حکومت کرتے تھے اس کے لحاظ سے دیکھیے تو یہ شہر روم

(بقیہ صفحہ ۱۳۳) کا فرق ہے عصا پوری لکڑی کو کہتے ہین جسے ٹیک کر انسان چلتا ہے۔ اور سپٹر اس کے مقابلے مین بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اور فقط کسی علامت یا نمایش کے طور پر ہاتھ مین لیا جاتا ہے۔ اگر اس کا ترجمہ طرۂ تکیہ کے لفظ سے کیا جائے تو شاید زیادہ موزون ہو گا کیونکہ دونون ایک ہی وضع کی چیزین ہین (مصنف)

سے بھی زیادہ مناسب اور عمدہ موقع پر واقع تھا۔ یورپ ایشیا اور افریقہ تینوں بر اعظم کے تعلقات یہان سے یکسان رہ سکتے تھے۔ جن وحشی لوٹیرون کا زیادہ خوف تھا یعنی آسٹریا اور روس کے قدیم لوگ اُن سے بھی قربت ہو جاتی تھی۔ اور حدود ایران کی بھی اچھی طرح نگہبانی ہو سکتی تھی جدھر سے ہمیشہ خطرہ رہتا۔ سمندر کے جملہ تعلقات کھلے ہونے کی وجہ سے بیرونی آمد و رفت اور تجارت کے ترقی دینے مین بھی آسانیان ہو سکتی تھین۔ اور سب سے زیادہ لطف یہ تھا کہ دریا کی طرف سے بھی اور خشکی کیجانب سے بھی یہ ایسے محفوظ و مضبوط موقع پر واقع تھا کہ کسی حملے آور کو نہ حملے کی جرأت ہو سکتی تھی اور نہ کامیابی کی امید۔ ایسا شہر تھا جس کو آباد کر کے اس نے اپنا دار السلطنت قرار دیا۔ اور نیا روما اُسکا نام رکھا۔ مگر یہ نام زمانے کے دربار مین ایسا نہین مقبول ہوا جس نے اسے قسطنطنیہ کے نام سے مشہور کر کے اپنے بانی

اس کا نام قسطنطنیہ مشہور ہوا

کی ایک نہ مٹنے والی یادگار بنا دیا۔

اگرچہ بت پرستون سے اُس کو کوئی خاص ہمدردی نہ تھی۔ مگر اُن کے مذہب کی اُس نے کچھ مزاحمت بھی نہ کی۔ اور اسی وجہ سے وہ لوگ موقع پا کے یونان وغیرہ سے کئی بت لے آئے۔ جو اس نئے شہر مین رکھے گئے۔ اور کسی گرجے کی تعمیر ہونے سے پہلے ہی بتون کے کئی مندر بن کے کھڑے ہو گئے خود قسطنطین نے خوبصورتی اور زیبائش کے طریقے سے مختلف مقامات مین مختلف دیویون وغیرہ کی مورتین قائم کرائین

اس مین بتخانے

قطع نظر اس کے اس عہد کے فیشن کے مطابق کسی شہر کی زیبائش ادھوری ہی رہ سکتی تھی جب تک اس مین دو چار مندر اور بتخانے نہ ہون اسی خیال سے قسطنطین نے اپنے اس نئے شہر مین غیر مجسم روحانی قوے کے نام سے کئی مندر بنوائے جن مین سے ایک صوفیا (دانائی) کے نام پر نذر کر دیا گیا تھا۔ جو آیندہ زمانے مین مسیحیت کا بہت بڑا اور نہایت مقدس گرجا بنگیا۔ جسے سلطان محمد فاتح کے بابرکت ہاتھون نے خدائے واحد ذوالجلال کی عبادت گاہ بنا دیا۔

سنٹ صوفیا کی ابتدا

قسطنطین کی مورت

اسی طرح قسطنطین نے ایک بلند مینار پر یونان کے دیوتا آپالو کی مورت

قائم کی۔ مگر اُس مورت پر سر اور چہرہ قسطنطین کا لگا دیا۔ اور مقدس جیرون کے گرد تصویر میں جو کرنیں دکھائی جاتی ہیں اُن کے بدلے تین طرف سے صلیب کی تین نوکیں نکال دیں۔ اس تصویر سے قسطنطین کا اصلی مذہب معلوم ہو سکتا تھا۔ در حقیقت وہ نہ مسیحی ہوا تھا اور نہ بت پرست باقی رہا تھا۔ بلکہ چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو سب سے بڑا دیوتا بنا کے فلسفیوں۔ بت پرستوں اور مسیحیوں سب کا معبود بن جائے۔ جو عظمت پسندی کی ہوس اُس کے افعال سے ہمیشہ ظاہر ہوتی رہی تھی اسکا انتہائی درجہ یہ تھا۔ بہر حال اس طریقے سے اُس نے بت پرستی و مسیحیت کو ایک میں ملایا۔ اور کوشش کی کہ خود اپنے تیئں دونوں مذہبوں کا دیوتا بنائے۔ بعض قدیم مورخین کا بیان ہے کہ عیسائیوں نے اس مورت کی پرستش بھی کی۔ جن مسلمان بادشاہوں نے اپنے تیئں ملہم بالغیب و ولی یا پیغمبر ثابت کرنیکی کوشش کی اُن کے طرز عمل پر ہمیں بالکل حیرت نہیں ہوتی۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ قسطنطین اعظم نے خود اپنے آپ کو بت پرستوں اور مسیحیوں دونوں کا خدا بنا لینے میں کامیابی حاصل کرلی۔ قسطنطین کا باپ ایک غیر متعصب بت پرست تھا۔ اور اُس کی ماں ایک مسیحہ عورت تھی۔ اگرچہ آغوشِ مادری کا اثر کشش پدری پر غالب آگیا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مذہب کے متعلق وہ آخر وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ وہ دونوں مذہبوں میں متذبذب تھا۔ خود پرستی کا شوق بت پرستی میں خود اپنے آپ کو خدا اور دیوتا بنا سکنے کی امید دلاتا تھا۔ مگر پولٹیکل مصلحتیں مسیحیت کی طرف کھینچتی تھیں اسی گو مگو کے عالم میں تھا کہ موت کا وقت سر پر آگیا اور اس وقت اس نے مجبوراً عیسائیت کا بپتسمہ لے لیا۔ جس میں اکثر محققوں کو شبہ ہے۔ لیکن اس کو مسیحیت ہی کے طفیل میں پوری دولت روم کا مالک بننا نصیب ہوا تھا۔ اور اس احسان کا معاوضہ بھی اُس نے بڑی قابلیت سے ادا کیا۔ کوئی مسیحی فرمانروا ہوتا تو بھی شاید مسیحیوں کے ساتھ اتنی رعایت نہ کرتا جتنی اس نے کی۔ تخت روم پر متمکن ہوتے ہی حکم دیدیا کہ جتنے گرجے جتنی جائدادیں

حاشیہ: اس کا اصلی مذہب — عیسائی اسکی مورت کو پوجتے ہیں — مذہب کے متعلق اسکا تذبذب — مسیحیت پر اسکے احسانات

ل میں۔

اور جتنا مال و اسباب گذشتہ مظالم کے زمانون مین عیسائیون سے چھینا گیا ہو سب انھین واپس کر دیا جائے۔ ان کو جو گرجے اور مکانات منہدم کیے گیے ہون سلطنت کے مصارف سے بنوا دیے جائین۔ اس قسم کے کسی حکم کا فرات کے کنارے سے دریاے ٹوائم اور وادی الکبیر تک اور شمالی صوبجات روم سے قرطاجنہ اور مصر تک نافذ ہو جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ عیسائیون کی یکایک بن پڑی۔ اور کیا عجب کہ بہتون نے صدیون پیشتر کے جعلی دعوے پیش کر کے اپنے آپ کو مفت اور بے مشقت دولت مند بنا لیا ہو۔ تھوڑے ہی زمانے مین ہر جگہ اور ہر حصۂ ملک مین عالیشان گرجے قائم ہو گئے۔ اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ بے روک ٹوک دین عیسوی کی تبلیغ ہونے لگی۔ اس تبلیغ مین رومیون اور بت پرستون کی جائداد مین چھین لینے کی دھمکیون نے بھی بڑی مدد دی کیونکہ ان دنون عیسائیون کا فقط اتنا دعوے کر دینا کہ فلان جائداد ہم سے چھین کے فلان شخص کو دیگئی ہے کسی معزز سے معزز رومی کو اس کی دولت و حشمت سے محروم کرنے کے لیے کافی تھا۔ دراصل دین عیسوی کو اسی ایک قانون نے پھیلایا۔ جو سیکڑون جہادون اور ہزارہا حملہ آوریون سے بھی زیادہ موثر اور خوفناک تھا۔

اُسکے ہاتھ سے قدیم مذہب پر کیونکر ظلم ہوا

باب شانزدہم

نیقیہ کی کونسل اور قسطنطین اعظم کی سیاست

نیقیہ کی کونسل۔ توحید کا زوال۔ تثلیث کی ابتدا۔ اس کا موجد افلاطون ہے۔ یہودمین تثلیث۔ مسیحون مین تثلیث۔ تثلیث کے اندرونی جھگڑے۔ نیقیہ کی کونسل کا اہتمام۔ اس مین بدگلاے دین مسیحی کا شمار۔ اس کی شان و شوکت۔ اس کا طے شدہ مذہب۔ آرین فرقے۔ مدون کیتھولک نیقیہ کی کونسل کا مذہب ہے۔ طے شدہ تثلیث کیا تھی۔ وہ غیر قابل ادراک مانی گئی ہے۔ قسطنطین کے اصول حکمرانی۔ وہ جمہوریت کے خلاف تھا۔ اس کے

مظالم۔ یہود بیت المقدس میں۔ آن پر قسطنطین کا ظلم۔ وہ بہ جبر عیسائی بنائے گئے۔ مسیحی ہونے پر بھی بہت سے قتل ہوئے۔ ملکہ ہلینا۔ اس کی کارستانیاں۔ اس کا سفر بیت المقدس۔ اس کا خواب۔ مسیح کی اصلی قبر کا پتہ لگا۔ تین صلیبیں ملیں اصلی صلیب کیونکر پہچانی گئی۔ مقبرے اور صلیب کے ملنے کا اصلی واقعہ۔ مقبرۂ مسیح کی تعمیر اس کے متعلق بڑا گرجا۔ اصلی صلیب کی قدر و قیمت تبرکات کی تجارت۔ ولیوں اور شہیدوں کے ہڈیوں کی پہچان۔ ارض مقدس میں ملکہ ہلینا کی عمارات۔ قسطنطین کی موت۔ اس کے بیٹوں کا باہمی جھگڑا۔ اکیلا قسطنقوس قیصر روم ہوا۔

نیقیہ کی کونسل ۲۴۶ قبل محمدؐ (۳۲۵ع) میں قسطنطین نے گو کہ دین مسیحی نہیں اختیار کیا تھا مگر ایک ایسی کارروائی کی کہ اسی وقت سے وہ دین عیسوی کا سردار اور عیسائیوں کا کھلا ہوا طرفدار مشہور ہو گیا۔ دین مسیحی کا ایک اہم مسئلہ طے کرنے اور مسیحیوں کو جن میں صدہا مذہبی جھگڑے پیدا ہو گئے تھے ایک اصول اور ایک عقیدے پر متفق کرنے کے لیے روم کے مشرقی شہر نیقیہ[۱] میں اس نے عیسائی بشپوں اور مسیحی مقتداؤں کی ایک کونسل جمع کی۔ اور ہم افسوس کرتے ہیں کہ اسی کونسل نے مسیحیت کو ہمیشہ کے لیے خدائے واحد ذوالجلال کی عبادت کرنے اور سچی

توحید کا زوال توحید کی خوبیاں سمجھنے سے دور کر دیا اور تثلیث مسیحیت کا جزو لاینفک قرار پائی۔ ہم جب ایک مسیحی مذہب کے بڑے مقتدا کو دیکھتے ہیں کہ اپنی تاریخ کلیسا میں لکھتا ہے کہ "کلیسا کا یہ عقیدہ (تثلیث) نیقیہ کی کونسل سے پہلے قطعی نہیں ہوا تھا" تو ہمیں تعجب معلوم ہوتا ہے کہ وہ توحید کی خوبیوں کو کیوں نہیں سمجھتے۔ اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس تثلیث اس شرک اور ان تصویر پرستیوں وغیرہ کو حضرت مسیح کی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں۔

تثلیث کی ابتدا اصل یہ ہے کہ پہلے مسیحی جیسا کہ ہم ناصرین کے حالات میں بیان کر چکے ہیں توحید کے قائل تھے۔ اور مسیح کو باوجود بڑی عظمت دینے کے خدا کا بندہ اور ایک پیغمبر برحق مانتے تھے۔ مگر مرور زمانہ سے خود بخود یہ خیال پیدا ہوا کہ مسیح چونکہ اعلیٰ درجے کے معجزات

---

[۱] نیقیہ کو انگریزی میں نیسیا کہتے ہیں۔ [۲] ڈی گلن۔ ۔۔۔ ل ہیں۔

دکھاتے اور مردون تک کو زندہ کر دیتے تھے لہذا اُن مین کوئی بات انسانیت سے مافوق ضرور تھی۔ یہ خیال علی العموم یونان و روم اور مصر کے مسیحیون مین پیدا ہوا۔ جن کے نزدیک اس نئے دین کے قبول کرنے سے پیشتر ہر مخلوق معمولی اور ادنی کمالات دکھانے پر بھی خدا بنجایا کرتا تھا۔ تصوف کے فلسفیانہ اصول نے ان خیالات کو اور اُبھارا۔ آخر یہ بات ہر دل مین نقش ہو گئی کہ مسیح ایک مظہر ایزدی ہین۔ مگر یہ جھگڑے پیدا ہونا شروع ہو گئے کہ جب وہ خدا ہین تو اصلی خدا سے اُن کو کیا تعلق ہو سکتا ہے حضرت مسیح علیہ السلام نے عبرانی زبان اور یہود کے مذاق کے مطابق اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا تھا۔ اس بیٹے کے لفظ نے نئے خیال والون کی بڑی مدد کی۔ اور ایک خدا سے دو خدا ہوئے۔ دوسری طرف روح القدس بھی خدا ہی کی سی ایک روحانی اور غیر مجسم قوت نظر آئی جس کے خدا بنانے مین اتنی بھی دشواریان نہ پیش آسکتی تھین جتنی کہ حضرت مسیح کے متعلق پیش آئین۔ اس کو شریک کرتے ہی تثلیث کا تکملہ ہو گیا۔

اس کا موجد افلاطون ہے

سب سے زیادہ لطف کی یہ بات تھی کہ یہ خیالات جس سرزمین اور جن ممالک مین شروع ہوئے اُن مین افلاطونی فلسفہ زور و شور سے پھیلا ہوا تھا۔ اور افلاطون کے روحانیات اور اُس کی دقیقہ سنجیان ہر دماغ مین چکر کھا رہی تھین اس یونانی فیلسوف نے اپنی ذہانت و اشراقیت کے زور سے تثلیث کے مسئلے کو ایجاد کر کے ابتدائی تخلیق اور ذات واجب الوجود سے وابستہ کر دیا تھا۔ اُس نے باعث تخلیق تین قوتون کو قرار دیا تھا۔ علۃ العلل یا سبب یا باعث۔ اور روح الارواح۔ سبب اُسکی اصطلاح مین ابدی خدا کا

یہود مین تثلیث

بیٹا اور خالق و منتظم عالم تھا۔ بطلیموسون کے زمانے مین کاروبار تجارت کی غرض۔ سے بہت سے یہودی مصر مین جا کے آباد ہو گئے تھے۔ جن مین سے بعض نے افلاطونی تعلیمات کو سیکھا۔ یونانی الہیات کا مطالعہ کیا۔ اور اس افلاطونی نظام کے قائل ہونے کے بعد وہ کوشش کرنے لگے کہ اس تثلیث کو اپنے انبیا کی طرف بھی منسوب کر دین۔ چنانچہ

عہ یہ واقعات گبن کے بیان سے مستنبط کیے گئے ہین۔ عہ عہد جدید۔

حضرت مسیح سے ایک سو برس پیشتر اسکندریہ کے یہودی اس مسئلہ کو بالاتفاق تسلیم کر چکے تھے۔ اور اُسے حضرت سلیمان کی تعلیمات سے ثابت کیا تھا۔

مسیحون مین تثلیث | اب مسیحون نے بھی اس مسئلے کو افلاطون کی تعلیمات مین پا کے اختیار کرنا شروع کیا۔ اور کوشش کرنے لگے کہ اپنے عقائد کو بھی اس کے مطابق بنائین۔ یہان ہر قسم کی آزادیان اختیار کرنے اور ہر نئے عقیدے کو جزو دین بنا لینے کی سنت پولوس ہی سے شروع ہو چکی تھی۔ اور پولوس نہ ہوا ہوتا تو بھی شاید کوئی دشواری نہ پیش آتی۔ اس لیے کہ روح القدس آج تک ہر عیسائی مقتدا کے دل مین اتر کے جس مسئلے اور جس عقیدے کو چاہے سکھا سکتی ہے۔ ہر تقدیر یہ مشرکانہ مسئلہ جس کی ابتدا بت پرستون سے ہوئی تھی مسیحیت کا جزو اعظم بن گیا۔ پھر تثلیث

تثلیث کے اندرونی جھگڑے | کے تسلیم کر لینے کے بعد اس قسم کے جھگڑے پیدا ہونے شروع ہوئے کہ تینون خداؤن مین باہم کیا نسبت ہے۔ اور توحید مین وہ کیونکر شریک کیے جا سکتے ہین۔ یہ اختلافات اس قدر طول پکڑ گئے تھے کہ مسیحی فرقون اور مقتداؤن کی روزانہ فتنہ اندازیون کی وجہ سے سلطنت کو کسیطرح اطمینان نہ حاصل ہو سکتا تھا۔ قسطنطین نے جب رومیون کی قوت دبا دی۔ اور سب کو آزادی دینے کے بعد بھی خود کیا تو اسے نظر آیا کہ اب عیسائیون کے مختلف عقائد ملکی امن وامان مین خلل انداز ہوتے ہین۔ لہذا اس نے ارادہ کیا کہ ان جھگڑون کو بالکل مٹا دے اور مسیحیت کو جہان یا جس قوم مین ہو ایک مذہب بنا دے۔

نیقیہ کی کونسل کا اہتمام | اسی غرض کے لیے اُس نے یہ نیقیہ کی کونسل طلب کی تھی۔ ہر ملک اور ہر سرزمین سے بڑے بڑے بشپ جمع کیے گئے۔ جن کے لانے اور واپس لیجانے کے مصارف خاص شاہی خزانے سے ادا کیے گئے۔ غرض دور دراز یان ہر طرف نامور قسیس اور وکلائے دین عیسوی کو نیقیہ مین لا کے جمع کر دیئے۔ اور ان مقدس اور

عہ گبن عہد جدید اعمال حواریین کے پڑھنے سے اس عقیدے کا پتہ لگتا ہے۔

سہ گبن۔

پہلے پہل وہ جب استعظیم سُننے والے بزرگون کو لادتے لادتے ڈاک کے گھوڑے تھک تھک کے بیدم ہو گئے۔ آخر تین سو سے زیادہ بشپون اور پریسبٹرون کی ایک عظیم الشان

اس مین وکلاے دین مسیحی کا شمار

جماعت جس مین شام و آرمینیہ سے لے کے جزائر برطانیہ تک ہر مقام کے مذہبی وکلا موجود تھے شاہی حکم سے اسی شہر نیقیہ مین جمع ہوے جس سے چند ہی سال پیشتر وہ بڑے بڑے ظلمون کے ساتھ جلاوطن کیے گئے تھے قسطنطین نے ان فراہم شدہ

اس کی شان و شوکت

مذہبی وکلا کو کچھ ایسا شان و شوکت کا سمان دکھایا کہ بعض بشپ مسیحیت کی قسمت کا ایسا فوری تغیر دیکھ کے حیران و ششدر رہ گئے۔[1] شہنشاہ بذات خود نہایت قیمتی لباس پہنے ہوے مجلس مین آ کے ایک سونے کی کرسی پہ بیٹھا۔ اور کارروائی شروع ہوئی۔ خود قسطنطین نے اتفاق کے فوائد پہ لاطینی زبان مین ایک لکچر دیا۔ اور سب کو ایک ہی اصول

اُسکا طے شدہ مذہب

کی پیروی کی رغبت دلائی۔ دو مہینے سے زیادہ کونسل نے نشست کی۔ آخر ایک خاص تثلیثی اصول مسیحیت کا عام عقیدہ قرار دیا گیا۔ اور جن لوگون نے

آریئن فرقہ

اُسکو نہ منظور کیا ذلیل کر کے نکال دیے گئے۔ مگر آریئن[2] فرقہ جس کو اس مجلس مین پوری شکست ہوئی تھی۔ اور اُس کا مقتدا آریوس جلاوطن کیا گیا تھا۔ تھوڑے دنون کے بعد پھر سنبھل گیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ قسطنطین کی بہن قسطنطیہ کو اس فرقے کے سرغنا آریوس سے عقیدت تھی۔ پہلے تو قسطنطین کے احکام سے انحراف کرنے کی اُسے جرأت نہ ہوئی مگر مرتے وقت خوشامد کے لہجے مین بھائی سے کہا "آپ پھر غور فرمائیے کہ کہان تک انصاف کر رہے ہین۔ آریوس بے گناہ سزایاب ہوا ہے" بہن کی یہ مرتے دم کی وصیت قسطنطین کے دل پر اثر کر گئی۔ اور آریوس کو آزادی سے رہنے کی اجازت مل گئی جس کے بعد ابھی قصہ نہین ہوا کہ اس فرقے کی اشاعت دوبارہ شروع ہو گئی۔ بلکہ قسطنطین بھی اس کی جنبہ داری کرنے لگا۔

---

[1] یوسیبیس جو اس کونسل مین شریک تھا کہتا ہے کہ اس مجلس کا سمان دیکھ کے مسیحی ایسے حیرت زدہ ہوتے کہ مشکل سے سمجھ سکتے تھے۔ یہ خواب ہے یا بیداری کا عالم۔ [2] آرین سے مراد یہان قوم آریہ نہین جس مین ہندو ایرانی یونانی اور رومی وغیرہ شامل ہین بلکہ یہان ایک مسیحی فرقے سے مراد ہے جو آریوس نام ایک مسیحی مقتدا کی جانب منسوب ہے۔

رومن کیتھولک نیقیہ کی کونسل کا مذہب ہے

الغرض اس نیقیہ کی کونسل نے جن عقائد کو اصلی مسیحیت تسلیم کیا وہی باستثنا ے چند مسیحی دنیا کے عقائد مذہبی قرار پائے۔ اور وہی عقائد مذہب رومن کیتھولک کے نام سے مشہور ہوے جس کو یورپ کا زیادہ حصہ اس وقت تک مان رہا ہے۔ اس مجلس نے زیادہ تر مخالفت ان لوگون کی کی جو بشپون اور مقتدایان دین کی تقلید سے انکار کرتے تھے۔ اور جس تثلیث کو اصل ایمان ثابت طے شدہ کیا وہ یہ تھی کہ ذات باری تعالی کے تین اقنوم یعنی تین اصلین ہین ایک وجود جو باپ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ دوسرا علم جس کو دین یعنی بیٹے کا خطاب دیا گیا۔ اور تیسرا اقنوم حیات یعنی زندگی جس کا نام روح القدس رکھا گیا۔ اس عقیدے کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا من حیث المجموع ایک ہے۔ اور من حیث الجہات تین اصلین ہین۔ اس غیر ممکن الادراک مسئلے مین پھر اور بہت سی بحثین نکلین جن کو ہوا پر عمارت بنانے سے زیادہ وقعت نہین دیجا سکتی۔ لیکن ہر صورت مین یہ ایسا لاانحل عقدہ تھا کہ مسیحی علما اور خاص عقائد کی تعلیم دینے والے مقتداؤن کا بیان ہے کہ یہ ایک بہت بڑا راز ہے جو فہم و ادراک سے بالا اور فقط اس لیے ہے کہ دنیا مین عقیدہ تسلیم کیا جائے۔ اور جنت مین جا کے اس کا مطلب سمجھا جائے گا۔

تثلیث کیا تھی

وہ غیر قابل ادراک مانی گئی ہے

قسطنطین کے اصول حکمرانی

قسطنطین اعظم نے اپنے زمانے مین سلطنت کا انتظام بھی بدل دیا۔ اور فی الواقع اس نے حکومت کو اس زور و شور سے اور ایسی تہذیب و شائستگی کے ساتھ چلایا کہ گویا دولت روم کی گذشتہ وقعت پھر عود کر آئی۔ باوجود اس کے جب ہم یورپین اور خاصۃً انگریزی مورخین کو اس کی تعریف کرتے دیکھتے ہین تو ہمین بڑی حیرت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ قسطنطین سے پہلے دقلطیانوس نے سلطنت کا قدیم طریقہ بدل دیا تھا۔ اس نے تین معزز لوگون کو اپنا شریک اور برابر کا قیصر تسلیم کر لیا۔ ہر جگہ رعایا کے حقوق بڑھا دیے۔ اور شاہی اختیارات محدود ہو گئے۔ یہی وہ انتظام تھا جو اب محققان

ع۱ انوار توفیق الجلیل۔ عہ۲ کیتھولک بیلیف مصنفہ ریورنڈ جوزف فاڈی بردنو۔
سہ ل مین۔

یورپ کا پولیٹکل مذہب ہوگیا ہے۔ اور ہر جگہ بڑے جوش و خروش سے اس کی تائید
وہ جمہوریت کے خلاف تھا کیجاتی ہے۔ قسطنطین اعظم چونکہ جمہوریت کے مخالف تھا۔ اس لیے
اس نے اس طریقہ حکمرانی کو بدل دیا۔ شریک حکومت قیاصرہ کا خاتمہ اس کے اسلحہ نے کیا
پھر جہان جہان حکمرانون اور والیون کو جو اختیارات دیے گئے تھے سب توڑ دیے۔ سب
کے آخر مین اس نے خاص اپنے بیٹون اور ایک چچیرے بھائی کو گورنر جنرل کی حیثیت سے
مامور کیا۔ اور قاعدہ مقرر کردیا کہ جس حاکم اور جس عہدہ دار کو بادشاہ چاہے بے تکلف
موقوف کردے یا بدل دے۔ یہ ایسے اصول حکمرانی ہین جن کو موجودہ تہذیب ایک
گھڑی کو بھی جائز نہین رکھ سکتی۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ انھین کی بنا پر قسطنطین کی
معدلت پروریون کی داد دی جاتی ہے۔

اسکے مظالم اس کی معدلت پروریان بھی اسی وقت تک معدلت پروریان ہین جب تک
ایک عیسائی شخص کی نظر سے دیکھی جائین۔ مختلف شہرون کے بتخانون کا کھدوڈالنا۔ بعض
مندرون پر عیسائیون کا قبضہ کرا کے انھین مسیحون کا گرجا بنوا دینا[ع۵]۔ یہ ایسی باتین نہین
ہین جن کو ایک غیر متعصب مورخ انصاف اور عدالت پر محمول کر سکے۔ سب سے زیادہ
افسوس کی یہ بات ہے کہ اس کے ہاتھ سے یہودیون پر بہت بڑا ظلم ہوا۔ ہم لکھ چکے
ہین کہ آدریانوس قیصر نے اپنے زمانے مین مسجد اقصی اور حضرت مسیح کے مقبرے کی جگہ
جوپیٹر اور وینس کے مندر بنوا کے یہودیون کو ان کے قریب آنے کی بھی ممانعت کردی
تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت زیادہ زمانے تک نہین قائم رہی۔ یہود کی
یہود بیت المقدس مین گروہ چپکے چپکے اطراف سے آہستہ آہستہ آ کے بیت المقدس
کے کھنڈرون مین آباد ہوتے گئے۔ اور گو انھین اس کی جرأت تو نہ ہوئی کہ رومی
بتخانے کو منہدم کر کے اپنا قدیم خانۂ خدا پھر بنا لین۔ مگر اس مین شک نہین کہ حضرت
داؤدؑ کے شہر مین ان کی تعداد پھر بڑھنے لگی تھی۔ اور اسی شہر مین عیسائیون کا کلیسا
بھی خود آدریانوس کی اجازت و منظوری سے اور یہودیون کے آنے سے پیشتر ہی

ع۵ مل مین۔

قائم ہو گیا تھا۔ لہذا یقینی بات ہے کہ یہودی اُن ویران کھنڈروں مین اب رہتے بھی ہون گے تو عیسائیون سے دب کے اور اُن کے ناراض کرنے کی کبھی جراُت نہ کر سکتے ہون گے۔ مگر عیسائیون سے اپنے دشمنون کا مغلوبی سے زندہ رہنا بھی نہ دیکھا گیا۔ اس لیے

ان پر قسطنطین کا ظلم

کہ غالباً انھین کی شکایت پر قسطنطین اعظم اس مظلوم فرقے کی آزاردہی پہ آمادہ ہو گیا۔ اس نے بلا تکلف حکم دے دیا کہ تمام یہودی ایلیا کیپی ٹولینا سے (جس نام سے کہ بیت المقدس اب مشہور تھا) نکال دیے جائین۔ اسی قدر نہین بہت سے

وہ بجبر عیسائی بنائے گئے

اسرائیلی جبریہ عیسائی بنائے گئے۔ اور جنھون نے تبدیل مذہب سے انکار کیا مار ڈالے گئے۔ یہ مظالم اتنے ہی پہ نہین ختم ہوے بلکہ یہودیون کی عید فسخ کے دن قسطنطین نے ان تمام یہودیون کو جو عیسائی ہو گئے تھے ایک جگہ جمع کیا اور

مسیحی ہونے پر بھی بہت سے قتل ہوئے

سب کو سُور کا گوشت کھانے کا حکم دیا۔ یقیناً اُن مین بہت سے لوگ فقط ظاہرداری اور جان بچانے کے لیے عیسائی ہوے تھے۔ اُن مین بہت سے ایسے بھی ہون گے جو فی الحقیقت عیسائی تھے۔ ارض یہودا کے اصلی مسیحی جو اُس ناپاک جانور کے گوشت کو حلق سے نہ اُتار سکتے۔ لیکن تعصب کو کسی کے ذاتی جذبات کی رعایت کرنے سے کیا واسطہ؟ عام طور پہ ہر شخص کو بلا استثنا رفع[ا] اکل لحم خنزیر کھانے کا حکم دے دیا گیا۔ اور وہی ہوا جو خیال کیا گیا تھا کہ اُن نو مسیحی یہودیون مین سے بہتون نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا۔ اور سب قتل کر ڈالے گئے۔ اس طرح اُس برائے نام عیسائی قیصر کے ہاتھ سے یہودیون کی ایک جماعت کثیر کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ یہ قوانین خاص شہنشاہی حکم سے جاری کیے گئے کہ جو یہودی کسی عیسائی کو ستائے گا وہ زندہ دفن کر دیا جائے گا۔ کسی مسیحی کو پھر دین یہود اختیار کرنے کی اجازت نہ تھی۔ کوئی یہودی مجاز نہ تھا کہ عیسائی غلام کو اپنے قبضے مین رکھے۔ [ب] الغرض اس طرح یہودیون سے انتقام لے کے مسیحیون نے اپنا دل خوب خوش کیا۔

[ا] انوار توفیق الجلیل [ب] یروشلیم شہر ہرود و صلاح الدین، مصنفہ والٹر بسنٹ و پامر

ملکہ ہلینا | اس موقع پر قسطنطین اعظم کی ماں ہلینا نے بڑا جوش مذہبی دکھایا۔ وہ انگلستان کے ایک سرا والے کی بیٹی تھی۔ اور اُس کے چال چلن یا کسی اور سبب سے یہ شرمناک نتیجہ پہلے ہی ظاہر ہو چکا تھا کہ قسطنطین کے باپ قسطنطیوس نے اسے طلاق دے کے نکال دیا تھا۔ جس کی بدولت خود قسطنطین کا بچپن بھی نہایت کس مپرسی اور فلاکت کی حالت میں گذرا تھا۔ لوگوں کو اس میں بھی شک ہے کہ فی الحقیقت وہ قسطنطیوس کی منکوحہ بی بی تھی یا فقط ایک ناجائز آشنا تھی۔ مسٹر گبن نے نکاح کو مان لیا ہے مگر اس بنیاد پر کہ نکاح نہیں ہوا تھا تو طلاق کیسی؟ لیکن چھوڑ دینے یا طلاق دینے کے لیے کچھ ضرور نہیں کہ نکاح بھی ہوا ہو۔ ایک نہایت ہی معتبر مورخ لکھتا ہے کہ ایسے نکاح ہونے کا بالکل پتہ نہیں لگتا۔

اس کی کارستانیاں | ہلینا نے قسطنطین کے محل کی سازشوں میں بڑی بڑی کارستانیاں ظاہر کی تھیں۔ اپنے پوتے قرسفوس کے مقابلے میں اندر ہی اندر تحقیقات کر کے اس نے فوسطہ کے جرموں کا پتہ لگا لیا تھا۔ اور ثابت کر دیا تھا کہ فوسطہ ایک حبشی غلام سے تعلق رکھنے کے علاوہ خود قرسفوس پر جو اس کا سوتیلا بیٹا تھا عشق ظاہر کرتی تھی۔ اور جب بیٹے نے اس کی ہوس نہ پوری کی تو اُس کی جان کی دشمن ہو گئی اور آخر قسطنطین کے دل پر اپنی فتنہ پردازیوں کا ایسا جادو ڈالا کہ بے گناہ نوجوان قرسفوس خود اپنے باپ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ہلینا نے جب اس راز کو افشا کیا تو قسطنطین نے فوسطہ کو بھی قتل کروا ڈالا۔ اور اگر اس کا عیسائی ہو جانا صحیح ہے تو بقول بعض مورخین اپنے بیٹے کے قتل کی ندامت ہی نے اُسے عیسائی بنایا۔

اس کا سفر بیت المقدس | ہلینا کو اپنے پوتے قرسفوس کے مارے جانے کا اتنا بڑا صدمہ ہوا تھا کہ انتقام لیتے ہی وہ دینی گرم جوشی اور حسن عقیدت کے ساتھ بیت المقدس میں آئی۔ تاکہ متبرک مقامات اور اُس سرزمین کی زیارت کرے جسے حضرت مسیح کے قدموں نے تقدس بخشا تھا۔ راستے میں اس نے بڑے بڑے ثواب کے کام کیے قیدیوں کو

عہ گبن عہد یروشلیم شہر ہیرودؔ و صلاح الدین، مصنفۂ والٹر بسنٹ و پامر۔
سہ فوسطہ۔ لعہ گبن۔ لعہ گبن۔

آزاد کیا۔ مظلوموں کو نجات دلائی۔ بوڑھے سپاہیوں کو انعام دیئے عیسائی گرجوں کو آراستہ کرایا۔ اور بہتوں کی دعائیں لیتی ہوئی ارض مقدس میں داخل ہوئی۔ اور جس طرح

اس کا خواب | اس کے فرزند نے صلیب کو آسمان پر خواب میں دیکھا تھا۔ اسی طرح ہلینا نے بیت المقدس میں پہونچ کے اس اصلی صلیب جس پر حضرت مسیح مصلوب کیے گئے تھے۔ اور اُس کے مقام کو خواب میں دیکھ لیا۔ اور ایک سچی بشارت کے مطابق وہ زمین کھُدوائی گئی جس کی طرف اشارہ ہوا تھا۔ اُس جگہ بُت پرستوں نے مٹی کا جو ڈھیر لگا رکھا تھا اُسے ہٹایا تو وہ اصلی قبر مل گئی جس میں عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق

مسیح کی اصلی قبر کا پتہ لگا | مسیح کی لاش تین دن تک دفن رہی تھی۔ اور سب سے بڑی

تین صلیبیں بھی ملیں | خوش نصیبی یہ سمجھی گئی کہ قبر کے پاس ہی تین صلیبیں نکل آئیں۔ جن کے ساتھ وہ تختی بھی ملی جو ردمی پائلٹ کے حکم سے کندہ کی گئی تھی۔

اصلی صلیب کیونکر پہچانی گئی | اس بات کا تو یقین ہو گیا کہ یہی وہ صلیبیں ہیں جن پر حضرت مسیح اور دونوں چور مصلوب کیے گئے تھے۔ مگر اس کا پتہ لگانا دشوار تھا کہ خاص مسیح والی صلیب کون سی ہے۔ اس کی شناخت کے لیے یہ کاروائی کی گئی کہ ایک شریف خاتون جو بیمار تھی۔ اور جس کا مرض لاعلاج تصور کیا جاتا تھا۔ اس کے پہلو میں تینوں صلیبیں باری باری لا کے رکھی گئیں۔ اور جس کے رکھنے سے وہ اچھی ہو گئی۔ وہی صلیب حضرت مسیح کی سمجھی گئی اور اس کی پرستش ہونے لگی۔

لیکن صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس قصے کو ایک کہانی سے زیادہ وقعت نہیں۔ مگر جب اُسی عصر کے اکثر مورخین اور خاصۃً یوسیبوس کو بھی جو مذہبی جوش عقیدت سے ہر ایسے قصے کے ماننے کے لیے تیار تھا۔ ہم ساکت پاتے

مقبرے اور صلیب کے ملنے کا اصلی واقعہ | ہیں تو یہ واقعہ درجۂ اعتبار سے اور گر جاتا ہے۔ اصلی واقعہ یہ ہے کہ عموماً لوگوں میں مشہور تھا کہ جناب مسیح اسی جگہ دفن کیے گئے تھے جہاں آدریان نے وینس کا مندر بنوایا تھا۔ بت پرستوں نے اُس وقت اس غار (قبر) کو بالکل

پاٹ کے بلند کر دیا تھا۔ اور اُس پر وینس کی مورت قائم کی تھی قسطنطین یا اُس کی ماں
نے حکم دیا کہ وہ مندر منہدم کر دیا جاسے اور اُس کی جگہ ایک عیسائی گرجا تعمیر ہو۔ منہدم
کرنے کے بعد جب لوگوں نے چبوترے کو کھودا تو اُس کے نیچے اصلی قبر نکل آئی۔ اور صلیبیں بھی
خواہ اصلی طور پر یا کسی عیسائی کی کارستانی سے برآمد ہو گئیں۔ ایسے واجب الاحترام تبرکات
برآمد ہوئے تو مسیحیوں کو ایک نعمت غیر مترقبہ ہاتھ آئی۔ اور قسطنطین نے وہاں بڑی عالیشان
عمارتیں بنانے کا حکم دے دیا۔

مقبرۂ مسیح کی تعمیر

سب کے پہلے اُس مقدس غار یا قبر کے گرد نہایت ہی اعلیٰ درجے
کے نادر روزگار ستونوں پر ایک عالیشان عمارت قائم کی گئی۔ اور روم کی دولت
وحشمت نے اس کی آرائش و زیبائش میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا۔ پھر اسکے گرد ایک
بہت بڑا وسیع اور کشادہ صحن بنایا گیا۔ اس تمام صحن میں نہایت ہی عمدہ اور چکنے
پتھروں کا فرش کیا گیا۔ صحن کے تین جانب نفیس اور خوشنما غلام گردش تعمیر ہوئی اور
چوتھے رخ پر یعنی مشرق کی جانب جدھر مقبرے کا دروازہ تھا ایک گرجا بنایا گیا۔

اس کے متعلق بڑا گرجا

جو بہت بڑا وسیع بلند اور نہایت شاندار تھا۔ گرجے کے اندر
رنگ رنگ کے سنگ مرمر کا فرش تھا۔ اور بیرونی دیواروں پر جو پتھر لگائے گئے
تھے اُن کے جوڑ بھی اس عمدگی سے ملائے گئے اور اُن پر ایسا اچھا رنگ و روغن
دیا گیا کہ اپنی رونق و شان میں سنگ مرمر سے کسی طرح کم نہ معلوم ہوتے تھے۔ چھت
کے بیرونی رخ پر بارش سے محفوظ رکھنے کے لیے سیسہ بچھایا گیا۔ اور اندر کی طرف کاریگروں
نے نقاشی کا ایسا کمال دکھایا کہ لوگ عش عش کرنے لگے۔ تمام چھت میں کھدائی کا ابھرا
ہوا کام تھا۔ جس کے اوپر اس قدر سونا بھرا گیا تھا کہ پوری چھت سونے کی معلوم
ہوتی تھی۔ اور کشادہ دروازوں سے باہر کی روشنی اس سونے کو چمکا کے ایسا
مصنوعی نور پیدا کرتی کہ اس مقام کی عظمت و تقدس کا بہت بڑا اثر زیارت کرنے
والوں کے دلوں پر پڑتا تھا۔ گرجے کے دونوں پہلوؤں پر دو عالیشان ڈیوڑھیاں
قائم کی گئیں جو اتنی ہی بلند تھیں جتنا کہ خود گرجا بلند تھا۔ یہ ڈیوڑھیاں گرجے کی جانب

تھے بڑے بڑے خوشنما بیل باؤن پر اور بیرونی جانب خوبصورت ستونوں پر قائم تھیں۔
ان کی چھتوں مین بھی سونا پھیرا گیا تھا۔ اس عالیشان گرجے مین آنے کے لیے مشرق
کی جانب تین دروازے تھے۔ جن مین داخل ہوتے ہی انسان کو اپنے سامنے ایک
نہایت بھاری محراب نظر آتی جو گرجے کی چوٹی تک بڑھتی چلی گئی تھی۔ یہ محراب بارہ ستونوں
پر جو قد و شمار وضع مین تعمیر کیے گئے تھے۔ قائم تھی۔ اور ستونوں کی یہ تعداد اس خیال
سے رکھی گئی تھی کہ حضرت مسیح کے حواری بھی بارہ تھے۔ ان ستونوں پر چاندی کے
بارہ بڑے بڑے لوٹے تھے۔ جن کو خود قسطنطین نے کمال حسن عقیدت سے نذر کیا تھا۔
الغرض یہ عمارت تھی جو اس پہلے عیسائی شہنشاہ نے دین عیسوی کی طرفداری مین
تعمیر کرائی بعض مسیحی مورخین کہتے ہین کہ اس کے ہاتھ سے یہی ایک گرجا[عہ] بنا۔ مگر شاید
انھین دین عیسوی کے وہ تمام معبد نہین یاد رہے جو اسی عہد مین منہدم شدہ گرجون
کے بدلے شاہی خزانے پر بار ڈال کے بنوائے گئے تھے۔ اور جن کی بنا پر سٹینلی کہتے
ہین کہ یورپ کے قدیم گرجون مین سے اکثر اسی عہد کے بنے ہوئے ہین۔ تربت مسیح کی یادگار
کا مذکورہ بالا گرجا پہلے "چرچ آف دی رسرکشن" یعنی جی اُٹھنے کا گرجا کہلاتا تھا۔
پھر "ہولی سپلکر" (مقدس مقبرہ) کے نام سے مشہور ہوا۔ اور آج تک اسی نام
سے یاد کیا جاتا ہے۔

اصلی صلیب کی قدر وقیمت اُس مقدس تبرک یعنی اصلی صلیب نے مسیحیت کو ایک ایسا
بت دے دیا جس کی رومن کیتھولک مین آج تک پرستش ہو رہی ہے۔ اور
اس پر بعض عیسائی مورخین نے سچ کہا ہے کہ "کاش یہ صلیب نہ ملی ہوتی تو بہت
اچھا ہوتا"۔ ہاتھ آتے ہی اُس صلیب کے ٹکڑے کیے گئے۔ ایک بڑا ٹکڑا چاندی کے
ایک حلقے مین جما کے خاص بیت المقدس اور اسی گرجے مین رکھا گیا۔ اور بعد دیگرے
ٹکڑے عیسائی زائرون کے ہاتھ سے یورپ کے دور دراز ملکون اور وہان کے
بڑے بڑے کنیسون مین جا پہنچے۔ جن کی تعداد چند روز مین اس قدر بڑھ گئی کہ

عہ یہ تمام مشہور مورخ "صلاح الدین" مصنفہ والٹر بزنٹ و پامر سے ماخوذ ہین۔

اگر سب ایک جگہ جمع کر دیے جاتے تو شاید ایک بڑا بھاری جنگی جہاز اُن سے تیار ہو جاتا ایک ٹکڑا خاص قسطنطنیہ میں پہونچا۔ جو آخر کو سینٹ صوفیہ میں رکھا گیا۔ اور اُس کے آگے سجدہ کیے بغیر کوئی اندر گھسنے نہ پاتا تھا۔ اس صلیب کی کیلین خاص قسطنطین اعظم کی نذر ہوئیں۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ اُن سے کیا کام لیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُن کا ایک زیور بنا کے خاص شہنشاہی گھوڑے کے ساز میں لگا یا گیا۔ اور بعض کا بیان ہے کہ اسی لوہے کی کرنیں بنا کے قسطنطین کے بُت کے چہرے کے گرد قائم کی گئی تھیں۔

تبرکات کی تجارت | جن دنوں بیت المقدس کے تبرکات یورپ کے گاؤں گاؤں میں پہونچ چکے تھے۔ اور ہر مسیحی پادری اپنی وقعت بڑھانے کے لیے یہاں کا کوئی تبرک اپنے معتقدوں کو ضرور دیا کرتا تھا اُن دنوں بیت المقدس میں اس صلیب کے ٹکڑوں اور قدیم شہیدوں اور ولیوں کی ہڈیوں کی ایک بڑی بھاری تجارت قائم تھی۔ ہڈیوں ولیوں اور شہیدوں کی ہڈیوں کی پہچان | کی تو یہ پہچان رکھی گئی تھی کہ ولی اور شہید کی ہڈی میں ہمیشہ ایک خوشگوار اور مفرح خوشبو ہوتی ہے۔ اور اس صلیب کا یہ عجیب معجزہ مشہور تھا کہ اس میں سے جتنا حصہ کاٹا جائے تھوڑے دنوں کے بعد خود ہی بڑھ کے پورا ہو جاتا ہے۔ اس کی لکڑی میں بھی ایک عطریت مانی جاتی۔ اور غالباً اسی کی یادگار میں ایک خاص قسم کی لکڑی کسی خصوصیت کے باعث ہمارے اطباے یونانی میں آج تک عود صلیب کے نام سے مشہور ہے۔ معلوم ہوتا ہے تبرکات پرستی کو مسلمانوں نے عیسائیوں ہی سے سیکھا ہے۔ ورنہ اسلام میں ابتداءً اس کی کچھ اصلیت نہ تھی۔

ارض مقدس میں ملکہ ہلینا کی عمارات | ملکہ ہلینا نے اس اپنے ورود کے زمانے میں اپنی الوالعزمی و فیاضی سے کام لیا کہ ہر مقدس جگہ پر کوئی نہ کوئی عمارت ضرور تعمیر کرائی۔ بیت اللحم میں حضرت مسیح کی ولادت کی جگہ پر ایک بڑا اعالی شان گرجا اس کے فیاض ہاتھوں سے

ملک میں۔ ؎ ابن بطوطہ۔ ؎ ولٹر بزنٹ و پامر

قائم ہوا۔ کوہ زیتون جہان سے حضرت عیسیٰ آسمان پر چڑھے تھے وہان بھی ایک مذہبی عمارت اس واقعے کی یادگار مین بنائی گئی۔ اسی طرح اُس نے خاص اس مقام پر بھی ایک بڑا گرجا بنوایا جہان حضرت مسیح اُس کے اعتقاد کے مطابق مصلوب کیے گئے تھے اگرچہ یہ تمام مقامات فرضی طور پر قرار دیے گئے۔ اور کوئی صحیح تاریخی شہادت اُن کی اصلیت کے متعلق موجود نہین ہے۔

قسطنطین کی موت

آخر ۲۸۷ قبل محمد (۳۳۵ء) مین قسطنطین اعظم دولت روم کو نیا مذہب نئے قوانین۔ اور نیا دارالسلطنت دے کے مر گیا۔ اس کے بیٹون کے باہمی جھگڑے اس انتقام اور تقسیم پر ختم ہوے کہ بڑا بیٹا قسطنطین دوم تمام حدود

اس کے بیٹے

سلطنت کا نگران اور برائے نام اغسطوس قرار پایا۔ لیکن در اصل اس کے ہاتھ مین کچھ بھی اختیارات نہ تھے اس لیے کہ شاہی قلمرو کے دو حصے کر دیے گئے مشرقی ممالک پر دوسرا بھائی قسطنقوس عہ اور مغربی صوبجات پر تیسرا بھائی قسطنطوس عہ حکمران و متصرف تھے۔ ان تینون بھائیون نے سلطنت کو یون باہم تقسیم کر کے اپنے آپ کو

شاہی خاندان کا قتل عام

قیصر کے خطاب سے مشہور کیا۔ اور شاہی خاندان کے دیگر تمام شاہزادون کو قتل کر ڈالا۔ فقط فرالوس اور یولیانوس نام دو شاہزادے بچ رہے اور اگر ایک مسیحی بشپ کی شفارش نہ ہوتی تو شاید ان سے بھی دنیا خالی ہو گئی ہوتی۔

قسطنطین کے بیٹون کا باہمی جھگڑا

ظاہر ہے کہ اس قسم کی تقسیم زیادہ زمانے تک نہین قائم رہ سکتی تھی۔ قسطنطین اور قسطنطوس مین لڑائی ہوئی۔ جس مین قسطنطین مارا گیا۔ اور اس کے ساتھ وہ اصلی کڑی بھی فنا ہو گئی جو مشرقی اور مغربی حکمرانون کو ایک رشتے مین جوڑے ہوے تھی۔ اب کوئی پورا قیصر تھا

عہ اصل مین۔ عہ اغسطوس قدیم زمانے کے سب سے بڑے اور زبردست قیصر کا نام تھا جو آخر مین قیاصرہ کے لیے خطاب کا کام دیتا تھا۔ اور جو قیصر سب سے زیادہ قوت اور سیاسی بالادست ہوتا وہ اکثر اسی لقب سے یاد کیا جاتا۔ انگریزی مین اس لفظ کو یون لکھتے ہین Augustus

عہ قسطنقوس Constantius عہ Constans

اور دونون بھائی آزادی سے اپنے اپنے علاقون پر متصرف تھے۔ ناگہان ایک جرمنی باغی ایک آندھی کیطرح اٹھا۔ جس نے ایک ہی جھونکے سے مغربی حکمران قسطنطوس کا چراغ زندگی گل کر دیا۔ قسطنطوس کو جب بھائی کے مارے جانے کی خبر ہوئی تو انتقام کے جوش مین اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بھائی کے خون کا پورا بدلہ لینے کے ساتھ باغیون کی سرکوبی کر کے پوری دولت روم کا مالک اور اپنے باپ کا اکیلا اور سچا جانشین بن گیا۔ یون دولت روم کی ساری قلمرو پھر ایک ہی شخص کے ہاتھ مین ہو گئی۔

اکیلا قسطنطوس قیصر روم ہوا

باب ہفدہم

یولیانوس قیصر۔ اور قدیم رومی مذہب کا آخری سنبھالا

قسطنطوس کی پریشانی۔ یولیانوس۔ اس کے ابتدائی حالات۔ وہ قیصر روم قرار پایا۔ قسطنطین کے بیٹے عیسائی تھے۔ گذشتہ مسیحی فرمان رواؤن کی حالت یولیانوس کا مذہب۔ وہ بت پرست بنتا ہے۔ اس کے فلسفیانہ خیالات۔ پہلے قیصرون نے شاہی محل کی کیا حالت کر رکھی تھی تخفیف یولیانوس کی سادہ مزاجی۔ وہ ایک نئے مذہب کا موجد ہے۔ اس کو رونق دیتا ہے عیسائیون سے انتقام مسیحیت کی نسبت یولیانوس کا خیال اخلاقی اصلاحین۔ بتخانون کی رونق فلسفہ کی ترقی عیسائیون کا یولیانوس پر اعتراض۔ یولیانوس کی خوبیان۔ وہ مصنف بھی ہے۔ اس کا سفر شرق۔ عیسائیون کے خلاف اس کے تعصب کی ابتدا۔ یولیانوس بیت المقدس مین۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا حکم۔ اس حکم کی اصلی غرض۔ یہودیون کا جوش و خروش بیت المقدس کی تعمیر شروع ہو گئی۔ یولیانوس کی موت۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے رکنے کے مافوق العادۃ اسباب ان کی طبیعی وجوہ۔ جو سبب سب سے زیادہ قرین قیاس ہے۔ یولیانوس کا زمانہ سلطنت۔ یولیانوس قیصر۔ ولنطیانوس قیصر اور اس کا بھائی ولنس۔ ان کا مذہب۔ قوم ہن اور قوطی۔ ولنطیانوس کی موت۔ ولنس کا خاتمہ۔ اسکے بعد سے تمام قیصر عیسائی ہوئے۔ بت پرستی و یہودیت پر ان کے علم مظالم۔

قسطنقوس کو مغربی و مشرقی دونون مملکتون پہ قابض ہونے کے بعد نظر آیا کہ سلطنت کی پولیٹکل حالت نازک ہو رہی ہے اور ہر طرف سے حملے آوارون کا ترغرہ ہے ایسکی تنہائی

قسطنقوس کی پریشانی

اور شاہی خاندان کے ختم ہو جانے کا اسے نہایت ملال ہوا- ایک طرف سے ایرانی اور دوسری طرف سے مغربی یورپ کے وحشی لوٹیرے دھمکیان دے رہے تھے- اور اس سے کوئی تدبیر نہ بن پڑتی تھی- کسی معتمد علیہ شخص کو ڈھونڈھتا تھا اور نہ پاتا تھا- آخر اُسے یولیانوس یاد آیا جو قسطنطین اعظم کا بھتیجا تھا- اور ایک

یولیانوس

عیسائی پادری کی سفارش سے بچ رہا تھا قسطنقوس نے اُسے فوڑا بلوا کے امیر لشکر بنایا- اور مغربی باغیون کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا-

اُسکے ابتدائی حالات

یولیانوس آزمید کے مدرسے سے نکل کے آیا تھا- اور باوجود کمسنی اور عنفوان شباب کے بڑا لائق و فائق اور بہت ہی شائستہ و سنجیدہ شخص تھا- اُس نے جاتے ہی میدان کو باغیون سے صاف کر دیا- اور اس ایک ہی لڑائی مین فوج کے لوگ اس کے حسن اخلاق پر ایسے فریفتہ ہو گئے کہ سب نے مل کے کوشش شروع کی کہ اسے قیصر روم بنائین- یولیانوس نے بہت انکار کیا- بلکہ کہتے ہین رونے لگا- مگر گرد و پیش کے لوگون کی دھمکیون سے مجبور ہو کے منظور کرنا پڑا- آخر سب لوگ اُسے قیصر بنا کے قسطنقوس کے مقابلے کو لے چلے- قسطنقوس کی فوجین یولیانوس کے سامنے صف آرا

وہ قیصر روم قرار پایا

ہوئی تھین کہ قسطنقوس مر گیا- اور سنہ ۲۱۰ قبل محمد (سنہ ۳۶۱ ع) بین بے لڑے بھڑے تاج شاہی اور تخت قیصری یولیانوس کے ہاتھ آ گئے-[عہ]

قسطنطین کے بیٹے عیسائی تھے

قسطنطین اعظم کے تینون بیٹے مذہب عیسوی کے پابند تھے مگر انھون نے بت پرستی کے خلاف کوئی تعصب بھی نہین ظاہر کیا- اور اس کی وجہ غالبًا یہ تھی کہ قسطنطین نے اپنے زمانے مین قدیم مذہب کو اس قدر دبا دیا تھا کہ اب کسی جدید سخت پالسی کی ضرورت ہی نہین باقی رہی تھی- علاوہ برین ان تینون حکمرانون کو سلطنت کے اندرونی اور بیرونی جھگڑون ہی سے اتنی فرصت نہ ملی کہ مذہبی اشاعت کی طرف توجہ

عہ انوار توفیق الجلیل-

کرتے۔ مگر یولیانوس کی حکومت نے دولت روم مین پھر ایک بڑا بھاری مذہبی انقلاب پیدا کر دیا۔

گذشتہ مسیحی فرمان رواؤن کی حالت

قسطنطین سے اسوقت تک جو فرمان روا مسیحیت کو ملے۔ یا یون کہنا چاہیے کہ دنیا مین جو سب سے پہلے مسیحی بادشاہ گذرے گو انھون نے دین عیسوی کو پھیلایا۔ بت پرستی کی بیخ کنی کی۔ اور ساری دولت روم مین پادریون کا دور دورہ کر دیا۔ مگر اُن کے ذاتی طرز عمل کو دیکھا جائے تو حیرت معلوم ہوتی ہے خود قسطنطین نے اپنے بیٹے اپنے خسرا اپنی بی بی کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ اس کے بیٹے جو جانشین ہوے اُنھون نے پہلے تو ساری نسل شاہی کا خاتمہ کر دیا۔ پھر آپس مین لڑ لڑ کے ایک دوسرے کی زندگی تمام کی۔ دین ناصری کی طرف داری وہ بیشک کرتے تھے۔ مگر یونان و روم کے وحشیانہ کھیلون اور خود پرستی و عشرت پسندی کی طفلانہ خواہشون مین بھی مبتلا تھے۔ یولیانوس نے اب مذہب کے ساتھ اخلاقی مذاق مین بھی یکایک بہت بڑا انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی۔

یولیانوس کا مذہب

اگرچہ اس کو ایک عیسائی پادری ہی کی سفارش سے نجات ملی تھی مگر کہتے ہین کہ اُس کا پہلا معلم ایک سیتھیا کا رہنے والا یونانی دان تھا۔ وہ فلسفیانہ خیال کا آدمی تھا۔ اور اسی سبب سے دنیا دی سرتون تھیٹرون اور تماشا گاہون کی طرف سے اُس نے یولیانوس کے دل مین نفرت پیدا کر دی۔ ہومر کی شاعری اور یونان کے فلسفۂ الٰہی سے اُس کو ماہر کیا۔ چودہ پندرہ برس ہی کی عمر تک وہ تعلیم پانے پایا تھا۔ کہ ملکی انقلاب نے اسے ایشیاے کوچک کے ایک قلعے مین قید کر دیا۔ وہان اُس کی نگرانی کلیۃً عیسائیون کے سپرد تھی۔ اس نئی تعلیم نے اُسے نئی قسم کے مذہبی احکام کا پابند کیا۔ سخت ریاضتین شب زندہ داری۔ روزے رکھنا۔ دیر تک نماز و عبادت مین مشغول رہنا۔ اور شہیدون اور ولیون کی زیارت کو جانا کوئی بات نہ تھی جس کی اُسے تعمیل نہ کرنی پڑتی ہو۔ الغرض چھ سال ان مشاغل مین گذرے جبکہ ہر قسم کی تعلیم سے وہ محروم تھا۔ بیس برس کی عمر مین اسے اس قید سے آزادی ملی۔ تو اُس اگلے علمی ذوق کا یون

اعادہ ہوا کہ وہ بُت پرستوں کے بڑے بڑے علما اور خاصۃً تصوف کا مذاق

وہ بت پرست بنتا ہے

رکھنے والوں سے ملنے لگا۔ اُن لوگوں نے اسے فلسفہ اور یونانی لٹریچر میں ترقی دلانا شروع کی۔ اور آخر وہ افلاطونی الٰہیات کے سب مدارج طے کر گیا۔ اس موقع پر اُسے بعض عجیب وغریب کرشمے دکھائے گئے۔ جنھوں نے اُس کے دل پر بڑا اثر کیا۔ مقیموس نام ایک بت پرست عالم اُسے ہقات[عه] کے مندر میں لے گیا۔ تھوڑا لوبان جلا کے چند منتر پڑھے اور یکایک یولیانو نے حیرت سے دیکھا کہ دیوی کی مورت ہنس رہی ہے۔ اُس کے علاوہ اس نے بڑے بڑے علمی شہروں کا سفر کیا اور قدیم مذاق کے فلسفیوں میں سے جن جن کی شہرت سُنی اُن کے پاس جا کے رموز حکمت حل کیے۔ اور اندر ہی اندر ایک کامل فلسفی بن گیا۔ اب وہ دل میں پورا فلسفی اور انھیں خیالات کے مطابق پورا بت پرست تھا۔ مگر چونکہ اُس کے افعال وحرکات کی نگرانی ہوتی رہتی تھی۔ لہٰذا ظاہر میں عیسائی بنا ہوا تھا۔ فقط نام کے لیے نہیں بلکہ بہ ظاہر مسیحی مذہب کے احکام و فرائض کو بھی پوری پابندی سے بجا لاتا تھا۔ قسطنقوس کے مرنے کے بعد جیسے ہی عنان حکومت اُس کے ہاتھ میں آئی اُس نے اپنے دلی معتقدات صاف ظاہر کر دیے۔ اور علانیہ بُت پرست بن گیا۔

اس کے فلسفیانہ خیالات

لیکن فلسفیانہ تعلیم نے اُسے فقط بت پرست نہیں بلکہ ایک نہایت ہی اعلیٰ دماغ کا محقق اور عجیب قسم کا بےنفس و سادہ مزاج فلسفی بنا دیا تھا۔ دنیا و دنیوی نفس پرستیوں اور شاہی شان و شوکت کو وہ ہیچ و ذلیل خیال کرتا۔ عالیشان قصر و ایوان، دولت مندی کا سامان عیش و عشرت کی تفرج گاہیں۔ اور کھیل تماشے کے مقامات سب اُس کی نظر میں بچوں کے کھیل تھے۔ قسطنطین کی بنائی ہوئی عمارتیں جن میں نقش و نگار بنانے اور سونا بھرنے کے اعتبار سے بڑے بڑے کمالات معماری دکھائے گئے تھے۔ اس کی نظر میں ذلیل کھلونوں سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ اور اس کے اس مذاق کے خلاف یہاں اکیلے شاہی محل میں ایسے تکلفات تھے جو شاید دنیا کی

عه ہقات رومی بت پرستوں کی ایک دیوی تھی جسے انگریزی میں [illegible] کہتے ہیں عہ گبن

کسی قصر مین نہ ہون گے۔

پہلے قیصرون نے شاہی محل کی کیا حالت کر رکھی تھی

یولیانوس جیسے ہی قسطنطنیہ کے محل مین داخل ہوا اتفاقاً اسے ایک نائی کی ضرورت ہوئی۔ فوراً ایک شخص نہایت ہی اعلیٰ کپڑے پہنے اور بڑی معزز صورت بنائے ہوئے آیا۔ اور سلام کر کے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ یولیانوس نے تعجب سے اُس کی طرف دیکھ کے کہا "مین نائی کو چاہتا ہون۔ وزیر مال کی ضرورت نہین"۔ اس لیے کہ اس معزز شخص کو وہ وزیر مال سمجھا تھا۔ جب معلوم ہوا کہ یہی نائی ہے تو اُس نے حیرت سے دریافت کیا "تم کس قدر ماہوار پاتے ہو"۔ جواب سے معلوم ہوا کہ ایک بڑی مقررہ رقم کے علاوہ اُسے بیس خادمون اور بہت سے گھوڑون کے اخراجات بھی ملتے ہین۔ یہ ایسی باتین تھین جن کو سُن کے یولیانوس حیرت زدہ ہو گیا۔ مگر اس سے بھی زیادہ حیرت اُس وقت ہوئی جب سُنا کہ اسی محل مین ایک ہزار نائی۔ ایک ہزار جام بردار یا ساقی۔ ایک ہزار باورچی اور برسات مین جتنے کیڑے پیدا ہو جاتے ہین اتنے خواجہ سرا بھرے ہوئے ہین۔ اور شاہی حرم سرا کے مصارف فوج کے مصارف سے بھی زیادہ بڑھے ہوے ہین۔

تخفیف

ان مصارف اور اس قسم کے تمام فضول اخراجات کو اس نے تخفیف مین ڈال دیا۔ مسیحی شہنشاہون کی اس عشرت پسندی نے اُسے دین عیسوی کی طرف سے اور زیادہ بدگمان کر دیا۔ پادری جو زہد و تقویٰ دکھاتے تھے اُس کو وہ ریاکاری خیال کرتا۔ اور خود اپنی یہ حالت کر رکھی تھی کہ کپڑے میلے ہوتے تو چندان پروا نہ ہوتی۔ ناخن بڑھ جاتے

یولیانوس کی سادہ مزاجی

تو اس کی فکر نہ کرتا۔ اسی طرح گذشتہ بادشاہون کے پبلک مشاغل کو بھی وہ حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ مجبوری کبھی تھیٹر مین لے بھی جاتی تو بدلی و بے توجہی سے دو گھڑی بیٹھ کے اُٹھ آتا۔ خانگی اخلاقی اور ملکی معاملات مین کافی اصلاحین کر کے وہ مذہب کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اپنی مذکورہ بالا پالیسی برتنی شروع کر دی۔

وہ ایک نئے مذہب کا موجد ہے

اُس کے مذہب کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مسیحیت کی مخالفت کرنے کی وجہ سے وہ قدیم رومی مذہب کا پابند خیال

کیا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت مین اُس نے اُس مذہب مین بھی بہت سی ترمیمین کرکے ایک نیا مذہب پیدا کیا تھا۔ اس مذہب کی اصلی بنیاد افلاطون کے فلسفۂ الٰہی پر رکھی گئی تھی ایک غیر فانی اور غیر قابل ادراک ہستی تمام عالم کی خالق مانی گئی۔ مگر اس کی عظمت کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ آفتاب کے نورانی جرم کی پرستش کی جاتی۔ جو غیر مادی اور ہمیشہ زندہ رہنے والے خدا کی تصویر قرار دیا گیا تھا۔ سورج کے اس سب سے بڑے دیوتا کے ماتحت ہر قسم کی دیویان اور دیوتا رکھے گئے تھے۔ اور سب کی پرستش جائز تھی۔ تمام کواکب بھی حسب ترتیب و مقدار دیویون اور دیوتاؤن کے مرتبے پر بتائے گئے تھے۔ اس کے علاوہ خوابون شگونون بدفالیون اور طرح طرح کی ضعیف الاعتقادیون کو دینی اور مذہبی وقعت دی گئی تھی۔ اس جدید مذہب کے قائم کرنے سے لیولیانوس کی اصلی غرض یہ تھی کہ دنیا بھر مین بت پرستی کی جتنی وضعین اور شاخین ہین سب کو ایک بنا کے ایک ہی سلسلہ مین منسلک کر دے۔ اور اس کی حمایت مین دین مسیحی کا خاتمہ کر دے۔

اسکو رونق دیتا ہے | یہ اصول قائم کرکے اُس نے اپنے مذہب کو روم کا قومی مذہب بنانے کی کوشش شروع کی۔ ہر شہر مین اور ہر جگہ چند مندر اُسی گذشتہ شان و شوکت سے تعمیر کرکے پھر مرجع خلائق بنائے گئے۔ جو بت جا بجا منہدم کر دیے گئے تھے ان کی از سر نو تعمیر شروع ہو گئی۔ اور اُن کا صرف ہر جگہ کی ہونی پیلیٹیون

عیسائیون سے انتقام | کے ذمے کیا گیا۔ جن بت خانون کو عیسائیون نے منہدم کیا تھا ان کے عوض مین گرجون اور کنیسون پر بھاری بھاری جرمانون کا بار ڈالا گیا۔ اور وہ جرمانے اکثر جگہ بڑی سختیون سے وصول کیے گئے۔ مسیحیون کو شکایت ہے کہ اس زمانے مین شاہی ملازمون کی غیر ضروری دست برد سے بھی بہت سے گرجے لٹ گئے۔ ایک بت پرست فلسفی نے ان کارروائیون پر جن الفاظ مین لیولیانوس کی تعریف کی ہے ان کا نقل کرنا ہمین مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے "اے عظیم الشان شہنشاہ! تو نے قدیم جمہوری اصول اور تباہ اور مٹی ہوئی نیکیون کو پھر زندہ کر دیا۔

تو نے علم و فضل کا نور پھر چمکا دیا۔ تو نے صرف یہی نہین کیا کہ فلسفہ کو آزار رسانیون سے بچا لیا۔ جس پر اس سے پیشتر بد گمانی کی جاتی تھی جس کی عزت چھین لی گئی تھی۔ اور جس کا شمار مجرمون مین ہو گیا تھا۔ بلکہ تو نے اُسے حکمرانی کا ارغوانی لباس پہنایا۔ جواہرات سے اُسے آراستہ کیا۔ اور اسے شہنشاہی تخت پر بٹھا دیا۔ اب ہم آسمان کیطرف دیکھ سکتے ہین ستارون پر بے خوف و ہراس غور کر سکتے ہین۔ حالانکہ چند روز پیشتر ہم وحشی چوپایون کیطرح سر جھکائے اور اپنے خیالات کو زمین گڑوے ہوے تھے"۔

مسیحیت کی نسبت یولیانوس کا خیال — یولیانوس کو دین عیسوی کی بجز نمائشی قیاس دکھانے کی کوشش کیگئی تھی کہ وہ عیسائی بنا لیا جائے اور یہی فوری ترقی حقیقت کا ثبوت قرار دی گئی تھی۔ جس دلیل کو عیسائی آج بھی اکثر پیش کیا کرتے ہین۔ یولیانوس نے اس کا یہ جواب دیا کہ "یہ کامیابیان فقط بیرونی انتظامات اور ظاہری دکھاوے کی وجہ سے ہوئیں۔ ورنہ اس دین مین کوئی اندرونی خوبی نہین۔ اور نہ روح انسانی پر اس کا کوئی اچھا اثر پڑ سکتا ہے"۔

اخلاقی اصلاحین — یہ مذہب قائم کر کے اُس نے بہت سی جدید اخلاقی اصلاحین کین ہر جگہ مسافرون کے ٹھہرنے کے لیے مکانات تعمیر کراے۔ اور اُن کا انتظام مذہبی پوجاریون یا مقتداؤن کے سپرد کیا۔ اُن مین آنے جانے والون کے لیے کھانا مقرر کیا۔ تجہیز و تکفین کے معاملات مین خاص توجہ اور خاص اہتمام کی باتین کی گئین۔ ہر جگہ غریبون کے لیے ایک ٹیکس جاری کیا۔ اور اس کی آمدنی مقدس لوگون کے ذریعے سے تقسیم ہونے لگی۔ اس کے عہد مین ہر ذات اور ہر مذہب کے بیمارون کے لیے دار الشفائین کھولی گئین۔ معابد کے متعلق بھی خاص قسم کے اہتمام کیے گئے۔

بتخانون کی رونق — مندرون مین ہر روز تین دفعہ عبادت کی جاتی۔ یہان عبادت کے ساتھ اعلیٰ قسم کا گانا بجانا ہوتا۔ بھجنون کے لیے خاص دُھنین مقرر ہوئین۔ اور ہر مندر کے متعلق گانے والون کی ایک چوکی مامور تھی۔ مندرون کی انتہا سے زیادہ تعظیم کا حکم دیا گیا۔ اُن مین چیخنا چلانا غیر ضروری باتین کرنا قطعاً ممنوع تھا۔

اسکے سوا مذہبی تعلیم کا جو دراصل فلسفہ کی تعلیم تھی اہتمام کیا گیا۔ جا بجا معلم مفتش

فلسفہ کی ترقی واعظ وغیرہ مامور ہوئے جو افلاطونی فلسفہ کو عام لوگون مین پھیلاتے

اور اسی کی مدد سے دلون پر بت پرستی کا نقش بٹھاتے تھے۔ یہ اس قسم کی باتین ا

تھین جن کو زیادہ تر انسان کی انتظامی قوت سے تعلق ہے۔ اور ہر شخص ایسے اصول

کو خواہ دوسرون سے لیکے یا بطور خود ایجاد کر کے اپنی قوم مین جاری کر سکتا ہے

عیسائیون کا یولیانوس پر اعتراض مگر عیسائی انھین امور کی بنا پر کہتے ہین کہ وہ مسیحیون

کے اصول کو اپنے مذہب مین داخل کر کے بندر کی طرح عیسائیون کی ہر بات کی

نقل کرتا تھا۔ مگر ہمین تو ایسا نظر آتا ہے کہ نقالی مین خود مسیحی جس قدر بڑھے

ہوئے ہین شاید دنیا کی کوئی قوم نہ ہوگی۔ یولیانوس نے اگر نقل بھی اتاری

تو کلیسیا کے چند دنیاوی انتظامات کی۔ اور مسیحی جب قدیم فلسفہ کی نقل اتارنے

پر آئے تو اپنے مذہب کی اصلی بنیاد یعنی توحید کو بھی بھول کے افلاطونی تثلیث کے

معتقد بن گئے۔ اب اس سے زیادہ نقالی بھلا کوئی کیا کر سکے گا؟

یولیانوس کی خوبیان ان مسیحی تعصبات کی وجہ سے یہ نہین ہو سکتا کہ یولیانوس کی

خوبیان مٹ جائین۔ وہ روم کے اکثر قیصرون سے اچھا تھا۔ اس سے زیادہ

علم دوست فرمان روا کبھی تخت روم کو نہین نصیب ہوا تھا۔ اس نے عقلا اور

صاحب فضل لوگون کی بیحد قدر و منزلت کی۔ فصحا و بلغا کا اس کے گرد مجمع رہتا۔

اس کے عہد مین شاہی دربار مسخرون اور خوشامدیون سے خالی ہو گیا۔ اور ان

کی جگہ دقیقہ سنج اہل علم اور حقیقت شناس فلسفی بادشاہ کے انیس و جلیس

بنے۔ اس کی انصاف پسندی و قدر شناسی کی اس قدر دھوم تھی کہ اہل حکمت

و معرفت بلاد دور دور دراز سے کھنچے چلے آتے تھے۔ اور اس کی قدر دانیون سے

اپنے کمالات کی داد پاتے وہ صرف قدر شناس نہ تھا بلکہ بذات خود اتنا

وہ مصنف بھی ہے بڑا فاضل اجل اور بے بدل محقق تھا کہ اس کے تصانیف آج تک

عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہین۔ فلسفیانہ تحقیقون کے علاوہ اُس نے مسیحیون کی

تمردید مین بھی تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم کیا تھا۔

اس کا سفر مشرق

تخت نشین ہوے ابھی پورے دو سال نہین ہوے تھے کہ ایرانیون کی فوج کشی کی خبر سن کے یولیانوس کو مشرق کا سفر کرنا پڑا۔ اس سفر مین وہ پہلے انطاکیہ پہونچا جہان مسیحیت کا اتنا سے زیادہ دور دورہ تھا قدیم بتخانے مسمار

عیسائیون کے خلاف مذہب کے تعصب کی ابتدا

اور منہدم پڑے تھے۔ اور اُسے یہ دیکھ کے تعجب معلوم ہوا کہ قدیم مذہب کے پیرو عیسائیون کے ہاتھ سے ظلم اٹھا رہے ہین۔ یہ بات اُسے سخت ناگوار گذری۔ جس غصے مین اُس نے انطاکیہ کا گرجا فوراً بند کرا دیا۔ اور ممانعت کر دی کہ اس مین کوئی نماز نہ پڑھے۔ سچ پوچھیے تو اسی وقت سے اُسی عیسائیون کے خلاف تعصب ہو گیا۔ اور اس بات کی عملی کوشش پر آمادہ ہوا کہ نبی ناصری کا نام لینے والون کے مذہب کو دنیا سے فنا کر دے۔

یولیانوس بیت المقدس مین

دل مین یہ ارادہ کر کے وہ خاص بیت المقدس مین پہونچا جو اندنون ایلیا کیپی ٹولینا کہلاتا تھا۔ اس مین رومیون کی بہت بڑی آبادی تھی۔ اور مسیح کے مقبرے اور ہلینا کی بنوائی ہوئی عبادت گاہون نے عیسائیون کو وہان بے انتہا قوت دیدی تھی۔ پرانے تبرکات اور نئی عمارتون نے اُسے ایک بڑی بھاری زیارت گاہ بنا دیا تھا۔ تمام اطراف یورپ اور سواحل بحیرۂ روم سے ہزارہا مخلوق ہر سال زیارت و حج کی غرض سے آتی۔ اور دین عیسوی کی شان و شوکت دکھا کے چلی جاتی۔ اس کے مقابل غریب یہودیون کو اُس نے نہایت ہی مصیبت زدہ پایا جو چارون طرف سے سمٹ سمٹا کے اب یہان آبسے تھے۔ اور اپنی ہی قدم سے نکلے ہوے ایک فرقے کو اپنے اوپر حکمران دیکھ کے حیرت کرتے ہیکل سلیمانی کے کھنڈرون پر کھڑے ہو ہو کے روتے۔ اور خدا کو یاد کرتے۔ یولیانوس نے یہودیون کو یہان نہایت ہی مظلوم و بےکس پایا۔ جسٹینین قسطنطین کے عہد کے مظالم نے بالکل تباہ کر دیا تھا۔ اُن کی بےکسی پر اس علم دوست قیصر کو ترس آگیا۔ اور حکم دے دیا

مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا حکم | کہ مسجد اقصیٰ کی عمارت اُسی گذشتہ شان و شوکت سے پھر بنا کے طرح ہی کر دی جائے۔ اور ہدایت کر دی گئی کہ اس جدید عمارت کو کم از کم ایسا ہونا چاہیے کہ مسیحیوں کے معبدوں اور زیارت گاہوں سے زیادہ باشان دبار دنق ہو۔ یولیانوس یہ حکم دے کے ایرانی سرحد کیطرف روانہ ہو گیا۔ اور یہان بیت المقدس مین اُس کے حکم کی تعمیل کا اہتمام ہونے لگا۔

اس کے حکم کی اصلی غرض | مسیحی مورخون کا خیال ہے کہ یولیانوس کا یہ حکم فقط اتنی غرض سے تھا کہ یہودیون کی وقعت بڑھا کے اور اُن کا قدیم معبد قائم کر کے عیسائیون کو خاص بیت المقدس مین ذلیل کرے۔ اس بات کو وہ خوب سمجھا ہوا تھا کہ یہودیون کی قوم ایسی سخت ہے کہ ذرا بھی قوت حاصل ہوئی تو عیسائیون کو دبا دے گی۔ بہر تقدیر چاہے جس غرض اور جس پالسی سے ہو یہ حکم دے دیا گیا اور اس کا عجیب اثر ہوا جیسے ہی یہ خبر مشہور ہوئی یہودی اطراف و جوانب سے آنا شروع ہو گئے شاہنشاہی روم کے ہر ضلع اور صوبے سے اسرائیلی

یہودیون کا جوش و خروش | زن و مرد اپنے اصلی مرکز کی طرف دوڑے کہ قومی اقبال کی تصویر کو آنکھون سے دیکھین اور ہیکل سلیمانی کی نئی عمارت سے آنکھون کو نور بخشین یہودیون کی طرف سے اس کام مین ایسی سرگرمی ظاہر ہوئی کہ ہر دیکھنے والا متحیر تھا مرد اپنا مرتبہ اور عورتین اپنی نزاکت بھول گئین۔ انھون نے قومی عزت خیال کر کے چاندی کے بیلچے کدال اور پھاوڑے فراہم کیے اور سب زن و مرد کھڑے ہو گئے

بیت اللہ کی تعمیر شروع ہو گئی | اور تین صدی بیشتر کے منہدم خانۂ خدا کی پھر بنیاد ڈالی گئی۔ قوم یہود کا ہر متنفس ثواب سمجھ کے مزدوری کے لیے بڑھتا۔ اور آزاد مشرب قیصر روم کا شکر گذار ہوتا۔ بنی اسرائیل کے گروہ اس جوش و خروش سے بیت المقدس مین آ کے جمع ہو گئے تھے کہ عیسائی بھی دل مین ڈرنے لگے۔ اور خائف تھے کہ دیکھیے کیا انجام ہوتا ہے۔

یولیانوس کی موت | اگر عیسائیون ہی کا کہنا سچ ہے۔ خدا ہی کو نہین منظور تھا کہ یہ کام

پورا ہوا۔ یولیانوس ارض مقدس سے آگے بڑھ کے دو ایک لڑائیاں لڑا۔ فتحیابی قریب تھی کہ بیمار ہوا۔ اور افسوس یہی مرض مرض موت تھا۔ اہل فوج اور تمام رومیون کو اُس سے ایسی محبت تھی کہ اُس کے مرنے پر بجز عیسائیون کے کوئی نہ تھا۔ جو نہ رویا ہو اُسکے دم واپسین کے ساتھ روم کے مذہب قدیم کا حامی اور قوم بنی اسرائیل کا ایک زبردست مربی دنیا سے اُٹھ گیا۔ اب کون تھا جو حضرت سلیمان کے معبد کو از سر نو بنا کے کھڑا کرتا۔ عیسائیون کا پھر زور ہوا۔ اور یہودیون کی آرزوئین اُسی طرح خاک کے ڈھیر کی صورت مین پڑی رہ گئین۔[ع۱]

مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے رکنے کے مافوق العادۃ اسباب

عیسائیون کو بڑا فخر ہے کہ عین اُسوقت جبکہ یولیانوس کے حکم سے ہیکل سلیمانی کی بنیاد ڈالی جا رہی تھی۔ ناگہان ایک زلزلہ آیا طوفانی ہوا کے جھونکے چلنے لگے۔ اور منہدم کھنڈرون سے کسی آتش فشان پہاڑ کیطرح سخت آتش فشانی شروع ہوگئی۔ جس نے اُس تمام نئی بنیاد کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کے پھینکسا دیا۔ اسی واقعے کے متعلق اور بھی بہت سے خلاف فطرت واقعات عیسائیون کی عقیدت مند آنکھون کو نظر آئے۔ کسی نے دیکھا کہ کھنڈرون سے جو شعلے نکلتے ہین وہ صلیبی صورت کے ہوتے ہین۔[ع۲] بعض کی خوش اعتقادی نے اس سے بھی زیادہ تجاوز کیا۔ اور اُن کو کوہ موریا کی بلندی پر آگ اور دھوین کے اندر ایک سوار نظر آیا۔[ع۳] اُسی عہد کے ایک بت پرست اور فلسفیانہ مذاق کے مورخ نے اس واقعے کی تصدیق کر کے مسیحیون کے دعوے اور بڑھا دیے ہین۔ آخری دور کے محققین نے یہ قیاس دوڑایا ہے کہ بیت المقدس

ان کے طبعی وجوہ

کے صدہا اور ہزارہا تہ خانے صدیون سے بند پڑے تھے اور اُن مین بہت ہی سخت اور خوفناک گیس بھر گیا تھا۔ اور تعمیر کی ضرورت سے جیسے ہی زمین کھودی جانے لگی یکایک وہ گیس نکل پڑا۔ اور وہی حالت ہوگئی جو کسی آتش فشان پہاڑ کی ہوتی ہے۔ مگر اِس قسم کی باتین بھی مسیحیون کی طرفداری ہی مین کہی جاتی ہین۔ قیاس غالب یہ ہے۔ کہ متعصب مسیحیون نے جن کو سخت اندیشہ تھا کہ یہ معبد بن گیا تو دین عیسوی کی ساری

ع۱ گبن ع۲ تاریخ یہود مصنفہ ملمین ع۳ گبن۔

جو سبب زیادہ قرین قیاس ہو | رونق مٹ جائے گی۔ اندر ہی اندر پوری چالاکی اور خفیہ تدابیر
سے کام لے کے اسرائیلیون کو ضرر پہونچایا۔ اُن کو یہ پوری طرح معلوم تھا کہ شہر بیت المقدس
کے نیچے ہی نیچے تہ خانون کا سلسلہ دور دور تک چلا گیا ہے۔ باروت اور کبریتی اڑدن
کے بچھانے کا استعمال بیت المقدس والون کو صدیون پیشتر سے معلوم تھا جیسا کہ کئی مرتبہ
طیطوس وغیرہ کے زمانے مین ظاہر ہوا۔ انھین باتون سے پوشیدہ طور پر عیسائیون
نے فائدہ اُٹھایا۔ یہودی اور رومی اوپر کھڑے تعمیر کا اہتمام کر رہے تھے اور وہ
نیچے باروت اور گندھک وغیرہ کے ڈھیر لگا رہے تھے۔ اور جب خوب اچھی طرح
باروت بچھا دی تو یکایک آگ تبا کے الگ ہو گئے۔ اور یہودیون کے ذلیل کرنے کے
ساتھ اپنی حقیت کا ایک عظیم الشان معجزہ بھی دنیا کو دکھا دیا۔ یہ ہمارا ہی خیال نہین
بلکہ بعض عیسائی مورخون کو بھی اس کا احتمال ہوا[عہ] ہے۔ یولیانوس کے حالات

یولیانوس کا زمانۂ سلطنت | اور کارنامون سے خیال ہوتا ہے کہ غالباً اُس نے ایک
مدت دراز تک سلطنت کی ہو گی۔ مگر نہین اُسے حکمرانی کو بہت ہی تھوڑا زمانہ ملا
۲۱۲ قبل محمد (۳۶۱ع) مین وہ تخت سلطنت پر بیٹھا تھا اور ۲۰۰ قبل محمد (۳۶۳ع)
مین آغوش لحد کے سپرد کیا گیا۔ اس کے بعد یہ بڑی دشواری پیش آئی کہ خاندان شاہی
مین سے کوئی شخص نہین باقی رہا تھا جو تخت قیصری کے لیے منتخب کیا جاتا۔ لوگون نے
پہلے سالسطوس نام ایک رومی سردار کو قیصر بنانا چاہا مگر اس نے اتنی بڑی ذمہ داری
کا بار اپنے سر لینے سے انکار کیا تب سب نے یویانوس[عہ] نام ایک اور سردار کو منتخب
کر لیا۔

یویانوس | یویانوس قیصر یولیانوس کے خلاف مذہب عیسوی کا پابند تھا۔ لہذا اُس نے
تخت پر قدم رکھتے ہی اُسی قسم کے احکام جاری کر دیے جن کی ایک مسیحی فرمانروا
سے امید کی جا سکتی تھی یعنی بت پرستون کی طرفداری اور مسیحیت کے روکنے کے متعلق

عہ تاریخ بیت المقدس مصنفہ والٹر بزنٹ و پامر
عہ یویانوس کو انگریزی مین جودین کہتے ہین۔ ۲۰۰ ۵۰ ۰۰ ۰۰

جتنے احکام جاری تھے سب منسوخ کر دیے گئے۔ اور یہودیون کو اپنی چند روزہ اور بے نتیجہ خوشی کا یہ خمیازہ بھگتنا پڑا کہ اس عہد مین انھین اپنے شعائر دینی کے ظاہر کرنے کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ لیکن یویانوس کو یہ احکام جاری کیے چند ہی روز ہوے تھے کہ ایک طرف طرابلس غرب وغیرہ مین باغی اُٹھ کھڑے ہوے۔ اور دوسری طرف شاپور ذی الاکتاف کی فوجین بڑھنے لگین۔ کمزور اور بزدل قیصر نے ایرانیون سے دب کے صلح کر لی۔ جس کے

وہ مار ڈالا گیا

بعد ایک دن اپنے بچھونے پر مرا ہوا ملا۔ مورخین کا خیال ہے کہ ایرانیون کا دباؤ مان کے اُس نے دولت روم کو جو ذلت دی تھی اسی کے انتقام مین کسی منچلے رومی نے خوابگاہ مین گھس کے اُسے مار ڈالا اس طرح تخت نشینی کے چند مہینون ہی کے بعد اُس نے کسی دوسرے جانشین کے لیے جگہ خالی کر دی یویانوس کے بعد لوگون نے

ولنطیانوس قیصر اور اس کا بھائی ولنسوس

ولنطیانوس[عہ] نام ایک سردار کو قیصر بنایا اس نئے قیصر نے اپنے بھائی ولنسوس[عہ] کو بھی شریک سلطنت کر لیا۔ وہ خود مغربی حصۂ سلطنت مین اور ولنسوس مشرقی حصے مین حکومت کرتا تھا۔ یہ دونون قدیم رومی مذہب کے پابند تھے۔ لہذا ان کے زمانے مین بھی مسیحیت

ان کا مذہب

کو ایک حد تک ضرر پہونچا۔ مگر اصل یہ ہے کہ ولنطیانوس نے مسیحیت سے زیادہ ضرر خود اپنے دین کو پہونچا دیا۔ کیونکہ اس نے جادوگرون کے استیصال کی کوشش کی اور جادوگری کو قدیم مذہب سے زیادہ تعلق تھا۔ چنانچہ جادوگرون کے ساتھ ساتھ بت پرستی کو بھی نقصان پہونچتا رہا۔

قوم ہن اور قوط

اُن دنون دو وحشی قومون کے حملے دولت روم کو تباہ کر رہے تھے۔ قوم ہن جس لقب سے آج کل غصے مین اکثر انگریز جرمنی کے لوگون کو یاد کرتے ہین شمالی و مشرقی ایشیا سے ایک ٹڈی دل کی طرح آ گری تھی۔ ان لوگون نے بڑھتے ہی اہل قوط (گاتھ) کو دبایا جو انھین کے سے وحشی تھے اور اُن سے پیشتر دولت روم کے اطراف و جوانب مین مختلف اضلاع پر متصرف ہو گئے تھے۔ ہن لوگون کے سیلاب سے پریشان ہو کے اور ان سے شکست کھا کے قوط اضلاع روم مین گھسے اور دولت

عہ ولنطیانوس Valentinian   عہ ولنسوس Valens

قیاصرہ کا ملک بٹنانے لگے۔ عین جس زمانے مین کہ دولت روم کی یہ نازک حالت ہو رہی تھی

ولنطیانوس کی موت

ولنطیانوس قیصر سنہ ۱۹۶ قبل محمد (سنہ ۳۷۵ء) مین مرگیا۔ اور اس کے چند ہی روز بعد قوط لوگون کا حملہ ولنسوس کی فوجون پر ہوا سنہ ۱۹۳ قبل محمد (سنہ ۳۷۸ء) مین شہر اڈریانوپل کے قریب بہت بڑی لڑائی ہوئی۔ جس مین قوط نے ایسے سخت حملے کیے کہ بہت سارومی لشکر تباہ ہوگیا۔ اور خود قیصر بھی زخمی ہوا شکست خوردہ رومی اپنے زخمی بادشاہ کو میدان سے نکال کے ایک پناہ کی جگہ

ولنسوس کا خاتمہ

لے آئے۔ مگر اہل قوط نے وہان تک بڑھ کے آگ لگادی۔ اور ولنسوس جہان چھپا بیٹھا تھا وہین جل کے خاک سیاہ ہوگیا۔

اس کے بعد سے تمام قیصر عیسائی ہوے

ولنسوس کے بعد دولت روم چار مختلف قیصرون مین بنٹ گئی مگر اب ہمین اس ملک کی تاریخ سے زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہین۔ اس لیے کہ اس کے بعد سے تخت و تاج روم علی العموم عیسائیون ہی کے قبضے مین رہا جن کے تعصب نے قدیم بت پرستی کا کلیتہً

بت پرستی اور یہودیت پر ان کے عام مظالم

خاتمہ کر دیا۔ اور یہودیون پر علی الاتصال ایسے ایسے مظالم کیے کہ شاید دنیا کا کوئی حصہ کم باقی رہا ہوگا۔ جہان بھاگ بھاگ کے اُنھون نے جان نہ بچائی ہو۔ یہودیون کا مذہب نہایت ہی مضبوط اور الہامی مذہب تھا یہ بات تو عیسائیون کے امکان سے باہر تھی کہ قدیم رومی مذہب کی طرح اس دین کو بھی صفحۂ دنیا سے مٹا دیتے۔ خاص بیت المقدس اور تمام اضلاع شام مین مذہب یہود کے فنا کر دینے کی مسلسل کوششین خاص اہتمام سے ہوتی رہی۔ مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ ہان یہ البتہ ہوا کہ اس غیر ممکن الحصول ارادے کی وحشیانہ کوششین بدنما داغ بن کے تاریخون کے صفحون پر باقی رہ گئین۔

باب ہیجدہم

مسیحیت ہی اصلی باعث زوال روم تھی

عیسویت نے دولت روم پہ کیا اثر ڈالا۔ اسباب زوال دولت روم۔ اصلی سبب قومی مذہب کا بدل جانا تھا۔ پرانا مذہب اور اس کے اصول۔ قلمرو روم مین بت پرستی کے مختلف مذاہب۔ وہ سب متفق کیے جا سکتے تھے۔ فلسفیانہ اختلافات۔ اُن کی بے ضرری۔ مسیحیت سے ہر جگہ جھگڑے پیدا ہو گئے۔ اس مذہب سے بڑی کوئی مصیبت روم پہ نہین پڑی تھی۔ عیسائیون نے رومیون کو تعصب سکھایا۔ ملکی انتظام کی طرف سے اُن کا خیال پھیر دیا۔ سلطنت کو خود اپنی رعایا سے بدگمان کر دیا۔ مسیحیت نے حکمران ہو کے کیا کیا۔ مذہب کے ساتھ ہر چیز بدل دی۔ پوری رعایا کے عیسائی ہو جانے کے بعد کیا ہوا۔ مذہب کی اندرونی تفریقین۔ قدیم مذہب بہادری سکھاتا تھا۔ عیسویت لڑائی کو حرام بتاتی تھی۔ مسیحی فوجی خدمت کو بھی ناجائز بتاتے تھے۔ ایسا عقیدہ حکمرانی کے لیے مناسب نہین۔ لڑائی مجبوراً جائز کی گئی۔ اب بھی مذہبی خوبی ترک دنیا مین تھی مسیحیت نے بہادری کی آگ بجھا دی۔ اُس نے حکومت لی۔ مگر سنبھال نہ سکی۔ مذہبی نقصانات کے مٹانے کی کوشش۔ عیسویت کے لیے جو شریعت تھی اُسے خود عیسائیون نے چھوڑ دیا مذہبی کونسلین۔

عیسویت نے دولت روم پہ کیا اثر ڈالا

اب ہم اس زمانے کے قریب پہونچ گئے ہین۔ جبکہ مسیحون کی موجودہ الہامی کتاب یعنی کتاب عہد جدید کو مسیحی دنیا مین عام مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور اسی وجہ سے ہمین اس کے مفصل حالات بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر اس بحث کے اٹھانے سے پیشتر ہم اتنی بات اور بتا دینا چاہتے ہین کہ دین عیسوی نے دولت روم کا عام اور حکمران مذہب بن جانے کے بعد اس پہ کیا اثر ڈالا؟ اور اُسے کیا فائدہ پہونچایا؟ ہمارے قدیم مذاق کے لوگون کو ایسی بحثون مین زیادہ مزہ نہین آتا۔ لیکن موجودہ محققین کے نزدیک یہی امور۔ تاریخ کی اصلی غایت ہین صرف واقعات کے جمع کر دینے کو موجودہ زمانہ افسانہ گوئی سے زیادہ وقعت نہین دیتا

اور بیشک ہے بھی ایسا ہی۔ دراصل اسی قسم کی بحثون سے ہمین کسی چیز کی بُرائی یا بھلائی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہم اس وقت دین عیسوی کی حالت پر بحث کر رہے ہین۔ اور ہمارا مقصود ہے کہ اس پر ایک سچا اور مفصل ریویو لکھین اس غرض کے لیے بجاے اس کے کہ ہم عیسائی بادشاہون کے کارنامے بیان کرین اور اُن کے زمانون کی تصویر ناظرین کے سامنے پیش کرین یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ دولت روم کی عام حالت پر نظر ڈال کے مقابلہ کرین کہ جب وہ قدیم مذہب کے فرمان روا اُن کے زیر فرمان تھی تو کس حالت مین تھی اور جب عیسائی شہنشاہون کا تسلط ہوا تو اس کی کیا کیفیت ہو گئی سلطنت روم کے ان دونون زمانون کا مقابلہ کرنے سے صاف نظر آسکتا ہے کہ دین عیسوی نے انسانی تمدن پر مفید یا غیر مفید کیسا اثر ڈالا۔

اسباب زوال دولت روم | دولت روم کے زوال و اسباب پر مسٹر گبن نے ایک ایسی کتاب لکھ دی ہے جو مورخین کی دنیا مین نہایت ہی ادب کی نگاہون سے دیکھے جانے کے قابل ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ اس نوعیت کی کوئی کتاب زمانے کو اس وقت تک نہین نصیب ہوئی۔ گبن کی تحقیق مین اہل روم کا اخلاقی بگاڑ اور دین عیسوی۔ پھر اس کے ساتھ ہی ساتھ وحشی قومون کے حملے اور سب کے آخر مین اسلام کا عروج و اقبال اس عظیم الشان اور مہذب سلطنت کے لیے باعث زوال ہوا۔ اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ ان سب اسباب نے دولت روم کے زوال مین حصہ لیا ہے۔ لیکن اس سلطنت کے زوال کا

اصلی سبب قومی مذہب کا بدل جانا تھا | اصلی سبب وہان کے قومی مذہب کا بدل جانا اور دین مسیحی کا رواج پذیر ہو جانا تھا۔ اہل اسلام بھی ایک کتابی مذہب کو بت پرستی پر ترجیح دین گے بلکہ کہا جاے گا کہ جن دنون قیاصرۂ روم نے اس مذہب کو اختیار کیا ہے ان دنون یہی مذہب خدا کا سچا اور واجب الاتباع دین تھا۔ ممکن ہے کہ مبلغان دین مسیحی نے ان دنون روم و یونان کی کسی قدر روحانی اصلاح کر دی ہو۔ مگر تمدنی حالت کی نسبت تو تاریخی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیحیت نے بالکل تباہ کر دی تھی قطع نظر اس کے ہم روم کی عیسویت کو اس زمانے مین بھی سچی مسیحیت نہین تسلیم کرتے۔

پرانا مذہب اور اس کے اصول

پرانا مذہب روم کا قومی مذہب تھا۔ وہ شہر روم کے آباد ہونے کے ساتھ ہی شروع ہوا تھا۔ لہذا ضرور تھا کہ روم بھی اس کے ساتھ ختم ہو جائے۔ اس کے پیرو اپنے دار السلطنت اور اپنے فوجی جھنڈے کی پرستش کرتے اور اپنے بہادروں اور ناموروں کو دیوتا بنا بنا کے پوجتے تھے اس مذہب کی بنیاد ہی اس امر پر ڈالی گئی تھی کہ قوم خود قوم کی پرستش کرے جو بہادر اور فلسفی ملک و قوم کو فائدہ پہنچا کے مرجاتے دیوتا بنتے اور اُن کے کارنامے الوہیت کا جامہ پہنا کے قوم کے سامنے پیش کیے جاتے۔ بعد کے لوگوں کو ان کے کارناموں سے اپنی ترقی کا راستہ ملتا۔ صرف دنیاوی راستہ نہیں بلکہ ان کا مذہب ہر وقت ان کے سامنے ایک آسمانی سیڑھی موجود رکھتا جس پر چڑھ کے وہ اپنے اعتقاد کے مطابق آسمان پر جا پہنچتے اور دیوتاؤں میں مل سکتے تھے۔ دیوتاؤں کی یاد بہادری اور جوش کی اعلیٰ مثالیں ہمیشہ اُن کے پیش نظر رکھتی اور ملک و قوم کی حمایت میں جان دینا وہ اپنے دین و دنیا کا حاصل سمجھتے۔

قلمرو روم میں بت پرستی کے مختلف مذاہب

پھر اتنے بڑے دینی و قومی جوش کے ساتھ ان میں مذہبی تفریقیں نہ تھیں ایک ہی مذہب اور ایک ہی قسم کی بت پرستی تھی جو ساری قوم روم کا معتقد علیہ تھی۔ زیادہ جستجو سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف چار قسم کی بت پرستیاں اُن دنوں رومیوں کی قلمرو میں تھیں ایک تو سب سے پرانی مصریوں کی بت پرستی۔ دوسری یونانیوں کی۔ تیسری قرطاجنہ کی۔ چوتھی خود رومیوں کی۔ مصریوں کا مذہب رومیوں سے پہلے ہی یونانیوں کے فتوحات کے زمانے میں سیل فنا کی نذر ہو چکا تھا۔ ان کے دیوتا اور اُن کی دیویاں صرف کہانیوں میں رہ گئی تھیں۔ اُن کے مندر اُجاڑ اور ویران پڑے تھے۔ اور سارا مصر رومی مذہب کا معتقد تھا۔ اگرچہ چند لوگ اپنے قدیم دیوتاؤں کو مانتے بھی تھے تو وہ کسی شمار میں نہ تھے۔ قرطاجنہ کے مذہب کو رومیوں کی فتوحات نے مٹا دیا تھا صرف یونانی اور رومی دو مذہب رہ گئے تھے جن کا امتزاج اس خوبی سے ہو گیا کہ گویا

وہ سب متفق کیے جا سکتے تھے

کوئی اختلاف ہی نہ تھا۔ اول تو روم کا مذہب یونانیوں ہی کے مذہب سے نکلا تھا مگر جب یہ طرز عمل جاری ہو گیا کہ رومی یونان کے دیوتاؤں کو اور یونانی روم کے

دیوتاؤن کو بے تکلف پوج لیتے تو اگر کوئی اختلاف تھا بھی تو کالعدم ہوگیا۔ اور اگر بالفرض اب بھی کسی قسم کا جھگڑا باقی تھا تو اہل یونان و روم کے عقائد ایسے تھے کہ بآسانی دور کیا جا سکتا تھا۔ یولیا نوس قیصر نے جب بت پرستی کو باضابطہ بنا کر ایک ایسا وسیع مذہب بنایا کہ ہر قسم کی بت پرستی اس کے اندر شامل ہوگئی تو کسی گروہ اور کسی قوم نے اس سے اختلاف نہین کیا۔ سب نے بالاتفاق اس کی کوششون کو پسند کر لیا۔ اور اس کی خوبیون کے معترف ہو گئے۔ اگر سچ پوچھیے تو اُن تمام بت پرستیون کا ماحصل "ناموری اور ناموَرپرستی" تھا۔ جس سے شجاعت۔ سپہگری۔ قومی محبت اور وطنی جوش کے پیدا کرنے مین بڑی مدد ملتی تھی۔

فلسفیانہ اختلافات　اس مین شک نہین کہ ان مین وقتاً فوقتاً مختلف فلسفی پیدا ہوتے اور مسائل الٰہیات اور اخلاق و عادات کے متعلق نئے خیالات اور نئے اصول پیش کرتے مگر بت پرستون مین اُن کے قوانین و اصول ہمیشہ قبول کر لیے جاتے تھے۔ اور اگر ان کی بے ثمری　کسی گروہ کو اختلاف ہوتا تو اس مخالفت مین تعصب نہ ہوتا تھا۔ مسیحیت کے ظہور سے پہلے روم و یونان والون مین مذہبی اور اخلاقی مسائل کے متعلق نہ کبھی متعصبانہ جھگڑے ہوے تھے اور نہ ایسی باتون پر کبھی تلوار کھنچی تھی۔ وہ صاحب علم مخالف کی بھی قدر کرتے۔ اور قومی و ملکی امن و امان مین کبھی خلل نہ پڑنے دیتے۔ یہی چیز تھی جس کی بدولت سلطنت روم نے جتنی عمر پائی اور کسی سلطنت کو نہین نصیب ہوئی۔ یہودی غیر ملکی تاجرون اور سیاحون کی طرح البتہ ان کے ممالک مین پھیل گئے تھے۔ لیکن چونکہ وہ کسی کو اپنے مذہب مین نہ لیتے تھے۔ لہذا ان کی وجہ سے بھی کبھی کسی قسم کا فتنہ نہین پیدا ہوا۔

مسیحیت سے ہر جگہ جھگڑے پیدا ہو گئے　ناگہان اس امن و امان۔ اس خاطر جمعی و خاموشی کو مسیحیت نے نمودار ہو کے توڑا۔ جس کے ظہور کے ساتھ ہی ہر جگہ فتنہ اور فساد اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر شہر اور ہر گاؤن مین مذہبی اختلافات پر لڑائیان ہونے لگین۔ اُنھون نے خود ہی تعصب نہین کیا بلکہ یہ نا پلک اور

اس مذہب سے بڑی کوئی مصیبت روم پر نہین پڑی تھی

اخلاق کش مرض رومی و یونانی بت پرستون کو بھی سکھا دیا۔ رومیون پر تھی اور نہایت ہی خطرناک مصیبت تھی۔ اس سے پہلے وحشی لوٹیرون نے حملے کیے تھے۔ مگر اُن سب جنگلی قومون کا روم کے مقابلے مین ہمیشہ یہی نتیجہ ہوا کہ چند روز زور و شور دکھا کے دب گئین۔ اور روم ویسا ہی با عظمت و جبروت بنا رہا۔ دولتمندی و عشرت پسندی نے خود رومی شرفا کے اخلاق پر بھی برا اثر ڈالا تھا مگر جب کوئی لائق جری اور بیدار مغز قیصر ہوا اس نے قومی اصلاح کر لی۔ اور گذشتہ شوکت و اقبال کا پھر سمان دکھائی دیا۔ مگر مسیحیت ایک ایسی چیز تھی جو کسی حملے آور کی حیثیت سے نہین بلکہ کسی اندرونی بلا کی طرح نمودار ہوئی۔ اور وبائی امراض کی طرح رومیون کے گھرون تک مین پہونچ گئی۔ خلاصہ یہ کہ ہر مصیبت اور خرابی کا کوئی علاج ہو سکتا تھا۔ اور اس تازہ بلا کے دور کرنے کی کوئی تدبیر نہ تھی

عیسائیون نے رومیون کو تعصب سکھایا

ابتدائی تین سو سال تک جب تک کہ رومی دین مسیحی کے پیروؤن پر ظلم کر رہے تھے۔ مسیحیت نے اپنی کمزوری کی مخالفت کر کے رومیون مین تعصب پیدا کیا اور روز بروز اُن کو غصہ دلایا۔ اُن کے خیالات کو زیادہ تر

ملکی انتظام کی طرف سے ان کا خیال پھیر دیا

اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اور رعایا کے ساتھ حکمرانون کی توجہ بھی ملکی انتظام اور سرحدی حفاظت کی طرف سے ہٹ گئی۔ اب اُن کو عیسائیون کا فتنہ دور کرنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ بغیر کسی سخت مجبوری کے دیگر معاملات کا خیال ہی نہ کرتے تھے۔ ان مذہبی جھگڑون سے صرف اسی قدر نہین ہوا بلکہ اسی تعصب کی

سلطنت کو خود اپنی رعایا سے بدگمان کر دیا

بدولت جو انھون نے عیسائیون سے سیکھا تھا انھین خاص اپنی رعایا کے زیادہ حصے پر بدگمانی کرنی پڑی۔ جس کی وجہ سے عام بددلی پھیلی۔ اور ساری قوم کے دل بٹ گئے۔ نہ وہ اگلی یکسوئی ہی باقی رہی اور نہ وہ یکدلی۔

مسیحیت نے حکمران ہو کے کیا کیا

اس کے بعد جب عیسویت تخت قیصری پر جا پہونچی تو اور خرابیان پیدا ہوئین۔ سرحدی حفاظت اور بیرونی حملون کا روکنا درکنار خود ملک مین ہر جگہ اور ہر طرف قتل و خونریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ یہی تو مذہب جو تا مظلوم زمانے سے

سارے ملک مین پھیلا ہوا تھا مٹایا جانے لگا۔ اور افسوس یہ ہے کہ یہ پالسی بھی یکسان طور پر قائم نہ رہ سکی۔ سلاطین چونکہ کبھی عیسائی ہوتے تھے اور کبھی بت پرست لہذا مختلف اور متضاد حالتین نظر آتین۔ کبھی تبخانے منہدم ہونے لگتے۔ اور کبھی گرجے۔ کبھی بت پرستون پر آفت آتی اور کبھی عیسائیون پر۔ اس بدعملی اور دورخی حالت نے ملکی سلطنت کو اور تباہ و برباد کیا۔

مذہب کے ساتھ ہر چیز بدل دی

ان انقلابات نے نہ وہ دارالسلطنت ہی باقی رکھا جو دیوتاؤن کا بڑا استھان تھا۔ اور جس کی پرستش کی جاتی تھی اور نہ وہ عقابی جھنڈا جو ایک حیثیت سے قوم کا مقدس دیوتا تھا۔

پوری رعایا کے عیسائی ہوجانیکے بعد کیا ہوا

یہ زمانہ بھی گذر گیا۔ اور وہ زمانہ آیا جبکہ روم کے بادشاہون کے ساتھ رعایا بھی کلیتہً عیسائی تھی۔ اب چونکہ دین عیسوی فتح پاچکا تھا۔ لہذا چاہیے تھا کہ پوری طرح امن وامان قائم ہوجاتا۔ مگر نہین عیسائیون مین صدہا اندرونی فرقے تھے۔ اور سب مین انتہا سے زیادہ تعصب تھا۔ آپس مین لڑتے

مذہب کی اندرونی تفریقین

جھگڑتے تھے۔ ایک دوسرے کے خون سے ہاتھ رنگتے تھے۔ اور دماغ پریشان کرنے والے لاینحل اور فضول خیالات کے سوا ملک کی مین کبھی کوئی ایسا مسئلہ پیدا ہی نہ ہونے دیتے تھے۔ جس کو تمدن پالٹکس اور سلطنت کی بنیاد مضبوط کرنے سے تعلق ہو۔ پہلے تثلیث کے متعلق جھگڑے تھے۔ اور جب زبردستیون اور جبر واکراہ سے تثلیث منوا بھی لی گئی تو اسی تثلیث کے ماتحت یہ اختلافات پیدا ہوئے کہ تینون خداؤن کا جوڑ توحید کے ساتھ کیونکر بٹھایا جائے۔ یہ ایسی فضول باتین تھین جن کو سمجھتا تو کوئی نہ تھا۔ مگر بے سمجھے ایک دعوی پیدا کرتا۔ اور پھر تعصب کے ساتھ کوشش کرتا کہ ساری دنیا بھی اس کو بے سمجھے مان لے۔ اسی قسم کے اور مذہبی جھگڑے تھے جن کے لیے عیسائی حکومت کی کوششون سے وقتاً فوقتاً بہت سی کونسلین طلب کی جاتین اور ان مین عیسائی پادری عجیب قسم کی بحثین کرتے۔ اور کوشش کرتے کہ اگر ان کو بات کہدین تو دوسرون سے بھی منوا کے چھوڑین۔ پھر لطف یہ کہ روح القدس ہر مقدس شخص کے سر پر اُتر کے ایک نیا اصول بتاتی اور

قوم و ملک مین روز نیا ایک نیا فتنہ بر پا کرتی۔ لیکن سب سے زیادہ مضرت

قدیم مذہب بہادری سکھاتا ہے | جو دین عیسوی سے دولت روم کو پہونچ رہی تھی۔ وہ

یہ تھی کہ جو مذہب فنا کیا گیا وہ تو پہلوانی اور زور آزمائی کو اپنے بزرگون اور دیوتاؤن کی سنت سمجھتا تھا۔ اور اس کی جگہ جو نیا مذہب قائم ہوا اس مین اس وقت تک لڑائی کلیتہً حرام تھی۔ اس سے بحث نہین کہ باہمی مذہبی جھگڑون کے وقت جوش مین آکے خود مقتدایان دین عیسوی کسی کو قتل کر ڈالین۔ مگر حضرت مسیح کے ارشاد کے مطابق مذہبی عقیدہ یہی تھا کہ "جو تلوار اُٹھائے گا وہ تلوار ہی سے مارا جائے گا"۔ ابتدائی کئی صدیون تک مسیحی کلیسیا

عیسویت لڑائی کو حرام بتاتی تھی | لڑائی کو قطعاً حرام سمجھتا رہا۔ اوریجین[عہ] کا دعوی تھا

کہ "فوجی خدمت دین مسیحی کے خلاف ہے"۔ لیکٹینوس[عہ] صاف کہتا ہے کہ اس الہامی فیصلے مین بالکل چون و چرا نہین ہو سکتا کہ تو کسی کو قتل نہ کر انسان ایک مقدس ہستی ہے اور اس کی جان لینا ہمیشہ جرم ہے"۔ سب سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ اس کی مخالفت طرطولیان[عہ] نے کی ہے۔ وہ کہتا ہے "تو اب تم لوگون کو سپہگری کا پیشہ اختیار کرنے کی اجازت دوگے جبکہ خود نجات دلانے والے (مسیح) کا قول ہے جو تلوار ہاتھ مین لے گا تلوار ہی سے مارا جائے گا؟ وہ جسے ایسے ذرائع معاش منع کیے گئے ہین اور جو امن و اماں کا بیٹا ہے وہ لڑائی کا کام کرے گا؟ وہ جسے خود اپنی اذیتون کا انتقام لینا منع ہے وہ دوسرون کو پابزنجیر اور اسیر بنائے گا اور انھین ایذاؤن اور موت کے حوالے کرے گا؟"

عہ اوریجین Origenes ۱۸۵ اسکندریہ کے چرچ کا بڑا فاضل سردار تھا جو ۴۳۸ قبل محمد (۱۸۵ء) مین پیدا ہوا۔ اور ۳۱۷ قبل محمد (۲۵۳ء) مین اُس نے وفات پائی (تحقیق اناجیل مصنف محمد صادق علی صاحب)

عہ لیکٹینوس Lactantius ایک بڑا لاطینی مصنف چوتھی صدی عیسوی مین گذرا ہے (تحقیق اناجیل مصنف محمد صادق علی) عہ طرطولیان Tertullian بڑا مسیحی فاضل ہے جو ۴۱۴ قبل محمد (۱۶۰ء) مین پیدا ہوا اور ۳۲۰ قبل محمد (۲۴۰ء) مین اس نے وفات پائی (تحقیق اناجیل مصنف محمد صادق علی)

مسیحی فوجی خدمت کو بھی ناجائز سمجھتے تھے

ہمین ملت عیسوی کے اُن نامور بزرگون کے اقوال نقل کرنے کی بھی چندان ضرورت نہین۔ ہم کو اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ بہت سے عیسائیون نے مرجانا گوارا کیا اور یہ نہ پسند کیا کہ فوجی ملازمت اختیار کرین۔ اور ان کو اپنی اسی مذہبی ضد کی بدولت شہدا مین داخل ہونے کی عزت حاصل ہوئی۔ سینٹ مقسی میلیان[۵] ایک فوجی سپاہی کا بیٹا تھا۔ اور جب ۳۲۶ قبل محمد (۲۹۵ء) مین اُسے قیصر روم کیطرف سے اپنے باپ کی جگہ فوج مین داخل ہونے کا حکم ہوا تو اُس نے بڑی آزادی اور دینی غرور کے ساتھ جواب دیا "مین ایک مسیحی شخص ہون۔ اور یہ بُرا کام تو مین نہین کرسکتا" اُس کے اس عذر کی نہین سماعت ہوئی۔ اور سختی سے حکم ہوا کہ فوجی خدمت اختیار کرے۔ مگر وہ اپنے عقیدے مین اتنا مضبوط تھا کہ شاہی حکم سے قتل ہوا اور وہ شہیدون مین مل گیا۔ لیکن تلوار ہاتھ مین لینا نہ گوارا کیا۔ اسی قسم

ایسا عقیدہ حکمرانی کے لیے مناسب نہین

اور بھی بہت سے واقعات ہین۔ یہ ایسا عقیدہ ہے جو کسی قوم کو ایک گھڑی کے لیے بھی حکمران نہین رکھ سکتا۔ اور اسی وجہ سے جب دین عیسوی عنان حکومت ہاتھ مین لینے کے قریب پہونچا تو قسطنطین اعظم کو خواب

لڑائی مجبورًا جائز کی گئی

دکھنایا حضرت مسیح کو اُس کے خواب مین آکے اپنا پہلا حکم منسوخ کرنا اور یہ بتانا پڑا کہ "صلیب کو ہاتھ مین لے کے لڑائی شروع کردے"۔ اب اگرچہ مسیحیت نے جنگجوئی گوارا کرلی تھی۔ لیکن اب بھی مذہبی فتوی یہ تھا جو سینٹ اغسطین کی زبان سے ظاہر ہوا کہ "جو لڑائی کا خیال کرسکتا ہے اور بغیر دل پر بڑا صدمہ اُٹھائے اس کی تائید کرسکتا ہے وہ حقیقت وہ انسانی روشن ضمیری کی دنیا مین گویا مرگیا۔ مجبورًا اس کی ضرورت ہو کہ لڑائی گوارا کی جائے۔ مگر دل مین ہمیشہ صلح ہی کا شوق رہے۔

ع۵ سینٹ مقسی میلیان Saint Maximilian ؎ سینٹ اغسطین Saint Augustine ۳۵۴ تا ۴۳۰ سنہ ۲۱۶ قبل محمد (۳۵۴ء) مین پیدا ہوا مسیحی ہونے کے بعد شہر ہپو کا لشپ بنا اور سنہ ۱۴۲ قبل محمد (۴۳۰ء) مین اس نے انتقال کیا۔ ۵ کتاب غولری مصنفہ لیون گاٹیر عیسویت اور سپہگری کے تعلقات کے متعلق سب باتین اسی کتاب سے لی گئی ہین۔

اب بھی مذہبی خوبی ترک دنیا مین تھی

اس فیصلے کے ہوجانیکے بعد امید کی جاسکتی تھی کہ دین عیسوی سپہ گری کو کسی حد تک گوارا کرسکے گا۔ مگر اب الہیات کی نازک بحثون نے عام طور پر تزہد۔ نفس کشی اور ریاضتون کو کمال انسانی کا اعلی درجہ قرار دے دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگون مذہبی جوش ہوتا اور سچے عیسائی بننا چاہتے وہ اکثر ارض مقدس مین آکے گوشہ گزین ہوجاتے یا کسی اور شہر کی خانقاہ مین بیٹھ رہتے لڑائی کے متعلق زیادہ پر جوش اور قطعی فیصلے عیسائیون نے حروب صلیبیہ کے شروع ہوجانے کے وقت لئے ہین جبکہ دولت روم تباہ اور برباد ہوچکی تھی۔

مسیحیت نے بہادری کی آگ بجھا دی

مسیحیت کی یہ شان دیکھنے کے بعد بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حکمرانی اور جہانبانی کے لیے یہ مذہب بالکل ناموزون تھا۔ رومیون کے دلون مین قدیم مذہب نے نبرد آزمائی و جانبازی کی جو آگ روشن کر رکھی تھی وہ اس تبدیل مذہب کے ساتھ ہی بجھنا شروع ہوگئی۔ اور قسطنطین اعظم اور بعد کے مسیحی مقتداؤن نے اگرچہ کبھی کبھی پھر اس کے مشتعل کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس کو کیا کرتے کہ جس مذہب کو وہ اختیار کرچکے تھے وہ بالذات اس کی صلاحیت ہی نہ رکھتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بہادری کی آگ سرد ہوتے ہوتے بجھ گئی۔ اور سپہ گری کا جوش جاتے ہی دولت روم نہ اس قابل

اس نے حکومت لی مگر سنبھال نہ سکی

رہی کہ اپنے حریفون کو روک سکے۔ اور نہ اس قابل کہ اندرونی جھگڑون کو دبا سکے۔ لہذا اس کا کچھ جواب نہین دیا جاسکتا کہ عظیم الشان دولت روم کا خون مسیحیت ہی کی گردن پر ہے۔ جس نے وقتی مناسبات سے فائدہ اٹھا کے اُسکے تاج و تخت کو تو حاصل کرلیا مگر اپنی ذاتی کمزوری کے باعث سنبھال نہ سکی۔

مذہبی نقصانات کے مٹانے کی کوشش

اب تاج و تخت پر قابض ہونے کے بعد مقتدایان دین عیسوی کوشش کرنے لگے کہ مسیحی مذہب کے جملہ نقصانات کو مٹائین۔ یہ ہم اوپر بیان کرآئے ہین کہ حضرت مسیح کوئی خاص شریعت نہین مرتب کرنے پائے تھے کہ دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اصل یہ ہے کہ آپ کوئی نئی شریعت لائے ہی نہ تھے۔ آپ کا مشن صرف اس قدر تھا کہ ملت یہود مین انقلاب زمانہ سے جو عیوب پیدا ہوگئے تھے ان کو دور کردین۔

لہذا ضمناً اس خدا شناس پیغمبر کا یہ مطلب بخوبی سمجھ لیا جا سکتا تھا کہ سوا ان خاص خاص باتون کے جن مین یہود کے مروجہ رسوم و عقائد کی مخالفت کی گئی۔ باقی جملہ امور سچے صحیح اور واجب التسلیم ہین اور یہی خیال ابتدائی مسیحون اور ناصریین کا تھا۔ مگر جب پولوس وغیرہ نے حضرت مسیح کے منشا کے خلاف شریعت یہود کو کلیۃً چھوڑ دیا تو دین عیسوی بالکل ناقص اور بے شریعت کے رہ گیا۔ یہ ناقص حالت اس وقت تک تو نبھتی چلی گئی جب تک کہ مسیحی غیر حکومت کے ماتحت تھے۔ اور صرف بت پرستون کے عقائد کی تردید کر رہے تھے۔ لیکن شاہی اختیارات ہاتھ مین لینے کے بعد یہ ناقص دین اغراض زمانہ کے لیے کسی طرح کافی نہین ہو سکتا تھا۔ یہودی شریعت رومی مسیحون کے خوش کرنے کے لیے چھوڑی گئی۔ اور بت پرستی کے اوامر و نواہی اُس وقت چھوٹے جب اُس قدیم مذہب کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ ان دونون مذہبون سے علٰحدہ ہونے کے بعد جب عیسائیون نے دیکھا تو ان کے ہاتھ مین کوئی خاص شرع نہ تھی۔

عیسویت کے لیے جو شریعت تھی اُسے خود عیسائیون نے چھوڑ دیا

مذہبی کونسلین

اسی نقصان کے دور کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً مختلف کونسلین طلب کی گئین۔ اور بڑے بڑے بشپون اور راہبون نے باہم بیٹھ کے مذہب مین جیسی ترمیم چاہی کر لی۔ اور جیسے عقائد چاہے بنا لیے۔ انھین مین سب سے پہلی کونسل نیقیہ کی تھی جس کا حال ہم اوپر بیان کر چکے ہین۔ اور اسی نیقیہ کی کونسل مین پہلا اور سب سے اہم مسئلہ تو تثلیث کا طے کیا گیا تھا۔

باب نوزدہم

اناجیل کی تدوین و تصنیف

مسلمانون کے اعتقاد مین انجیل کیا ہے۔ مسیحی انجیلین۔ ان کی کثرت۔ انجیلون اور قرآن پر

کوئی نسبت نہین۔ وہ کتب حدیث سے مشابہت رکھتی ہین۔ مگر پھر بھی فرق ہے۔ حدیثون کی تنقید کے اصول۔ انجیلون کی صحت کا ثبوت۔ مردودن کی تصدیق۔ عیسائیون کا بھی اطمینان نہین ہوا۔ وہ ماننے پر مجبور کیے گئے۔ انتخاب اناجیل کے اصول بنائے ہی نہین گئے۔ خود اُن کے عقائد معیار تھے۔ بائبل کی مختصر فہرست۔ عہد قدیم کو عمل سے تعلق نہین۔ عہد جدید کی فہرست۔ متی کی انجیل۔ اس کی صحت پر جرح۔ مرقس کی انجیل یہ بھی مجروح ہے۔ لوقا کی انجیل۔ یہ بھی پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔ یوحنا کی انجیل۔ دیگر اناجیل سے مختلف ہے۔ مصنف بھی کوئی اور معلوم ہوتا ہے۔ تقریباً دو صدی تک یہ انجیل مجہول تھی۔ یہ کسی رومی مسیحی کی تصنیف ہے۔ اس انجیل کے مسیح بھی دوسرے معلوم ہوتے ہین۔ اختلافات کی فہرست۔ بعض محققین[عہ] کا بیان ہے کہ اناجیل کا تصفیہ بھی نیقیہ کی کونسل ہی نے کیا۔

انجیل کیا ہے

مسلمانون کے اعتقاد مین انجیل کو اہل اسلام ایک آسمانی کتاب مانتے ہین اور اعتقاد رکھتے ہین کہ توراۃ و زبور و قرآن کیطرح وہ کتاب جناب مسیح پر اتری تھی۔ اس قسم کی کسی کتاب کا پتہ عیسائیون کی مذہبی تاریخون سے نہین لگتا۔ چونکہ مسیحیت کے متعلق قرآن پاک کی اور سب خبرین تحقیق و تنقید کے بعد صحیح اور سچی ثابت ہوئین۔ لہذا یقیناً ایسی کوئی کتاب حضرت مسیح پر نازل ہوئی ہوگی۔ اور کیا عجب کہ پہلے اور سچے مسیحون یعنی ناصرین کے ہاتھ مین وہی اصلی اور منزل من اللہ نسخہ ہو۔ مگر موجودہ عیسائیون کے ہاتھ مین ہم کوئی ایسی کتاب نہین پاتے جس پر قرآنی بیان صادق آتا ہو۔

مسیحی انجیلین

انجیل[عہ] جسے انگریزی مین گاسپل اور کینن[سہ] کہتے ہین فی الحال اُس قسم کی کتابون سے عبارت ہے جو حضرت مسیح کے بعد آپ کے ملفوظات کے طریقے سے قلمبند کی گئین اس قسم کی

عہ تحقیق اناجیل مصنفہ محمد صادق علی صاحب۔ سے سنٹ مرحین بارڈ سٹ کیو نقلہ عہ انجیل یونانی زبان کا لفظ ہے جسکے معنی خوشخبری (بشارت) کے ہین۔

سہ کینن انگریزی کا بگاڑا ہوا لفظ ہے۔ فرانسیسی اور لاطینی زبانون مین اس کا اصلی تلفظ "کانون" ہے جس سے عربون نے بھی قانون بنایا۔ قانون کے معنی اصول و قواعد کے ہین۔ لہذا یہی معنی لفظ کینن کے بھی ہین۔ انجیل کو کینن۔ یا قانون اس لیے کہتے ہین کہ مذہبی احکام اسی سے مستنبط کیے جاتے ہین۔

وہ ایک کتابین ابتدائی دور کے مسیحیون نے لکھی تھین کہ ایک عام معتقدین مین ایک گرمجوشی پیدا ہو گئی۔ اور جس کسی کو بواسطہ یا بلا واسطہ حضرت مسیح کے حالات معلوم ہوسے تھے انجلین تصنیف کرنے لگا۔ اس قسم کی کتابین تھوڑے ہی زمانے مین اس کثرت سے تصنیف ہو گئین کہ ڈاکٹر محمد صادق علیصاحب نے اپنے رسالہ "تحقیق الاناجیل" مین بڑی جد و جہد سے ۶۶ اس انجیلون کے وجود کا مفصل اور تاریخی ثبوت دیا ہے۔ یہ سب انجلین غیر منضبط مسیحیت کے زمانے مین مختلف عقائد اور مختلف خیالات کے مطابق تصنیف ہو گئے مسیحی دنیا مین پھیل گئی تھین۔ اور لوگون سے ذہن پڑ گیا تھا کہ کس کو چھوڑین اور کس کی پیروی کرین۔

ان کی کثرت

انجیلون اور قرآن مین کوئی نسبت نہین

عیسائیون کی انجیلون اور مسلمانون کے قرآن مین کسی قسم کی مناسبت نہین قرآن بلفظہ اور بجنسہ وہی کتاب ہے جو رسول اللہ آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری۔ اور انجیل اگر الہامی بھی ہے تو وہ الہام نہین جس کا القا حضرت عیسیٰ کے دل پر ہوا ہو۔ بلکہ وہ الہام ہے جو روح القدس کی فیاضی سے گمنام اور مجہول الحال مصنفان اناجیل کے دل پر ہوا۔

وہ کتب حدیث سے مشابہت رکھتی ہین

۔ بلحاظ اخبار و روایت اناجیل کو زیادہ مشابہت اہل اسلام کی کتب حدیث سے ہے۔ یعنی جس طرح کتب احادیث کے ذریعے سے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے اقوال و افعال بعد والون کی کوشش سے مدون کیے گئے ہین اُسی طرح اناجیل کے ذریعے سے حضرت مسیح کے مواعظ و نصائح آپ کے بعد قلمبند ہوے علی ہذا القیاس جس طرح تدوین حدیث کا شوق پیدا ہوتے ہی صحیح و غیر صحیح موضوع و غیر موضوع ہر قسم کی احادیث کی روایت کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ اسی طرح اناجیل کے لکھنے کا شوق پیدا ہوتے ہی لوگ ہر جگہ جھوٹی سچی ہر قسم کی انجلین لکھنے لگے۔ تاہم انجیلون اور حدیثون مین فرق ہے

مگر پھر بھی فرق ہے

انجیلون کی تحقیق اور موضوع و غیر موضوع اناجیل مین تفریق کا خیال عیسائیون کو چوتھی صدی عیسوی کے آخر مین آیا۔ اور مسلمان اپنی حدیثون کی

تحقیق و تنقید کیطرف دوسری صدی ہجری کی ابتدا ہی مین متوجہ ہو گئے تھے۔ اور ظاہر ہر کہ اس قسم کے کامون مین جتنی دیر ہوتی ہے اتنا ہی اعتبار بھی کم ہوتا ہے۔

حدیثون کی تنقید کے اصول

لیکن جب ہم یہ بتائین گے کہ دونون جگہ تحقیق کے لیے اصول کیا قرار دیے گئے تھے تو زمانے کو اور حیرت ہو گی کہ عیسائی کس طرح جگنو کو آگ کی چنگاری تصور کر رہے ہین۔ مسلمانون نے تو حدیثون کی تحقیق کا اصول قرار دیا کہ ایک چھوٹے جملے کے لیے بھی پیش کرنے والے سے لے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلۂ روایت کو درست کیا۔ اور جتنے لوگون کے نام اس سلسلے مین آتے تھے اُن سب کے چال چلن۔ مذاق و عادت۔ دماغ و حافظہ اور اُن کے اغراض و مقاصد کا پتہ لگایا۔ ان باتون کے دریافت کرنے کے لیے گاؤن گاؤن اور ملکون ملکون مارے مارے پھرے۔ ہر راوی کے بارے مین اُس کے معاصرین کی رائین دریافت کین۔ اور اتنے مراتب طے کرنے کے بعد جو حدیثین محک امتحان پہ پوری اُترین اُن کی نسبت بھی یہ دعوی نہین کیا کہ اُن کی صحت کا یقین کیا جا سکتا ہے بلکہ آخر تک یہی کہتے رہے کہ سب "ظنی الثبوت" ہین۔

انجیلون کی صحت کا ثبوت

اب ہمین یہ دیکھنا ہے کہ عیسائیون نے اپنی اناجیل کی صحت کا کیونکر پتہ لگایا۔ نیقیہ کی کونسل مین جو پہلی کوشش ہوئی اس کا ماحصل یہ معلوم ہو سکا ہے کہ مستند و غیر مستند جتنی انجیلین ملین سب گرجے کے صدر مقام پر رکھ دی گئین۔ اور بزرگان دین نے نہایت ہی خضوع و خشوع سے دعا مانگنا شروع کی کہ جتنی کتابین روح القدس کے الہام کے مطابق ہون اوپر رکھی رہین اور جو غیر مستند ہون نیچے گر پڑین بس اس موقع پر جو کتابین نیچے گر گئین وہ تو مسترد کر دی گئین۔ اور جو اوپر رکھی رہ گئین واجب العمل مانی گئین۔

یہی نہین مستند اناجیل کی تصدیق ایک اور معجزنما طریقے سے بھی ہوئی عیسٰی فور۔ بار عونیموس۔ اور ادری لفیوتس فر و جینیوس یا لاتفاق لکھتے ہین

مردوں کی تصدیق

کہ اُس کونسل کے ممبروں میں سے دو بشپ عین انعقاد کونسل کے زمانے میں مرگئے تھے اُن میں سے ایک کا نام کریسنٹ اور دوسرے کا میسوڈنی ادس تھا- چونکہ کونسل کی کارروائیوں کے مستند ہونے کے لیے اُس پر اُن دونوں مرحوموں کے دستخطوں کی بھی ضرورت تھی- اس لیے کونسل کے ہر ایک فیصلے کی مسلیں اُن کی قبروں پر جاکے رکھ دی گئیں اور پہرہ مقرر کردیا گیا کہ کوئی آنے اور نہ جانے پائے مسلوں کو اس طرح قبروں پر رکھوا کے محترم بزرگان دین رات بھر دعا مانگتے رہے صبح کو جاکے دیکھا تو دونوں مسلوں پر اُن دونوں مرحوموں کے بھی دستخط[1] موجود تھے- الغرض پہلی کونسل نے اس طریقے سے موجودہ اناجیل کی صحت کا یقینی علم حاصل کیا

عیسائیوں کو بھی اطمینان نہیں ہوا تھا

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان الہامی اور خارق العادت فیصلوں سے جس طرح ہمارا اطمینان نہیں ہوتا عیسائیوں کا بھی نہیں ہوا تھا چنانچہ تحقیق اناجیل کا مسئلہ اس کے بعد بھی ایک مدت تک غیر منقح و زیر تجویز رہ کے بعد کی دو کونسلوں میں طے ہوا- ان میں سے پہلی کونسل ۲۷۸ قبل محمد (سنہ ۳۹۳ع) میں افریقہ کے شہر ہپو میں منعقد ہوئی تھی- اور دوسری اُس کے چار سال بعد ۲۷۴ قبل محمد (سنہ ۳۹۷ع) میں شہر قرطاجنہ میں قائم ہوئی- ان دونوں کونسلوں نے تمام انجیلوں اور دیگر قسم کی الہامی تحریروں میں سے موجودہ اناجیل اور نوشتوں کو چھانٹ کے الگ کرلیا- ان کی فہرست مرتب کرکے عام مسیحی دنیا کے ہاتھ میں دی اور باقی اناجیل کو غیر مستند و غیر مقبول قرار دے کے مسترد کر دیا-

---

(حاشیہ صفحہ ۱۷۷) [1] نیسی فورس Nicephorus قسطنطنیہ کا بشپ تھا جو ۱۷ سنہ قبل محمدی (سنہ ۷۵۸ع) میں پیدا ہوا اور ۲۰۵ سنہ محمدی (سنہ ۸۲۸ع) میں دنیا سے رخصت ہوا (تحقیق اناجیل)

[2] بارونیوس Baronius رومن کیتھولک مسیحی چرچ کا بڑا فاضل مورخ گذرا ہے جو ۹۶۶ سنہ محمدی (سنہ ۱۵۳۸ع) میں پیدا ہوا اور ۱۰۰۰ سنہ محمدی (سنہ ۱۶۰۷ع) میں بڑی عمر پاکر مرا- (تحقیق اناجیل) [3] اورلیئنوس فروجینوس Aurelius Prudentius چوتھی صدی عیسوی کا بڑا لاطینی مورخ گذرا ہے (تحقیق اناجیل) [4] تحقیق اناجیل [5] ڈی کلن

وہ ماننے پر مجبور کیے گئے | مگر اب بھی اختلافات اور جھگڑے مٹائے نہ مٹ سکے۔ اس لیے کہ بعض لوگ مذکورہ کونسلوں کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کرتے۔ اور اپنے خیال وعقائد کے مطابق مسترد شدہ انجیلوں سے سند لایا کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۵۲ قبل محمد (۳۹۷ء) میں قرطاجنہ میں ایک اور کونسل منعقد ہوئی جس میں دو سو اٹھارہ بشپ جمع تھے اس کونسل نے بھی گذشتہ کونسلوں کی تائید کی اور انہی مروجہ مجموعہ اناجیل کو مسلم الثبوت قرار دیا۔ لیکن جب دیکھا گیا کہ لوگ اب بھی مسترد شدہ اناجیل کے ماننے سے باز نہیں آتے تو لیون اول نے جو ۱۳۱ قبل محمد سے ۱۱۰ قبل محمد تک (۴۴۰ء تا ۴۶۱ء) پوپ کے عہدے پر ممتاز رہا وہ تمام کتابیں جو حواریں کے نام کیطرف منسوب تھیں اور غیر مستند قرار پا چکی تھیں جس قدر مل سکیں ڈھونڈ ڈھونڈ کے جلا دیں یہ بایہ امر کہ مذکورہ تینوں کونسلوں نے ان انجیلوں کو

انتخاب اناجیل کے اصول | کن اصول پر منتخب کیا اور کونسی باتیں مستند و غیر مستند بتائے ہی نہیں گئے۔ | ہونے کی معیار قرار دی گئی تھیں اُن کو نہ اُن کونسلوں کے ارکان نے کسی کو بتایا اور نہ اِس وقت تک کسی کو معلوم ہو سکی ہیں۔ جہاں تک غور کیا جاتا ہے یہی پتہ چلتا ہے کہ اُن بزرگوں نے جن انجیلوں کو اپنے

خود اُن کے عقائد معیار تھے | معتقدات اور اپنے مذاق و اغراض کے موافق پایا مان لیا۔ اور جن میں کوئی بات کھٹکتی معلوم ہوئی مسترد کر دی گئیں یہ روایت اور سلسلۂ استناد کے ملانے سے یہاں تک بے پروائی کی گئی کہ یہ بھی یقینی طور پر نہیں ثابت کیا جا سکتا کہ اُن مروجہ اناجیل کے مصنف و مولف کون بزرگ تھے۔ آج تک باوجود بڑی بڑی تحقیقات کے کوئی مسیحی اطمینان کے ساتھ نہیں بتا سکتا کہ کس انجیل کو کس شخص نے اور کب لکھا۔

بائیبل کی مختصر فہرست | مسیحوں کی معتقد علیہ کتاب بائیبل کے دو مجموعے ہیں۔ کتاب عہد قدیم اور کتاب عہد جدید۔ عہد قدیم میں توراۃ زبور اور بعض دیگر انبیائے سلف کے صحیفے

عہ کیتھولک بلیف۔ عہ تحقیق اناجیل۔

ہین۔ جس کے چند حصون کے متعلق یہود اور عیسائیون کے مختلف فرقون مین بھی باہم جھگڑا ہے۔ لیکن یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ بائبل کا یہ ابتدائی حصہ عیسائیون کو صرف تاریخ یا چند پیشین گوئیان فراہم کرنے کا کام دیتا ہے۔ اوامر و نواہی اور احکام کے لحاظ سے باوجود اس اعتقاد کے کہ خدا کے احکام اُن کے نزدیک غیر قابل نسخ اور غیر تغیر پذیر ہین۔ یہ پورا حصہ تقویم پارینہ سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔ صرف پڑھنے اور پاس رکھنے کے لیے ہے اور طرز عمل سے اُس کو کچھ علاقہ نہین۔ وحی متلو ہے۔ مگر وحی معمول بہ نہین۔

عہد قدیم کے عمل سے تعلق نہین

عہد جدید کی فہرست

دوسرا حصہ یعنی عہد جدید۔ اس مین چار قسم کی تحریرین ہین جو ۲۷ کتابون کو حاوی ہین۔

(۱) پانچ تاریخی کتابین یعنی چار انجیلین اور اعمال حواریین۔

(۲) مقدس پولوس کے چودہ خطوط۔ جن مین سے دس آٹھ مختلف کلیساؤن کی طرف اور چار مخصوص شخصون یعنی فلیمون۔ تیموتھیس۔ اور طیطوس کے نام پر ہین۔

(۳) سات عام خطوط جن مین سے ایک یعقوب حواری کا ایک یہودا حواری کا دو پطرس حواری کے۔ اور تین یوحنا حواری کے ہین۔ یوحنا کے خطون مین سے دو عام نہین خاص لوگون کے نام تصور کیے جاتے ہین۔

(۴) یوحنا حواری کے الہامات و مکاشفات۔ اگرچہ یہ تحریر بھی ایک خط کی شان مین ہے جو ایشیا کے سات مختلف کلیساؤن کے نام پر لکھا گیا ہے۔ مگر یہ آخری کتاب عہد جدید کی ہے۔ سب کتابون سے زیادہ پیغمبرانہ شان رکھتی ہے۔

متی کی انجیل

پہلی پانچ کتابون مین سے اول متی کی انجیل ہے۔ مسیحون کو اس بات کا یقین ہے کہ اس کا مصنف حضرت مسیح کا حواری متی ہے۔ مگر خرابی یہ پیدا ہوگئی ہے کہ متقدمین مین سے جس کسی نے یہ لکھا ہے کہ متی نے کوئی انجیل لکھی تھی تو اُسے عبرانی زبان مین بتایا ہے[ع۵]۔ لیکن عبرانی کے اصلی نسخے کا آج تک کبھی کسی شخص کی

ع۵۔ تاریخ عہد جدید مصنفہ فلپ اسمتھ۔

اسکی صحت پر جرح

نظر سے گذرنا نہیں ثابت ہوتا۔ یونانی زبان کی ایک انجیل ملی جو متی کے نام سے مشہور تھی اسی کو لوگون نے حسن عقیدت سے متی کی انجیل تسلیم کر لیا۔ لیکن کسی طرح پتہ نہ لگا سکے کہ یونانی مین کب ترجمہ ہوا۔ اور اگر ترجمہ ہوا بھی تو اصل عبرانی نسخہ کیا ہوگیا۔ اس دشواری کے مٹانے کے لیے بعض بزرگ فرماتے ہین کہ متی نے اپنی انجیل دونون زبانون مین لکھی تھی[عہ]۔ مگر متی کی حالت کا اندازہ کرنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ وہ اتنی لیاقت ہی نہ رکھتا تھا کہ زبان یونانی مین تالیف و تصنیف کی جرأت کرتا۔ جب اس انجیل کا کوئی اصلی نسخہ دکھایا ہی نہین جا سکتا۔ اور نہ یہ بتایا جا سکتا ہے کہ کس نے اور کب ترجمہ کیا تو اس کی جس قدر بے اعتباری ہو جائے ظاہر ہے اس انجیل کی تصنیف کا زمانہ بھی قیاسات سے اور بڑی دشواریون کے بعد ۵۲ھ قبل محمد اور ۱۵ھ قبل محمد (۵۰ھ ۶۱ اور ۵۶ء) کے درمیان مین بتایا جاتا ہے[عہ]۔ اور اسی بنا پر کہتے ہین کہ سب کے پہلے دنیا مین یہی انجیل لکھی گئی۔ لیکن ظاہر ہے کہ اول تو خاص وقت کا معین نہ کیا جا سکنا ہی اس انجیل کو درجۂ اعتبار سے ساقط کر دیتا ہے۔ اور پھر لطف یہ کہ یہ غیر معین زمانہ بھی اس بات کے تسلیم کرنے کے بعد بتایا جا سکا ہے کہ اس کا مصنف متی حواری ہی تھا جو بمشکل صحت کو پہونچ سکتی ہے۔ علاوہ برین جس طرح مصنفون کا عام قاعدہ ہے کہ اپنے آپ کو متکلم کے ضمائر سے یاد کیا کرتے ہین اس کے خلاف اس انجیل مین کہین جگہ متی حواری کا ذکر آیا ہے تو اس کا نام غیرون کی طرح لیا گیا ہے مصنف نے کسی جگہ اپنے مصنف ہونے کا اشارہ بھی نہین کیا[للعہ]۔ جس سے ایک محقق شخص بھی رائے قائم کر سکتا ہے کہ متی حواری نہین بلکہ کوئی اور مجہول الحال شخص ہی اس کا مصنف

مرقس کی انجیل

دوسری انجیل مرقس کی ہے۔ اس کا مصنف پطرس حواری کے معتقدون

عہ تحقیق اناجیل۔

عہ جدید سوانح عمری مسیح مصنف فریڈرک اسٹروس۔ سہ تاریخ عہد جدید مصنف فلپ اسمتھ

للعہ تحقیق اناجیل۔

اور خوشہ چینون مین سے ہر اُسے خود حضرت مسیح سے ملنے اور آپ کی تعلیمات سے شرفیاب ہونے کی عزت تو نہین حاصل ہوئی مگر انکو پطرس کے ایک منشی یا کاتب کی شان رکھتا تھا اور پطرس کے معتقدون ہی کے کہنے سے اپنے حافظے سے کام لے کے اُس نے یہ انجیل لکھی۔ لیکن اس مین بڑا اختلاف ہے کہ کب لکھی۔ اسکندریہ کا کلیمنٹ[عہ] (یہ بھی مجروح ہے) کہتا ہے کہ مرقس نے یہ انجیل اسی زمانے مین لکھی جب پطرس حواری زندہ تھا۔ اور روم مین دین مسیحی کی تبلیغ کر رہا تھا۔ چنانچہ اُسے مرقس کی اس تصنیف کی خبر ہوئی تو اس نے نہ کسی قسم کی مدد دی اور نہ اُسپر سے اختلاف کیا۔ یوسیبوس[عہ] اِس سے بھی زیادہ خوش عقیدگی کے ساتھ کہتا ہے "پطرس (اس تصنیف کے متعلق) لوگون کی دینی سرگرمی دیکھ کے خوش ہوا اور اجازت دی کہ یہ رسالہ مذہبی اجتماعون مین پڑھا جایا کرے" اور کمال کی یہ بات ہے کہ یوسیبوس اپنے اس دعوے کے ثبوت مین وہی کلیمنٹ کا مذکورہ بالا بیان پیش کرتا ہے۔ مگر ہمین اس سے بھی زیادہ حیرت ہوتی ہے جب دیکھتے ہین کہ ایرینیاوس[سہ] جو کلیمنٹ سے بھی پہلے گذرا ہے۔ اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ پطرس اور پالوس حوارئیون کے مرنے سے پہلے مرقس نے کوئی تحریر نہین لکھی تھی[للعہ]۔ مذکورہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انجیل کی تصنیف کا ٹھیک زمانہ بھی نہین بتایا جا سکتا۔ قیاسیات سے کام لینے کے بعد فقط اس قدر پتہ لگایا جا سکا کہ یہ انجیل سنہ ۶۵ اور سنہ ۷۰ قبل محمد (سنہ ۶۳۲ و سنہ ۷۰ء) کے درمیان مین لکھی گئی۔ تاریخ تصنیف کی طرح مقام تصنیف پر بھی لاعلمی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ بعضے روم بتاتے ہین اور بعضے اسکندریہ[صہ]

[عہ] کلیمنٹ Clement جو اسکندریہ کے مسیحیون کا معزز مقتدا تھا سنہ ۳۳۲ قبل محمد (سنہ ۲۱۲ء) مین مرا (کیتھولک بیلیف) [عہ] یوسیبوس جس کا نام Eusebius ہے متوطن قیساریہ سنہ ۲۳۰ قبل محمد (سنہ ۳۴۲ء) مین مرا (کیتھولک بیلیف)

[سہ] ایرینیاوس متوطن لیون سنہ ۴۲۶ قبل محمد (سنہ ۲۰۲ء) مین مرا (کیتھولک بیلیف)

[للعہ] جدید سوانح حضرت مسیح مصنفہ فریڈرک اسٹروس۔

[صہ] تاریخ عہد جدید مصنفہ فلپ اسمتھ۔

صرف اسی قدر نہیں ہمارے مسیحی دوستوں کو اس میں بھی شک ہے کہ جو مرقس اس انجیل کا مصنف بتایا جاتا ہے آیا وہی مرقس ہے جو پطرس کا شاگرد تھا یا کوئی اور شخص[عہ] اور نیز اس میں کہ اس نے جو انجیل لکھی تھی وہی یہ موجودہ انجیل مرقس ہے یا وہ اور کوئی تھی۔ دراصل پہلی انجیل کے اصلی انجیل مرقس ہونے کا ثبوت بس اسی قدر ہے کہ اگلے لوگوں نے مرقس کو ایک انجیل کا مصنف بتایا تھا۔ اتفاقاً یہ نسخہ اسی نام سے مل گیا۔ بس بغیر تحقیق و تنقید کے مان لیا گیا کہ یہی وہ انجیل ہے۔

لوقا کی انجیل | تیسری انجیل کا مصنف لوقا نام ایک طبیب بتایا جاتا ہے جو پولوس کے ساتھ تھا اور اسی وجہ سے عیسائیوں کا خیال ہے کہ اس انجیل کو پولوس کے ساتھ وہی نسبت ہے جو مرقس کی انجیل کو پطرس حواری کے ساتھ تھی۔ کتاب اعمال حواریین کا مصنف بھی یہی شخص بتایا جاتا ہے۔ اتنا بے شک معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بعض سفروں میں پولوس کے ساتھ تھا۔ لیکن اس کے وطن حالات زندگی اور

یہ بھی پایہ اعتبار سے ساقط ہے | جملہ متعلقات میں اس قدر اختلاف ہے کہ اگر کوئی یہ بھی دعویٰ کرے کہ یہ محض ایک فرضی نام ہے تو بھی شاید عیسائیوں کو مشکل سے جواب بن پڑے گا۔ بعض لوگ تو اس کی وقعت اس قدر بڑھانے گئے ہیں کہ اسے خود حضرت مسیح کا شاگرد بتلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بارہ حواریین کے بعد آپ نے جن ستر آدمیوں کو تبلیغ دین کے لیے منتخب کیا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے شہادت کا درجہ بھی نصیب ہوا۔ وہ ایک معتقدین نے اس زیتون کے درخت کی بھی زیارت کی تھی جس پر لوقا مصلوب کیا گیا تھا۔ بعض اسے طبیب کے علاوہ ایک عمدہ نقاش و مصور بھی بتاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس نے حضرت مریم کی نہایت عمدہ تصویر بنائی تھی۔ مگر یہ سب باتیں بالکل بادر ہوا ہیں اور جوش اعتقادی کے سوا کوئی ثبوت نہیں رکھتیں۔ سب کو مان لینا پڑے تو کہ اس نے جو کچھ لکھا اور بیان کیا سب آنکھوں کا دیکھا نہیں بلکہ کانوں کا سنا ہوا

عہ تحقیق اناجیل۔
عہ جدید سوانح حضرت مسیح مصنفہ فریڈرک اسٹروس

لوقا کا وطن بھی کسی کو نہیں معلوم - اور نہ یہ یقینی طور پر بتایا جا سکتا ہے کہ آیا یہ یہودی الاصل شخص تھا یا رومی نژاد - فقط اس بنا پر کہ اس کا نام رومی زبان کا نام ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک رومی اور اطالیہ کا رہنے والا تھا[ع]

مرقس کی انجیل کی طرح اس انجیل کے متعلق بھی لوگون نے یہ شک ڈالا ہے کہ آیا یہی موجودہ انجیل وہ انجیل ہے جو لوقا نے لکھی تھی یا وہ کوئی اور انجیل تھی[عه] مقام اور زمانۂ تصنیف کے متعلق قیاساً بتایا گیا ہے کہ غالباً یہ انجیل قیساریہ مین سنہ ۱۳ھ اور سنہ ۱۱ھ قبل محمد (سنہ ۵۸ء و سنہ ۶۰ء) کے درمیان لکھی گئی ہوگی۔

یوحنا کی انجیل چوتھی انجیل یوحنا کی ہے - اور کہا جاتا ہے کہ اسے خاص یوحنا حواری نے تصنیف کیا - جو تمام حواریون سے زیادہ زندہ رہا - اور پہلی صدی عیسوی کے آخر تک موجود تھا - یہ پہلے بپتسما دینے والے یحییٰ کا معتقد اور مرید تھا - پھر حضرت عیسیٰ پر ایمان لا کے آپ کے حوارئین مین شامل ہوا - کہتے ہین کہ یہ انجیل شہر افسوس مین لکھی گئی - جہان یوحنا حواری کی آخری عمر کا زیادہ حصہ گذرا - ہم یہ بھی سنتے ہین کہ یہ انجیل تینون انجیلون کے بعد لکھی گئی - لیکن دیگر تین انجیلون سے

یہ دیگر انجیل سے مختلف ہے - اس قدر مختلف واقع ہوئی ہے اور اس کے مصنف نے ایسی نئی نئی اور متضاد باتین پیش کین ہین کہ اس آخری دور کے بہت سے عیسائیون نے بھی مجبور ہو کے کہدیا کہ جس مسیح کے حالات انجیل یوحنا مین ہین وہ اور مسیح ہین اور متی اور مرقس اور لوقا کی انجیلون کے مسیح دوسرے مسیح تھے[عه]

مصنف بھی کوئی اور معلوم ہوتا ہے لطف یہ کہ جو حالات اس انجیل مین مذکور ہین اُن کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا مصنف یوحنا نہین کوئی بعد کا شخص ہے جو حضرت مسیح کی زیارت سے شرفیاب ہونا درکنار بیت المقدس کا رہنے والا

عه انسائیکلوپیڈیا برٹانکا۔

عه جدید سوانح حضرت مسیح مصنفہ منوٹیڈ رک۔ اسٹرؤس۔

سه تاریخ عہد جدید مصنفہ فلپ اسمتھ۔

بھی نہین معلوم ہوتا۔ اور بالفرض اگر اُسے ارض یہودا کا یہودی مان لین تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اُس نے بت پرستون کی کتابون اور فلسفہ کی تعلیم پائی تھی۔ حالانکہ کسی طرح سمجھ ہی مین نہین آ سکتا کہ یوحنا حواری جو ارض جلیل کا ایک مچھلی مارا تھا اُس کے دماغ مین اسکندریہ و یونان کے فلسفیانہ خیالات کیونکر پیدا ہو گئے۔ ان تمام باتون نے خود عیسائیون مین ایسے شبہات ڈال دیے ہین کہ محققین کا قول ہے "اس انجیل کا جس قدر اعتبار تھا جاتا رہا اور غیر ممکن ہے کہ جس وقعت کی نگاہون سے یہ انجیل گذشتہ زمانون مین دیکھی گئی آیندہ بھی دیکھی جائے"۔ ان دشواریون کے دور کرنے کے لیے بعض لوگون کی یہ راے ہے کہ یوحنا حواری نے حضرت مسیح کی لائف کے متعلق غالباً چند نوٹ جمع کیے تھے۔ اسکے مرنے کے بعد اس کے کسی شاگرد نے اُن نوٹون کو مرتب کیا۔ اور ترتیب مین اس کے خیالات بھی داخل ہو گئے۔ لائق جرمنی مصنف شویزر نے بڑے غور و تعمق کے بعد پتہ لگا لیا ہے کہ اس انجیل مین دو مختلف شخصون کی عبارتین ہین[۵] ۔ علاوہ برین انجیل یوحنا اور مکاشفات یوحنا مین خیالات اور اغراض کا اس قدر اختلاف ہے کہ دونون کتابین ایک شخص کی نہین بتائی جا سکتین انجیل کا مصنف یہودیت کیطرف مائل ہے اور مکاشفات کا لکھنے والا اس کا سخت مخالف اور دشمن ہے۔

تقریباً دو صدی تک یہ انجیل مجہول تھی

اگر تاریخی روایت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ خود یوحنا کے شاگردون اور قریب زمانے کے لوگون مین سے کسی نے اس انجیل کا تذکرہ بھی نہین کیا۔ دوسری صدی عیسوی کے آخر مین بعض لوگ اس انجیل کا حوالہ دیتے نظر آتے ہین اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح کے ڈیڑھ سو سال بعد تک کوئی شخص اس انجیل کو نہ جانتا تھا۔ مسٹر رینن نے اپنی کتاب مذہب مسیحی مین کئی جگہ ثابت کیا ہے کہ چوتھی انجیل

۵ جدید سوانح حضرت مسیح مصنفہ فریڈرک اسٹراوس۔ جلد اول

یونس نامی ایک مسیحی شخص کی ہے۔ یوحنا حواری کی تصنیف نہیں۔ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ انجیل کسی رومی الاصل شخص کی لکھی ہوئی ہے جس نے بعض خاص خاص اغراض سے اسکو تصنیف کر کے یوحنا حواری کیطرف منسوب کر دیا اس چالاک مصنف نے زیادہ تر تین مسئلوں پہ زور دیا ہے ایک سکندریہ کی فلاسفی دوسرے مسیح کی الوہیت تیسرے مسیحی مذہب کا یہودیت کے بالکل مخالف ہونا۔ یہ تینوں مسائل بعد پیدا ہوئے۔ جو بیت المقدس اور بلا کہ عیسائیون کے بالکل خلاف تھے اور حضرت مسیح کے خاص شاگردون اور یہودیون کے کبھی معتقد علیہ نہ رہے تھے۔ لیکن یہ جعل ایسی بے احتیاطی سے کیا گیا تھا کہ جب آزادی سے تحقیق و تنقید کی گئی فوراً کھل گیا۔ ایک طرف تو لکھنے والے نے اپنی کتاب مین ایسے فلسفیانہ خیالات لکھے تھے جو یوحنا کے معلوم و مشہور مبلغ علم سے بہت بالا تھے۔ دوسری طرف اُس نے ارض یہودا کے جغرافیہ اور وہان کی اُس عہد کی تاریخ کے متعلق ایسی ایسی موٹی غلطیان کین جو کبھی فلسطین کے رہنے والے اسرائیلی نژاد شخص سے ہرگز نہ ہو سکتی تھیں۔

یہ رومی مصنف مسیحی کی تصنیف ہے

مگر اس سے بھی زیادہ حیرت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہین کہ یہ انجیل دیگر اناجیل سے کس قدر مختلف ہے۔ مختلف ہی نہین ہمین کہنا چاہیے کہ متضاد ہے۔ جتنے اختلاف بیانات پہلی تین انجیلون مین بھی موجود ہین مگر جو اختلافات اس آخری الہامی کتاب نے پیدا کر دیے اُنھون نے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے مسیح کو ایک دوسرا ہی مسیح ثابت کر دیا۔ اس موقع پہ ہم ایسا فہرست کا درج کرنا ضروری خیال کرتے ہین جسے کتاب تحقیق اناجیل[1] کے قابل مصنف نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

اس انجیل کے مسیح بھی دوسرے معلوم ہوتے ہین

---

[1] تحقیق اناجیل

جس مسیح کی تاریخ چوتھی انجیل مین لکھی ہے	جس مسیح کی تاریخ پہلی تین انجیلون نے لکھی ہے
اختلافات کی فہرست ۱- یہ مسیح کلمہ ہے جو ہمیشہ سے خدا کے ساتھ تھا اور خود خدا تھا سب چیزین اس سے پیدا ہوئین وغیرہ (دیکھو یوحنا باب ۱- ایک آیات ایک وغیرہ)	۱- یہ مسیح ایک انسان داؤد کی نسل سے پیدا ہوا تھا- اور داؤد کے تخت پر بیٹھکر بنی اسرائیل پر بادشاہی کرنیکے واسطے آیا تھا (دیکھو متی باب اول اور لوقا باب ۱ ایک آیات بتیس ۳۲ تنتیس ۳۳ اور باب ۳ تین آیات تیئس وغیرہ-
۲- انجیل یوحنا کے مسیح نے یوحنا سے بپتسمہ نہین پایا صرف یوحنا نے اس کی شہادت دی اور وہ بہت دن یوحنا کے پاس رہا (دیکھو یوحنا باب اول آیات پندرہ سے پینتیس ۳۵ تک)	۲- اس مسیح نے یوحنا سے بپتسمہ پایا اور اسی وقت یا اسی دن اسکے پاس سے چلا گیا- (دیکھو متی باب تین آیات تیرہ سے اٹھارہ تک مرقس باب ۱ ایک آیات نو سے بارہ ۱۲ تک لوقا باب ۳ تین آیات اکیس وغیرہ اور باب ۴ آیت ایک)
۳- مسیح چند روز یوحنا کے پاس رہکر جلیل کو چلے گئے (دیکھو یوحنا باب ۱ ایک آیت انیس ۱۹ سے پینتیس ۳۵ وغیرہ)	۳ مسیح یوحنا سے بپتسمہ پاکر فوراً شیطان کے سلقوا امتحان کیے جانے کے لیے جنگل مین چلے گئے اور چالیس دن وہان رہے (دیکھو متی باب ۴ چار آیات ایک وغیرہ مرقس باب ۱ ایک آیات بارہ ۱۲ وغیرہ لوقا باب ۴ چار آیات ایک وغیرہ)
۴ مسیح نے یوحنا کے پاس سے جاتے ہوے یوحنا کے دو شاگرد اپنے حواری بنائے جن مین سے ایک کا نام اندریاس تھا اور دوسرا بے نام خود یوحنا فرضی مصنف	۴- ان انجیلون کا مسیح بپتسمہ پاکر چالیس دن جنگل مین رہکر روزہ رکھکر یوحنا کے قید ہونے کی خبر سن کر جلیل کو گیا- وہان کئی جگہ اور کئی دن وعظ کرنے کے بعد

چوتھی انجیل کا تھا۔ اور پھر جلیل کو جاتے ہوے تین شاگرد اور بنائے جن مین سے ایک شمعون پطرس دوسرا فلپ۔ تیسرا نتھنائیل تھا دیکھو یوحنا باب ۱ ایک آیات پینتیس ۳۵ سے اکاون تک)

۵۔ اس مسیح کا وطن یہودیہ تھا اور مسیح اس خیال سے کہ پیغمبر کی عزت اپنے وطن مین نہین ہوتی یہودیہ کو چھوڑ کر جلیل کو چلے گئے اور وہان اُن کی عزت ہوئی۔ (یوحنا باب ۴ چار آیات تینتالیس ۴۳ سے پینتالیس ۴۵ تک)

۶۔ اس انجیل کے مسیح نے چند روز یوحنا کے پاس رہکر قانا سے جلیل مین جاکر ایک شادی کے موقع پر شراب کا معجزہ دکھایا (دیکھو یوحنا باب ۲ آیات ایک سے بارہ ۱۲ تک)

۷۔ اس انجیل کے مسیح نے اور اس کے شاگردون نے یوحنا کے قید ہونے سے پہلے ہی تعلیم اور بپتسمہ دینا شروع کیا تھا اور اس کے

جلیل کی جھیل کے کنارے پہونچا اور شمعون پطرس اندریاس۔ یوحنا۔ اور یعقوب کو اپنا شاگرد بنایا (دیکھو متی باب ۴ آیات بارہ ۱۲ سے بائیس تک مرقس باب ۱ ایک آیات چودہ ۱۴ سے بیس تک لوقا باب ۴ چار آیات چودہ سے پندرہ ۱۵ تک اور باب ۵ پانچ آیات ایک سے گیارہ ۱۱ تک)

۵۔ اس مسیح کا وطن جلیل تھا اور جب وطن مین ان کی قدر نہ ہوئی تو اُنھون نے کہا کسی نبی کی قدر اپنے وطن مین نہین ہوتی (دیکھو متی باب ۱۳ تیرہ آیات چون سے اٹھاون۔ اور لوقا باب ۴ چار آیت چوبیس ۲۴ اور مرقس باب ۶ آیت چار)

۶۔ ان انجیلون کا مسیح یوحنا سے جدا ہوکر جنگل مین چالیس دن تک شیطان کے زیر امتحان رہا تھا (دیکھو متی باب ۴ آیات ایک سے گیارہ ۱۱ مرقس باب ۱ ایک آیات بارہ ۱۲ سے تیرہ۔ لوقا باب ۴ آیات ایک سے تیرہ ۱۳ تک)

۷۔ ان انجیلون کا مسیح یوحنا کی قید کی خبر سنکر جلیل کو آیا۔ تعلیم دینی شروع کی مگر اس مسیح نے بپتسمہ دینے کا حکم شاگردون کو

قید ہونے سے پہلے ہی ہیرود کے ڈر سے جلیل کو چلا گیا تھا (دیکھو یوحنا باب ۳ تین آیات ۲۲ بائیس سے ۲۶ چھبیس تک اور باب ۴ چار آیات ایک سے تین تک)

مرنے کے بعد زندہ ہوکر دیا تھا۔ اس مسیح کی زندگی مین مسیح کے شاگردون کا بپتسمہ دینا ثابت نہین (دیکھو متی باب ۴ چار آیت بارہ سے ۱۷ سترہ مرقس باب ۱ ایک آیات ۱۴ چودہ سے پندرہ تک اور متی باب ۲۸ اٹھائیس آیت ۱۹ انیس مرقس باب ۱۶ سولہ آیات ۱۵ پندرہ سے ۱۶ سولہ تک

۸- اس مسیح نے اپنی شروع رسالت مین بیت المقدس کے دوکاندارون کو مار کر نکال دیا تھا۔ اور ان کا اسباب پھینک دیا تھا۔ (دیکھو یوحنا باب ۲ دو آیات تیرہ سے ۲۵ پچیس تک)

۸- ان انجیلون کے مسیح نے اپنے مرنے سے چند روز پہلے بیت المقدس کے دکانداروں کو مار نکالا تھا (دیکھو متی باب ۲۱ اکیس آیات ۱۲ بارہ سے ۱۳ تیرہ مرقس باب ۱۱ گیارہ آیات ۱۵ پندرہ سے ۲۶ چھبیس۔ لوقا باب ۱۹ انیس آیات ۴۵ پینتالیس سے ۴۶ چھیالیس تک یوحنا باب ۲ دو آیات تیرہ سے ۲۵ پچیس تک)

۹- اس انجیل کا مسیح ہمیشہ فلسفہ سکھلاتا ہے۔ اور کبھی تمثیلون مین گفتگو نہین کرتا (دیکھو یوحنا باب اول سے اخیر تک)

۹- ان انجیلون کا مسیح عموماً تمثیلون مین تعلیم دیتا ہے۔ فلاسفی کہین نہین سکھلاتا۔ بلکہ متی کہتا ہے کہ مسیح تمثیلون مین ہی گفتگو کرتا تھا (دیکھو متی باب ۱۳ تیرہ مرقس باب ۴ چار۔ لوقا باب ۸ اٹھ اور باب ۱۵ پندرہ اور باب ۱۶ سولہ)

۱۰- اس انجیل کا مسیح زیادہ تر اپنی طاقت اور الوہیت کی تعلیم دیتا ہے اس کے سوا اور

۱۰- ان انجیلون کا مسیح اپنی بابت کم گفتگو کرتا ہے اور اعمال حسنہ وغیرہ نجات کا طریقہ

کوئی نجات کا راستہ نہیں تبلاتا (دیکھو یوحنا باب چھ سات- آٹھ- دس- گیارہ- وغیرہ)

۱۱- اس انجیل کے مسیح کو یوحنا بپتسمہ دینے والے پہلے سے پہچانتے تھے- اور یقینی طور پر پہلے سے اُن کی شہادت دی ہے (دیکھو یوحنا باب ایک آیات پندرہ- چھبیس تا ائیتس اور انتیس)

۱۲- اس انجیل کے مسیح کا گنہگار ہونا کسی آیت سے نہیں سمجھا جاتا بلکہ الوہیت کے سبب بالکل گناہ سے پاک معلوم ہوتا ہے-

سکھلاتا ہے (دیکھو متی باب پانچ چھ سات انیس- بائیس- مرقس باب چار نو- دس بارہ- لوقا باب چھ آٹھ- نو- گیارہ- بارہ- چودہ سترہ)

۱۱- ان انجیلوں کے مسیح کو یوحنا بزرگ تو جانتے تھے- لیکن اُن کے مسیح ہونے میں شبہہ کرتے تھے (دیکھو متی باب گیارہ آیات دو سے تین تک لوقا باب سات آیات اٹھارہ سے انیس تک)

۱۲- ان انجیلوں کے مسیح نے گناہ کی معافی کا بپتسمہ یوحنا سے پایا (دیکھو متی باب تین آیت چھ سے تیرہ تک مرقس باب ایک آیت چار سے نو تک- لوقا باب تین آیات تین سے اکیس تک) اور پھر ایک شخص نے جو مسیح کو نیک استاد کہکر مخاطب کیا تو مسیح نے اس کو جواب دیا کہ خدا کے سوا کوئی نیک نہیں تو مجھ کو نیک کیوں کہتا ہے (دیکھو متی باب انیس آیات سولہ سے سترہ تک مرقس باب دس آیات سترہ- اٹھارہ لوقا- باب اٹھارہ- آیات اٹھارہ انیس)

۱۳۔ اس انجیل کا مسیح اپنی رسالت کے زمانے مین پانچ مرتبہ بیت المقدس کو گیا ان مین سے تین عیدین تو یقیناً عید فسح تھین اور دو عیدین اور تھین اور اس حساب سے اس مسیح کی رسالت کا زمانہ بھی تین سال کے قریب ہونا چاہیے (دیکھو یوحنا باب ۲ و ۵)

۱۴۔ اس انجیل کے مسیح نے عشائے ربانی کی رسم کبھی مقرر نہین کی جو مسیحون کا بڑا تہوار ہے۔

۱۵۔ اس مسیح نے آخری کھانا عید سے ایک روز پہلے کھایا تھا۔ اور عید کے روز صلیب پائی (دیکھو یوحنا باب تیرہ ۱۳ باب ۔۔۔)

۱۳۔ ان انجیلون کا مسیح اپنی رسالت کے زمانے مین صرف ایک مرتبہ بیت المقدس مین گیا اور وہان جا کر صلیب پائی اس سے اس کی رسالت کا زمانہ سال سے بھی کم ہوتا ہے (دیکھو متی باب انیس ۱۹)

۱۴۔ ان انجیلون کے مسیح نے آخری کھانا کھانے کے وقت عشائے ربانی کی رسم مقرر کی جو آج تک بڑی ضروری خیال کی جاتی ہے۔ (دیکھو متی باب چھبیس ۲۶ سے انتیس تک۔ مرقس باب چودہ آیات انیس ۱۹ سے بیس تک)

۱۵۔ اس مسیح نے آخری کھانا عید کی شام کو کھایا تھا۔ اور عید کے دوسرے دن صلیب پائی (دیکھو متی باب چھبیس ۲۶ آیت سترہ ۱۷ مرقس باب چودہ ۱۴ آیت بارہ سے سولہ تک۔ لوقا باب بائیس آیات سات سے تیرہ ۱۳ تک متی باب ستائیس ۲۷ آیات پندرہ ۱۵ سے اکتیس ۳۱ تک۔ مرقس باب پندرہ آیات چھ سے بیس ۲۰ تک۔ لوقا باب تئیس آیات تیرہ سے پچیس ۲۵ تک)

۱۶- اس مسیح نے اپنے مرنے کے بعد فارقلیط یا روح القدس کے بھیجنے کا وعدہ کیا لیکن اپنا پھر زندہ ہونا صاف طور پہ کہین نہین بتلایا (دیکھو یوحنا باب چودہ آیات پندرہ سے اکتیس ۳۱ تک باب سولہ آیات ایک سے گیارہ تک)

۱۷- اس مسیح نے اپنی بادشاہت کی آمد اور اس کے نشانات کا ذکر کبھی نہین کیا۔

۱۸- اس انجیل کا مسیح یہود کا سخت مخالف تھا توریت کی بھی زیادہ قدر نہین کرتا تھا اس لیے نہ توریت کے احکام کی پابندی کی تاکید کرتا تھا اور نہ زیادہ اس کی پیشین گوئیون پر اعتماد کر کے مسیح کی شہادت کے لیے اس سے نقل کرتا تھا۔

۱۶- اس مسیح نے کبھی فارقلیط یا روح القدس کے بھیجنے کا وعدہ نہین کیا بلکہ مرنے کے بعد تیسرے دن اپنے زندہ ہونے کی خبر دی ہے (دیکھو متی باب سترہ آیت تئیس ۲۳۔ مرقس باب نو آیت اکتیس ۳۱)

۱۷- اس مسیح نے بڑے زور و شور سے اپنی جسمانی بادشاہت کی آمد متعدد بار بتلائی (دیکھو متی باب چوبیس۔ مرقس باب تیرہ۔ لوقا باب اکیس ۲۱۔ پھر متی باب پچیس ۲۵ آیات اکتیس ۳۱ سے چھیالیس ۴۶ تک)

۱۸- ان انجیلون کا مسیح پکا یہودی تھا کیونکہ اول تو انجیلون مین مسیح کی شہادت کے واسطے توریت سے بہت پیشین گوئیان نقل کی گئی ہین۔ چنانچہ چند ان مین سے اس کتاب مین ایک اور جگہ لکھی گئی ہین۔ دوسرے ان مین مسیح جابجا توریت کے حکمون کی پابندی کرنے کی تاکید کرتے ہین اور نجات اور آسمانی بادشاہت کا حاصل کرنا توریت کے حکمون کے بجا لانے پر موقوف رکھتے ہین (دیکھو متی باب بائیس آیات پینتیس ۳۵ سے چالیس تک باب تیئس ۲۳ آیات ایک سے تین تک۔ باب پانچ

١٩- اس انجیل کے مسیح کے شاگردون مین دو شاگرد بڑے درجے کے تھے ایک بطرس اور دوسرا یوحنا- مگر یوحنا مسیح کا بہت پیارا تھا اس لیے اس کا نام مسیح کا پیارا ہو گیا تھا- اور شروع سے اخیر تک اس مسیح کے شاگردون مین یعقوب شاگرد کا نام ہی نہین ہے (دیکھو یوحنا باب تیرہ[۱۳] آیت تیئس[۲۳]- باب اٹھارہ آیات پندرہ وغیرہ- باب انیس[۱۹] آیات چھبیس[۲۶] ستائیس- باب بیس آیات دو سے چار تک باب اکیس آیات سات سے بیس وغیرہ تک)

٢٠- اس انجیل کے مصنف نے اپنے مسیح کو معاذ اللہ کاذب اور فریبی ظاہر کیا ہے تاہم کبھی اسکی طرف گناہ کی نسبت نہین کی مثلاً باب سات آیت آٹھ مین لکھا ہے کہ مسیح نے کہا

آیات سترہ سے بیس تک باب آٹھ آیت چار باب انیس[۱۹] آیات سولہ سے انیس[۱۹] تک- باب سترہ آیت اکیس مرقس باب بارہ آیات اٹھائیس سے چونتیس تک باب ایک آیت چوالیس[۴۴] باب دس[۱۰] آیات سترہ سے اکیس[۲۱] تک باب نو آیت اکتیس[۳۱] لوقا باب پانچ آیت چودہ باب اٹھارہ آیات اٹھارہ سے اکیس[۲۱] تک)

١٩- اِن انجیلون کے مسیح کے تین شاگرد خاص تھے بطرس- یوحنا اور یعقوب بطرس ان مین زیادہ مقرب تھا- مگر دوسرے شاگرد بھی کبھی بطرس کے ساتھ مسیح کے خاص اوقات مین موجود ہوتے تھے (دیکھو متی باب سولہ آیت بائیس- باب سترہ ایک باب چھبیس[۲۶] آیت سینتیس[۳۷] مرقس باب پانچ آیت سینتیس[۳۷]- باب نو آیت دو باب تیرہ آیت دو- باب تیرہ آیت تین باب چودہ آیت تینتیس[۳۳] لوقا باب نو آیت اٹھائیس باب بائیس آیت بتیس[۳۲])

٢٠- ان انجیلون کے مسیح کے حالات مین کبھی کوئی معاملہ اس طرح کا نہین پایا گیا کہ جس سے مسیح کا خلاف واقع بولنا یا فریب آمیز گفتگو کرنی ثابت ہو اور باوجود اس کے یہ مسیح اپنے آپکو نیک

تم عید مین جاؤ مین) ابھی عید مین نہین جاتا کہ میرا وقت ہنوز پورا نہین ہوا" پھر اسی باب کی آیت دس مین لکھا ہی "لیکن جب اس کے بھائی روانہ ہوے تھے وہ بھی عید مین گیا ظاہر مین نہین بلکہ چھپکر" ان دو آیتون کی مقابلے سے ظاہر ہوتا ہی کہ مسیح نے اس موقع پر سچ نہین بولا پھر باب گیارہ مین جو لعزر کے زندہ کرنے کا قصہ لکھا ہی تو اس مین مسیح نے لعزر کی بہن سے ایسی گفتگو کی ہی جس سے صاف دھوکا دینا پایا جاتا ہی- آیات تئیس وغیرہ مین لکھا ہی "یسوع نے اُس سے کہا تیرا بھائی پھر جی اٹھے گا مرتھا نے کہا مین جانتی ہون کہ قیامت مین پچھلے دن پھر اُٹھے گا- یسوع نے اُس سے کہا قیامت اور زندگی مین ہی ہون جو مجھ پر ایمان لاوے اگرچہ وہ مر بھی گیا ہو تو بھی جیے گا- اور جو کوئی جیتا ہے اور مجھ پر ایمان لاتا ہی کبھی نہ مریگا کیا تو یہ یقین رکھتی ہی؟ اس نے اس سے کہا "ہان اے خداوند مجھے یقین ہی کہ خدا کا بیٹا مسیح جو دنیا مین آنیوالا تھا تو ہی ہے" ان آیتون سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح مرتھا کو یقین دلانا چاہتے تھے کہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہی اُس کو جسمانی موت بھی نہین آتی- چنانچہ یہ باتین کرکے مسیح نے نہین جانتے تھے (دیکھو متی باب انیس آیت تیرہ مرقس باب دس آیت اٹھارہ- لوقا باب اٹھارہ آیت انیس۱۹)

لعزر کو زندہ کر کے ثابت کر دیا کہ جو مین کہتا تھا سچ تھا۔ لیکن اسی انجیل کے مختلف مقامات سے اور واقعات کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح پر ایمان لانے سے جو زندگی ملتی تھی وہ جسمانی نہین ہوتی تھی۔ ورنہ حواری اور دوسرے مسیحون کو جسمانی موت بھی نہ آیا کرتی۔

۲۱۔ اس انجیل کے مسیح کو رسالت کے شروع ہی سے بہت لوگ مسیح جانتے تھے اور یہ مسیح اپنی مسیحیت کو چھپانا بھی نہین چاہتے تھے (دیکھو باب ایک آیت سترہ[17] اسی باب کی آیت اکتالیس باب دو آیت انچاس باب چار آیت پچیس[25] باب چھ آیت چودہ باب چھ آیت انہتر[69]۔ باب گیارہ آیت ستائیس باب بارہ آیت چونتیس)

۲۲۔ اس انجیل کے مسیح نے نہ کبھی بارہ شاگرد منتخب کیے نہ کبھی بارہ شاگرد تبلیغ کرنے کے واسطے بھیجے۔ مگر شروع سے جو منافق اسکے ساتھیون مین اُس کا پکڑوانیوالا تھا اسکو جانتا تھا (دیکھو باب چھ آیت چونسٹھ باب تیرہ آیت گیارہ و اٹھارہ باب سترہ آیت بارہ)

۲۱۔ ان انجیلون کے مسیح کو رسالت کے زمانے مین کسی نے بھی مسیح نہ جانا۔ صرف ایک دفعہ پطرس رسول نے ان کی مسیحیت کا اقرار کیا چنانچہ متی باب سولہ آیت تیرہ وغیرہ مین لکھا ہے اور یسوع نے قیصریہ فلپی کی اطراف مین آکر اپنے شاگردون سے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہین کہ مین جو ابن آدم ہون کون ہون؟" انھون نے کہا کہ بعضے کہتے ہین کہ تو یوحنا بپتسمہ دینے والا بعضے الیاس اور بعض یرمیاہ یا نبیون مین سے کوئی" اس نے انھین کہا پر تم کیا کہتے ہو کہ مین کون ہون؟" شمعون پطرس نے جواب مین کہا "تو مسیح زندہ خدا کا بیٹا ہے"

۲۲۔ ان انجیلون کے مسیح نے بارہ رسول منتخب کیے تھے اور اُن کو تبلیغ کرنیکے واسطے بھیجا تھا۔ اور گو انھین مین سے ایک مسیح کے پکڑوانے والا بھی تھا مگر مسیح اُس کے نفاق کو نہین جانتے تھے یہان تک کہ اس منافق کو دوسرے شاگردون کے ساتھ آسمان کی بادشاہت مین حکومت کرنے کا

	وعدہ دیتے تھے (دیکھو متی باب دس آیات دو سے بیالیس تک۔ مرقس باب تین آیات تیرہ سے انیس تک و باب چھ آیات سات سے گیارہ تک لوقا باب چھ آیات بارہ سے انیس[19] تک۔ باب نو آیات ایک سے پانچ تک۔ متی باب انیس آیت اٹھائیس[28])
۲۳-اس انجیل کا مسیح اپنے مرنے سے چھ روز پہلے بیت عنیا مین گیا۔ اور جب وہان کھانا کھانے لگا تو ایک عورت مریم نامی نے جو اس مسیح کی پہلے سے واقف تھی آکر مسیح کے پاؤن پر عطر ملا (دیکھو یوحنا باب بارہ[12] آیت ایک[1] و دو[2])	۲۳-ان انجیلون کا مسیح مرنے سے صرف دو روز آگے بیت عنیا مین گیا۔ اور جب وہان کھانا کھانے بیٹھا تو ایک اجنبی عورت نے جس کا نام معلوم نہین آکر مسیح کے سر پر عطر ملا (دیکھو متی باب چھبیس[26] آیات دو و چھ سات (مرقس باب چودہ آیات ایک و دو تین[3]۔

مندرجۂ بالا نقشہ سے صاف ظاہر ہو سکتا ہے کہ جو کتابین مقدس عیسائیون کے ہاتھ مین ہین ان مین کس قدر اختلاف ہے اور وہ کس درجہ ناقص اور ناقابل اعتبار ہین۔

باب بستم

دین مسیحی کا اجماع امت یعنی مستند کونسلین

مسلمانون اور مسیحون کا فقہی اختلاف - اجماع مسیحی اجماع یا کونسل کی تعریف - مسلمانون کا اجماع مسیحون کی مذہبی کونسلین - اُن کی تعداد - نیقیہ کی کونسل قسطنطنیہ کی پہلی کونسل - شہر افسوس کی کونسل - خالسدون کی کونسل - قسطنطنیہ کی دوسری کونسل - قسطنطنیہ کی تیسری کونسل - نیقیہ کی دوسری کونسل - تصویر پرستی کا جواز مسیحی بت شکن - قسطنطنیہ کی چوتھی کونسل - لاطران کی پہلی کونسل - لاطران کی دوسری کونسل - لاطران کی تیسری کونسل - لاطران کی چوتھی کونسل - حروب صلیبیہ کے متعلق کونسلین - لیون کی پہلی کونسل - لیون کی دوسری کونسل - ویَن کی کونسل - اُن کے علاوہ اور کونسلین بھی ہین -

غالباً اپنی کتاب الہامی کے مشتبہ ہونے ہی کی وجہ سے عیسائیون کو اپنی شرعی فقہ کو مرتب کرنے مین مذہبی اور قومی کونسلون سے کام لینے کی ضرورت پڑی - مسلمانون کے نزدیک اصول شرع چار چیزین ہین - قرآن - حدیث - اجماع - اور قیاس - مسیحون مین چونکہ کلام

مسلمانون اور مسیحون کا فقہی اختلاف

الٰہی اور ارشاد رسالت مین کوئی امتیاز نہین ہے - لہذا قرآن و حدیث کے مقابلے مین صرف ایک حجت شرعی قائم ہوئی یعنی انجیل مقدس قیاس کے متعلق ہم کو کوئی خاص تصریح مسیحون کی کتابون مین نہین نظر آتی - مگر ہان پروٹسٹنٹ فرقے کو دیکھ البتہ رہے ہین جو قیاسات سے کام لینے مین یہان تک آزاد ہے کہ منصوصات کی بھی پروا نہین کرتا -

اجماع

فقط اجماع باقی رہ گیا - جو عیسائیون مین سب سے زیادہ اہم اور بکار آمد حجت شرعی ثابت ہوا ہے - اجماع ہی کا نمونہ وہ کونسلین تھین جو گذشتہ اٹھارہ سو برس کے اندر وقتاً فوقتاً مرتب ہوئین - اور جنھون نے ہمیشہ دین عیسوی کو اپنی تجویزون کے

مسیحی اجماع یا کونسل کی تعریف

مطابق بدل لیا۔ مذہبًا کونسل کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اس کے انعقاد کی باضابطہ اطلاع ساری دنیا کے تمام بشپون کو کردی گئی ہو۔ گو سب شریک ہون۔ اور ضرور ہے کہ اس کا محرک پوپ روم ہوا ہو یا کم از کم اس کی منظوری لے لی گئی ہو۔ اور خود اس کی یا اُس کے مجوزہ لوگون کی میر مجلسی مین انعقاد پائے۔

مسلمانون کا اجماع

مسلمانون کا اجماع اس سے زیادہ سخت ہو اُسکے لیے شرط ہے کہ ایک وقت کے تمام مسلمان بلا استثنا و امتیاز کسی خاص امر پر اتفاق کرلین۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا وقوع اسلام مین بجز عہد اولین کے چند اہم امور کے تصفیہ کے کبھی نہین ہوا۔ لہذا فقہ اسلامی کا اجماع سچ پوچھیے تو کالعدم ہوگیا۔ ہان عیسائیون کا اجماع مذکورہ کونسلون کی صورت مین اکثر وقوع پذیر ہوتا رہا۔ اگرچہ اس امر کا کوئی ثبوت نہین پیش کیا جا سکتا کہ اُن کونسلون کی باضابطہ اطلاع دنیا کے تمام بشپون کو دی جاسکی تھی یا نہین۔ اسلام مین پریسٹ ہوڈ (امامت ربّانی) چونکہ نہین ہے اس لیے کسی خاص شخص کی منظوری یا نامنظوری اور صدارات سے وابستہ نہ رہا۔

مسیحیون کی مذہبی کونسلین

اب ہم مسیحیون کی اُن مشہور کونسلون کی مختصر فہرست پیش کرتے ہین جو اس وقت تک منعقد ہو چکی ہین۔ اور جن مین سے ہر ایک دین عیسوی کے لیے بجاے خود ایک پوری حجت شرعی خیال کیجاتی ہے۔ اس فہرست سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ عیسائیون مین کیسے کیسے اختلافات پیدا ہوے۔ اور یہ بھی کہ دین عیسوی کی قسمت کہان تک بشپون کے ہاتھ مین رہی ہے۔ ہم اسوقت تک اصلی عیسویت رومن کیتھولک مذہب کو قرار دیتے آئے ہین۔ اور انھین کے عقائد کی پابندی اس فہرست کے پیش کرنے مین بھی کرتے ہین۔ اگر سچ پوچھیے تو موجودہ فرق نصارا مین وہ اصلی درخت جسے خاص دین عیسوی کہنا چاہیے یہی فرقہ ہے دیگر فرقے اسی سے مختلف شاخون کی طرح پھوٹ پھوٹ کے جدا ہوے ہین۔ لہذا دین مسیحی کی تاریخ کا اصلی تعلق رومی کلیسا سے ہے۔ اور دیگر فرقون سے اگر بحث بھی کیجاے

اُن کی تعداد | تو جزئی بحث ہوگی۔ کل کونسلین جو اس وقت تک جمع ہوئین اُن مین سے اہم فقط پندرہ کونسلین ہین جن مین سے پہلی آٹھ ایشیا یا قسطنطنیہ مین اور باقی یورپ مین ہوئین۔ ایشیا کی آٹھ کونسلین حسب ذیل ہین۔

نیقیہ کی کونسل | (۱) نیقیہ کی کونسل۔ نیقیہ ایشیاے کوچک کا وہی شہر ہے جسے فی الحال آزنیق کہتے ہین جو قسطنطنیہ سے ۹۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ اور قلمرو عثمانیہ مین شامل ہے یہ کونسل ۳۲۵ء قبل محمد (۳۲۵ء) مین منعقد ہوئی۔ اور پوپ سلوسٹر اول اس کا پریسیڈنٹ تھا۔ اس کونسل مین ۳۱۸ بشپ جمع ہوے تھے۔ اور خود شہنشاہ قسطنطین اعظم مدد و معاون تھا۔ اسکندریہ کے مقتدا آریوس کو اس کونسل نے ملزم ٹھیرایا جس نے کلمہ یا خدا کے بیٹے کی الوہیت سے انکار کیا تھا۔ اور نہ اس امر کو تسلیم کرتا تھا کہ مسیح اور خدا ایک ہی نوعیت کی ذاتین ہین۔ مذہب نیقی جس سے کیتھولک مذہب عبارت ہے زیادہ تر اسی انجمن کا طے کیا ہوا ہے۔

قسطنطنیہ کی پہلی کونسل | (۲) قسطنطنیہ کی پہلی کونسل۔ جو سنہ ۹۱ء قبل محمد (۳۸۱ء) مین قصر شاہنشاہی کے اندر جمع ہوئی۔ پوپ دماسوس اول اس کا پریسیڈنٹ تھا۔ ڈیڑھ سو بشپ جمع تھے اور شہنشاہ تیودوسیوس بھی حاضر تھا۔ اس موقع پر مقدونیوس کے متبعین ملزم ٹھیراے گئے۔ جن کو روح القدس کی الوہیت سے انکار تھا۔ اور یہ اس کو نہ مانتے تھے کہ روح القدس اسی نوعیت کی ذات ہے جیسی کہ آب اور ابن ہین۔ اس کونسل نے اس کے علاوہ چند اور عقائد بھی مذہب نیقی مین بڑھا دیئے۔

شہر افسوس کی کونسل | (۳) شہر افسوس کی کونسل جو مقدس مریم کے کلیسا مین سنہ ۱۴۰ء قبل محمد (۴۳۱ء) مین قائم ہوئی۔ پوپ سلطین اول پریسیڈنٹ تھا۔ اور دو سو بشپون کا مجمع تھا۔ اس کونسل نے نسطورِدِیوس کو جو نسطوری فرقے کا بانی تھا رومی کلیسا سے خارج کر دیا۔ اس شخص کا اعتقاد تھا کہ مسیح کی ذات مین دو مختلف وجود ہین ایک وجود انسانی جو مریم کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور دوسرا وجود یزدانی جس سے عبارت کلمۂ ابدی ہے۔ اسی بنا پر اُس نے اس عقیدے سے انکار

گردیا کہ جناب مریم خدا کی ماں ہین۔ جو کیتھولک مذہب کا متفق علیہ مسئلہ تھا۔

خالسدون کی کونسل (۴) شہر خالسدون کی کونسل (خالسدون کو اب سقوطری کہتے ہین جو قسطنطنیہ کے محاذی ایشیائی ساحل پر واقع ہے) یہ کونسل پوپ لیو اعظم کے عہد مین سنہ ۱۲۰ قبل محمد (۴۵۱ء) مین قائم ہوئی۔ پوپ کیطرف سے وکالۃً چند بشپ اس کے میر مجلس قرار پاے۔ چھ سو تئیس بشپون کی جماعت حاضر تھی اور قیصر روم مارقیان بھی شریک تھا۔ اس مین پوپ کی عام سرگروہی تسلیم کی گئی اور اسکندریہ کے بشپ دیوسکوروس کو الزام دیا گیا۔ جس کی تعلیم تھی کہ مسیح مین صرف ایک ہی نوعیت ہے۔ حالانکہ رومی کلیسیا مسیح کی ایک ذات مین دو قسم کے وجود مانتا تھا۔

قسطنطنیہ کی دوسری کونسل (۵) قسطنطنیہ کی دوسری کونسل۔ جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے سترہ سال پیشتر ۵۳ ش مین قائم ہوئی (۱۶۵) بشپ جمع تھے۔ اور شہنشاہ جسٹنیا بھی شریک تھا۔ اس کونسل کی صدارت نہ پوپ نے کی اور نہ پوپ کے نائبون نے۔ اور نہ اس کے انعقاد کے لیے پوپ سے اجازت لی گئی تھی۔ مگر چونکہ بعد انعقاد اس کی منظوری حاصل ہو گئی اس لیے اس کونسل کا فیصلہ بھی مسلم الثبوت اور واجب التعمیل مانا جاتا ہے۔ اس کونسل نے چند دیگر خیالات کو جو نسطوری عقائد کے مطابق تھے۔ ملعون ٹھہرایا۔ اور اُن کے ماننے والون کو ملزم قرار دیا۔

قسطنطنیہ کی تیسری کونسل (۶) قسطنطنیہ کی تیسری کونسل جو خاص قصر شاہی مین بصدارت پوپ اغاتو سنہ ۶۰ محمدی (۶۸۰ء) مین منعقد ہوئی یعنی اُس سال جس سال کہ واقعۂ کربلا پیش آیا۔ اور حضرت امام حسینؑ دریاے فرات کے کنارے شہید ہوے اس کونسل مین ۱۷۰ بشپ جمع تھے۔ اور مناثلی فرقے کے لوگ ملزم ٹھہرائے گئے جو کہتے تھے کہ مسیح مین صرف ایک ہی فعل اور ایک ہی ارادہ ہے۔ اور اس سے مراد "ارادۂ الہی" ہے۔

نیقیہ کی دوسری کونسل (۷) نیقیہ کی دوسری کونسل۔ جو بصدارت پوپ ادریان اول سنہ ۱۶۷ محمدی (۷۸۷ء) مین ہارون رشید کی تخت نشینی کے دوسرے سال منعقد ہوئی۔ اس مین ۳۶۷ بشپون کا مجمع تھا۔ پہلی کونسلون نے اگر توحید کو اصولاً بگاڑا

تھا تو اس کونسل نے خدا پرستی کی رہی سہی شان بھی مٹا دی۔ اس لیے کہ اُس نے **تصویر پرستی کا جواز** اُن مسیحون کو الزام دیا جو تصویر پرستی کے خلاف تھے۔ اور بت شکنی کو اپنا سرمایۂ افتخار سمجھتے۔ ایسے راست باز لوگون کو اپنی جماعت سے نکال کے اس انجمن نے مقدس بزرگون کی مورتین رکھنے اور ان کی تعظیم کرنے کو جائز قرار دیا۔ تصویر پرستی ہمیشہ بت پرستون کے ساتھ مخصوص رہی تھی۔ یہودیون کے عقائد کی رو سے اُس کی سخت ممانعت تھی۔ اور ابتدائی دور کے مسیحی لوگ بھی اس کے سخت مخالف تھے۔ مگر اب غالبًا مسلمانون کی ضد مین جائز کر لی گئی۔ جس وقت تک وہ روم کے بت پرستون سے لڑتے رہے ہین اس وقت تک اُنھون نے بھی تصویر پرستی کے جواز کا کبھی فتویٰ نہین دیا۔ بعض ناشک فرقون نے اپنے مبتدع اور مشرکانہ عقائد کی پابندی مین حضرت مسیح و جناب مریم کی تصویرین بنائی تھین اور اُن کی تعظیم کرتے تھے۔ مگر چند روز بعد یہ تصویرین عام مسیحون کو بھی اچھی معلوم ہوئین۔ اور اُن کے آگے سر جھکانے کا ایسا شوق ہوا اور اس شوق مین اُنھون نے ایسا جوش و خروش دکھایا کہ پوپ کے مقدس دربار مین بھی اُن کو مقبولیت حاصل ہو گئی۔ اس کی ابتدا تو صلیب پرستی، مقدس بزرگون کی ہڈیون کے ادب اور ارض یہودا کے تبرکات کے چومنے چاٹنے سے ہوئی۔ مگر انتہا یہ تھی کہ تمام بڑے بڑے شہرون کی قلعہ بندی بھی اس طرح کی گئی کہ چارون طرف مسیح و مریم اور محترم شہدا و صلحا کی مورتین قائم کر دی گئین۔ ظہور اسلام کے بعد جب عیسائیون کو اس تصویر پرستی کا الزام دیا گیا اور اُنھین اپنی خرابیان خود اپنی آنکھون سے نظر آئین تو ایک مسیحی جماعت اس کی مخالفت پر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ **مسیحی بت شکنی** اسلام کے ان غیر مکمل شاگردون نے بت شکن اپنا لقب رکھا۔ اور کوشش کرنے لگے کہ مسیحیت کے سر سے یہ بت پرستی کا الزام اٹھا دین۔ مگر پوپ روم اور دولت قیاصرہ کے سامنے ان غریبون کی کیا چل سکتی تھی؟ نیقیہ کی مذکورہ دوسری کونسل قائم ہوئی۔ اور بغیر اس کے کہ اُن کی حجتون کی سماعت بھی کی جائے اُن کے خلاف یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ

تصویروں کی تعظیم و تکریم میں کوئی مضائقہ نہیں۔ افسوس کہ اسی زمانے سے عیسویت کھلی بت پرستی بن گئی۔ اور بشپوں کی ضعیف الاعتقادی نے دین حق کی نورانیت پر ایسی خاک ڈالی کہ پراٹسٹنٹ لوگوں کی کوششیں بھی پوری طرح کامیاب نہ ہو سکیں۔

قسطنطینیہ کی چوتھی کونسل (۸) قسطنطنیہ کی چوتھی کونسل جو خاص سینٹ صوفیا کے عظیم الشان کلیسا میں ۲۹۹ اور ۲۵۴ محمد (۸۶۹ء اور ۸۷۰ء) میں بصدارت پوپ اوڑیان ثانی بعہد معتمد علی اللہ عباسی منعقد ہوئی جس میں ۱۰۲ بشپ شریک تھے اس میں بڑے پادری فوطوس کے یونانی الحاد کی تردید کی گئی یعنی یونان والوں نے جن مسائل میں کلیسائے روم (کیتھولک مذہب) سے اختلاف کیا تھا وہ غرود قرار دیے گئے اسی وقت سے یونانی کلیسا کلیسائے روم سے جدا ہوا اور وہ مذہب قائم ہوا جو اس وقت روس اور دولت عثمانیہ کے مسیحیوں کا معتقد علیہ ہے۔ اور جس کے سرغنا شہنشاہ روس مانے جاتے ہیں مشرقی بلاد کی یہی آخری کونسل ہے جس کے بعد جتنی کونسلیں ہوئیں سب ممالک مغرب میں یا یوں کہنا چاہیے کہ یورپ میں ہوئیں۔ اس لیے کہ مشرقی یورپ اب پوپ کے اثر سے باہر تھا۔

لاطران کی پہلی کونسل (۹) لاطران کی پہلی کونسل جو روم میں ۵۱۶ محمدی (۱۱۲۳ء) میں منعقد ہوئی۔ پوپ فلسوس ثانی اس کا صدر انجمن تھا اور ۳۰۰ بشپ اور (۶۰۰) ایبٹ حاضر تھے۔ اس کونسل میں زیادہ بحث انتظامات کلیسا کے متعلق ہوئی۔ اور بشپوں اور ایبٹوں کے انتخاب میں پوپوں اور شہنشاہوں کے حقوق کے فیصلے قائم کیے گئے۔

لاطران کی دوسری کونسل (۱۰) لاطران کی دوسری کونسل جو بصدارت پوپ انوسنٹ ثانی ۵۳۴ محمدی (۱۱۳۹ء) میں خاص شہر روم میں منعقد ہوئی۔ اس میں ایک ہزار بشپوں کا مجمع تھا۔ اس نے بچوں کے بپتسما دینے اور چند اور مذہبی مسائل سے جن لوگوں نے انکار کیا تھا اُن کی تردید کی۔

لاطران کی تیسری کونسل (۱۱) لاطران کی تیسری کونسل۔ جو روم مین بصدارت پوپ اسکندر ثالث سنہ ۱۱۷۹؁ء (۵۷۵؁ محمدی) مین منعقد ہوئی۔ اس مین ۳۰۰ بشپ شریک تھے۔ اس کونسل نے جو اصول طے کیے اُن کا زیادہ تر تعلق کلیسا کے انتظام سے تھا۔ بتایا گیا کہ بڑے مقتدائے دین اور دیگر بشپون کا انتخاب کیونکر کیا جائے۔ اور غریبون کے بچون کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کی گئی۔

لاطران کی چوتھی کونسل (۱۲) لاطران کی چوتھی کونسل۔ جو پوپ انوسنٹ ثالث کی صدارت مین سنہ ۱۲۱۵؁ء (۶۱۲؁ محمدی) مین منعقد ہوئی۔ اس مین ۴۱۲ بشپون اور ۸۰۰ سے زیادہ ماتحت عہدہ داران کلیسا کا مجمع تھا جو تمام عیسائی ملکون کے بادشاہون اور حکمرانون کی طرف سے نیابتہً آ کے شریک ہوے تھے۔ اس کونسل نے بعض خاص قسم کی وقتی بدعات کے ماننے والون کو دین عیسوی سے خارج کیا۔ کیتھولک مسیحیون کے اخلاق کے متعلق بعض قواعد منضبط کیے۔ کنفشن یعنی اقرار گناہ کی رسم جو لوگون کے لیے سال مین کئی بار فرض سمجھی جاتی تھی گھٹا کے فقط ایک بار ضروری قرار دی۔ اسی طرح عشاے ربانی کی رسم بھی سال مین ایک ہی مرتبہ ضروری بتائی گئی۔ یہ کونسل چونکہ چھٹی جنگ صلیبی کے زمانے مین منعقد ہوئی تھی۔ لہٰذا اس نے اُس جہاد کے جواز کا بھی فتویٰ دیا۔

حروب صلیبیہ کے متعلق کونسلین حروب صلیبیہ کے متعلق بعض اور خاص کونسلین بھی منعقد ہوئی ہین۔ مگر ان کا ذکر ہم چھوڑے دیتے ہین۔ اس لیے کہ ابھی ہم دین عیسوی کے مذہبی حالات و عقائد بیان کر رہے ہین۔ لہٰذا اس موقع پر فقط اُنھین کونسلون کے بیان کی ضرورت ہے جنھون نے دین عیسوی اور خاصتہً کیتھولک مذہب کو موجودہ وضع کا مذہب بنایا ہے۔

لیون کی پہلی کونسل (۱۳) لیون کی پہلی کونسل۔ جو مملکت فرانس مین سنہ ۱۲۴۵؁ء (۶۴۳؁ محمدی) مین بصدارت پوپ انوسنٹ الرابع منعقد ہوئی۔ اس مین ۱۴۰ بشپ اور بہت سے دیگر ماتحت عہدہ داران کلیسا شریک تھے۔ بلدون شہنشاہ قسطنطنیہ بھی دیگر سلاطین اور سفیرون کے ساتھ اس کونسل مین موجود تھا۔ اس کونسل نے شہنشاہ فریڈرک ثانی کو جو دین عیسوی کی بے حرمتی کرنے مین مشہور ہے اور پوپ انوسنٹ رابع کا رقیب تھا۔ جماعت

مذہبی سے خارج کیا۔ اور باوجودیکہ اس کی طرف سے بڑی بڑی مزاحمتیں ہوئیں مگر اس کونسل نے اسے تخت سے اتار دیا۔

لیون کی دوسری کونسل (۱۴) لیون کا دوسری کونسل جو ۶۴۲ھ محمدی (۱۲۷۴ء) میں بصدارت پوپ گریگری عاشر منعقد ہوئی اس میں ۵۰۰ بشپ اور ایک ہزار سے زیادہ دیگر عہدہ داران کلیسا شریک تھے اس کونسل میں یونانی کلیسا والوں نے بھی پوپ کو اپنا سردار تسلیم کرلیا۔

دین کی کونسل (دین واقع فرانس کی کونسل جس کا انعقاد ۶۸۲ھ محمدی (۱۳۱۱ء) سے شروع ہو کے دوسرے سال میں ختم ہوا۔ اس کا پریسیڈنٹ پوپ کلیمنٹ خامس تھا اور ۳۰۰ بشپ اور بہت سے دیگر مقتدایان ملت شریک تھے۔ اس کونسل نے بیگارڈ نام ایک مذہبی پیشوا کے اس غلط عقیدے کی مخالفت کی کہ انسان اتنی تکمیل نفس کرسکتا ہے کہ معصوم ہو جائے اور اس سے کبھی گناہ سرزد ہی نہ ہو سکے۔

ان کے علاوہ اور کونسلیں بھی ہیں یہ صرف وہ چند اہم اور مشہور کونسلیں ہیں جن کا زیادہ استناد و اعتبار کیا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں پوچھیے تو ان گزشتہ صدیوں میں صدہا ایسی کونسلیں منعقد ہوئیں جنھوں نے اپنے مقاصد و اغراض کے مطابق دین مسیحی کو جیسے سانچے میں چاہا ڈھال لیا۔

باب بست و یکم

یہودیت کی انتہائی مظلومی اور عیسویت کا اوج و عروج

بیت المقدس کی باقی ماندہ تاریخ قبل از اسلام۔ مسیحیت کی حیرت انگیز ترقی۔ یہودیت کا کمزوری۔ مگر عیسائی اسے مٹا نہ سکے۔ یہودیت اور مسیحیت کے ملانے کی کوشش۔ اس میں ناکامی۔ بیت المقدس میں مسیحیت کی شان۔ اب یہ شہر عیسائیوں کا مرجع ہے۔ یہود و نصاریٰ کے تعصبات۔ یہودی گھبراتے ہیں۔ یہودی ارض جلیل میں۔ ان پر قسطنطین اعظم کے مظالم

قسطنطیوس بھی ظلم کرتا ہی۔ مسیحی کنیسے بن رہے ہین۔ مگر ہیکل سلیمانی منہدم و منسان پڑی ہی۔ یہودیون کی سرتابیان۔ مسیحیت کے زور مین بیت المقدس کی حالت۔ یہودیون پر سخت ظلم یہودیون کا ترسناک تعصب۔ شومرون کے یہودی۔ آن کا ہنگامہ اس کا انتقام۔ یوسطینیان کا ظلم یہود پر اور مسیحیون پر اُسکی عنایتین۔ مسجد اقصیٰ کے کھنڈرون پر گرجا۔ مسجد اقصیٰ کی اصلی عمارت کا کچھ نہ کچھ حصہ ہمیشہ باقی رہا۔ سینٹ صوفیا بھی مندر سے گرجا بنی۔

بیت المقدس کی باقی ماندہ تاریخ قبل از اسلام

بہتر ہوگا کہ دین مسیحی کی ان ترقیون اور اس کے مذکورہ انقلابات کے تذکرے کے ساتھ ہی ہم بیت المقدس کے اس حصۂ تاریخ کو بھی ختم کر دین جسے زمانہ فتوحات اسلام کے پیشتر سے تعلق ہے۔ ہمارے گذشتہ بیان ہی سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ رومی نژاد مرقس کے بشپ قرار دیے جانے اور بیت المقدس مین مسیحیون کے آباد ہونے کے بعد پہلی صدی عموماً اسی حال مین گذری کہ ارض فلسطین کے ہر کونے مین یہودیون پر بے انتہا مظالم ہو رہے تھے۔ اگرچہ ممالک روم اور اقطار یورپ مین مسیحیون پر بھی ظلم ہو رہا تھا۔ مگر وہان فقط دینی یا مذہبی اختلاف اور تعصب تھا بخلاف ارض یہود کے جہان یہودی پولٹیکل مجرم قرار دے دیے گئے تھے اور ان پر کسی رومی یا یونانی شخص کو کبھی اعتبار ہی نہ ہو سکتا تھا۔

مسیحیت کی حیرت انگیز ترقی

اس صدی نے مسیحیت کو یکایک ایسی خلاف امید ترقی دلا دی تھی کہ روم کا قدیم مذہب کمزور ہوتا جاتا تھا۔ اور قریب تھا کہ اگلی بت پرستی دامن فنا مین آجائے اپنے حریف مسیحیون کی اس عالمگیر ترقی کو دیکھ کے یہودی بھی گھبرا اُٹھے۔ اور عیسائیون

یہودیت کی کمزوری

کو تو یقین کامل تھا کہ جب رومی مذہب کے ایسے وسیع دین کو ہم نے مٹا دیا تو پھر یہودیون کی کیا ہستی ہے؟ جن کے ہاتھ مین نہ حکومت ہے نہ سلطنت۔ مگر اصل یہ ہے کہ یہودیت اتنی کمزور نہ تھی جتنی کہ بت پرستی ثابت ہوئی۔ مقتدایان ملت یہود یکایک چونکے۔ انھون نے اپنے لوگون کو عیسائیون کے خلاف ابھارا۔ اور اگرچہ عیسائی اسے مٹا نہ سکے مذہب کو مٹنے اور فنا ہونے سے بچا لیا۔ انھون نے کچھ ایسی خبر پھیلائی

عہ بزنٹ یا مر

مضبوطی و ہوشیاری سے کام لیا کہ اُن کا قدیم مذہب آج بھی دنیا کے ہر گوشے مین پھیلا ہوا ہے۔ اور رومی مذہب کا کہین نام و نشان بھی نہین۔

یہودیت اور مسیحیت کے ملانے کی کوشش

اسی زمانے مین پامیرہ کی مشہور ملکہ زنوبیہ کا دور دورہ ہوا جو خود بھی اسرائیلیہ تھی۔ اس حسین اور لائق ملکہ کے چند روزہ عہد مین یہودیون کی کسی قدر اشک شوئی ہوگئی۔ اور وہ بمقابلہ سابق کے زیادہ اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ایک مسیحی عالم پولوس سموساطا زنوبیہ کا دوست اور مورد عنایت تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ اسرائیلی مذہب کی ان دونون شاخون کو ایک مین ملا کے یہودیون اور عیسائیون مین ہمیشہ کے لیے صلح کرا دے ایسی کوششین دنیا

اس مین ناکامی

مین ہمیشہ ناکام ہوا کی ہین۔ چنانچہ اس موقع پر بھی دونون جانب سے نفرت کے ساتھ انکار ہوا۔ جو وکلا یہودیون کے پاس بھیجے گئے تھے ان کی توہین ہوئی۔ اور پولوس اگرچہ خود ایک مسیحی شخص تھا مگر اپنے ہم مذہب کلیسا کے سخت فتوے کی رو سے لامذہب اور بد دین قرار دیا گیا۔

بیت المقدس مین مسیحیت کی شان

اس پہلی صدی کے بعد کی صدیان بھی اسی قسم کے جھگڑون سے بھری ہوئی ہین۔ جن مین اب اتنی زیادتی نظر آتی ہے کہ مسیحی ولیون اور شہیدون کی کرامتون کے قصے بڑے زور و شور سے بیان کیے جاتے ہین۔ اور صدہا بے سر پا کہانیان لوگون کی زبان پر مشہور ہین۔ جن مین سے بعض تاریخ کے صفحون پر ہمیشہ کے لیے باقی رہ گئین۔ اور آج بھی کبھی کبھی کیتھولک کلیسون کے مجمعون مین دہرائی جاتی ہین ان دنون بشپ اسکندر کے اہتمام سے بیت المقدس مین ایک کتبخانہ کھولا گیا مگر اسرائیلیت یہان تک تباہ و برباد ہو چکی تھی کہ اس مذہبی اور تاریخی مقدس شہر کو سب لوگ ایلیا کیپی ٹولنا کہتے اور اصلی نام یروشلیم کا جاننے والا بھی شاید ہی کوئی شاذ و نادر بچا باقی ہوگا۔ لیکن مسیح کی پیروی کا دعوی کرنے والے

اب یہ شہر عیسائیون کا مرجع ہے

مطمئن تھے۔ وہ جناب ابراہیم و موسی کی یادگارون کے مٹنے سے خوش تھے۔

عہ ملاحظہ ہو تاریخ یہود

ان کی جگہ حضرت مسیح اور آپ کے حواریون کے نشانون کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے دنیا مین پھیلاتے۔ اور اس کے ساتھ قدیم یروشلیم یا اس زمانے کے ایلیا کو ساری دنیا کا مرجع بنا رہے تھے۔ ممالک دور و دراز سے لوگ اس شہر کی زیارت کو آتے مگر یہودیون کی مجال نہ تھی کہ شہر پناہ کے اندر قدم رکھ سکین۔ غرض دونون مذہبون کے تعصبات نے یہ حالت کر رکھی تھی کہ کسی طرف کا جوش کم ہونے ہی کو نہ آتا۔ ایک طرف ہر یہودی بچے کے دل سے لگی ہوئی تھی کہ ارض مقدس اور اپنے برگزیدہ شہر مین قدم جا دے۔ دوسری طرف عیسائیون کو دھن تھی کہ جس طرح بنے مختونون (یہودیون) کی ہر آبادی کے اندر اپنا ایک کنیسہ قائم کر دین۔

یہود و نصارا کے تعصبات

قسطنطین اعظم کے عہد مین جب دین مسیحی دولت روم کے تاج و تخت کا بھی مالک ہو گیا اور اس نے اور اس کی مان ہلینا نے بڑی سرگرمی سے یہان عالیشان عمارتین تعمیر کرا دین۔ مسیح کے مقبرے پر سر بفلک کنیسے قائم کیے۔ اور اصلی صلیب کو زمین سے کھود کے منظر عام مین رکھا تو زیارت کا جوش اور بڑھ گیا۔ ہر طرف سے زائر جوق کے جوق آنے۔ اور یہودی یہ دیکھ کے اور گھبراتے کہ وہی مذہب جو اُن کا رقیب اور سخت دشمن تھا۔ اب ان کی قسمت اور اُن کی جان و مال کا مالک ہے۔ آخر اپنے گرد و پیش ہر طرف مسیحیت کا جوش و خروش دیکھ کے اُنھون نے اپنے دعوے اور اپنے حقوقِ چھوڑ دین اور ارض جلیل کے چار بڑے شہرون پر قبضہ کر کے اپنے ربیون (مذہبی مقتداؤن) کی حکومت مین خموشی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ مگر قسطنطین کی بیٹی ایا ندار فی نے انھین اس طرح بھی نہ بیٹھنے دیا اور اُن کی عیسائی بنانے کے لیے جبر کی کاروائیان شروع ہو گئین۔

یہودی گھبراتے ہین

یہودی کا ارض جلیل ہین

یہود و نصارا کے تعلقات پر قسطنطین نے جو قوانین نافذ کیے اُن کے دیکھنے ہی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسرائیلیون کے حق مین وہ کس قدر سخت تھے

یہود پر قسطنطین اعظم کے مظالم

ع‌ه دی الڈربنٹ۔ ع‌ه ملین تاریخ یہود۔ س‌ه ڈاکٹر بزنٹ۔

یا یون کہا جاے کہ مسیحیت نے اپنا دلدادہ بنانے کے بعد اُسے انسانی ہمدردی کا کیا اور کیسا سبق دیا تھا
عام حکم تھا کہ کسی نئے ایمان لانے والے مسیحی کو کوئی ڈھیلا مارے یا ستائے گا تو زندہ جلا دیا
جاے گا۔ اسکے مقابلے مین یہودیون کو عیسائی جاہتے جتنا ستا لیتے اُن غریبون کی دادرسی
نہ ہوتی۔ دوسرا حکم تھا کہ کوئی عیسائی اگر مذہب یہود اختیار کرنے کی جراُت کرے گا تو سخت
عذاب کا مستوجب ہوگا۔ تیسرا حکم تھا کہ کوئی یہودی اس امر کا مجاز نہین کہ کسی مسیحی غلام کو
اپنے قبضے مین رکھے۔ الغرض ایسے ہی قوانین تھے جنھون نے موسوی شریعت کے حامیون
کو زندگی سے عاجز کر رکھا تھا۔ اور اُن کی ساری امیدین اس نئے عیسائی بادشاہ کی موت
سے وابستہ تھین۔ آخر وہ گھڑی بھی آئی۔ ہلینا کا خوش اقبال بیٹا مرا۔ اور قسطنطیوس باپ کے

قسطنطیوس بھی ظلم کرتا ہے

تاج و تخت کا وارث ہوا۔ یہودیون کی امیدون نے اس کی طرف رخ پھیرا
تھا کہ یکایک اگلے قانون مین یہ دفعہ اور بڑھا دی گئی کہ کوئی یہودی اس امر کا مستحق نہین ہے
کہ کسی مسیحیہ عورت کو اپنے عقد نکاح مین لائے" اس کے ساتھ اس پرانے حکم کی بھی از سر نو تجدید
کر دی گئی کہ "کوئی یہودی اپنے قدیم مقدس شہر (بیت المقدس) کے پاس سے بھی ہوکے نہ گذرنے
پائے" اب آلیا کی چار دیواری کے اندر فرمان روائے روم کے مسیحی ہو جانے کی وجہ سے
نہ وہ وینس کا مندر باقی تھا اور نہ وہ جیوپٹر کا بت خانہ جو ادریانوس قیصر کے حکم سے

مسیحی کنیسے بن رہے ہین

مسیح کی فرضی قبر اور ہیکل سلیمانی کے کھنڈرون مین قائم کیے گئے تھے۔
حضرت مسیح کی قبر پر تو قسطنطین کی ماں کے عالیشان کنیسے تھے جن کی رونق روز بروز
بڑھتی جاتی تھی۔ کالوری کی پہاڑی جہاں حضرت مسیح کے لیے صلیب کھڑی کی گئی تھی۔
اس پر ہر وقت عجیب چہل پہل رہتی۔ مگر موریا کی پہاڑی جس پر کبھی مشہور زمانہ مسجد اقصیٰ

مگر ہیکل سلیمانی منہدم و سنسان پڑی ہے

یا ہیکل سلیمانی تھی اور جس کے منہدم آثار ہنوز باقی تھے سنسان پڑی تھی
اور بے حمیت فاتحون اور حکمرانون کے حکم سے وہان ہل چل رہا تھا

یہودیون کی سرتابیان

ان سخت قوانین اور ان قومی مصیبتون کے زمانے مین یہودیون نے
عاجز آکے سرتابی اور بغاوت کی بھی دو ایک کمزور کوششین کین اور ایک آدھ مرتبہ

عہ ل مین۔ تاریخ یہود

تو عیسائیون کے لوٹنے مارنے اور اُن سے انتقام لینے کا بھی تھوڑا بہت موقع حاصل کر لیا۔ مگر بہت ناکام رہے۔ اور سلطنت کے مقابلے مین نقصان کا ساتھ دینا پڑا۔ چند روز بعد یولیانوس قیصر کا عہد شروع ہوا۔ جس نے مسجد اقصی کی تعمیر کا ارادہ کر کے ساری قوم بنی اسرائیل کی ہمتین بڑھادی تھین۔ مگر اُس تاریخی اور مقدس عمارت کی تعمیر کی اس آخری کوشش کا جو کچھ نتیجہ ہوا اور یہودیون کی امیدون کے ساتھ اُن کا جوش و خروش جس طرح خاک مین ملا اُس کا حال ہم بیان کر چکے ہین۔

مسیحیت کے زور مین بیت المقدس کی حالت

در اصل اسرائیلیون کی یہ آخری کوشش تھی۔ اس کے بعد سے تین سو برس تک بیت المقدس کی تاریخ کو یہودیون سے تعلق نہین بلکہ وہ پوری پوری کلیسا کی تاریخ ہے۔ اب نہ رومی بت پرستون کی عداوتین تھین نہ یہودیون کی مخالفتین بلکہ مسیحیت کے اندرونی جھگڑے تھے۔ اس مذہبی دنگل سے پرانے پہلوان ہمت ہار کے نکل گئے تھے اور اُن کی جگہ مختلف مذاق و عقائد کے بشپ اور راہب باہم زور آزمائیان کر رہے تھے۔ اب ارض فلسطین سپہگرون کی جان بازی کا میدان نہ تھی بلکہ سخت و سست الفاظ دل آزار و درشت گالیون۔ اور کفر و الحاد کے فتوون کا دنگل بنی ہوئی تھی[عہ]

یہودیون پر سخت ظلم

اس کے مقابل یہودیون کی یہ حالت تھی کہ انھین کسی جگہ سناگاگ (معبد) بنانے کی بھی اجازت نہین دیجاتی تھی۔ اُن کے پرانے معبدون مین آگ لگا دی جاتی۔ اور کوشش کیجاتی کہ جتنے ہین وہ بھی فنا کر دیے جائین۔ ان زیادتیون نے دونون جانب تعصب کو بڑھا دیا۔ اور جا بجا بلوے اور ہنگامے ہونے لگے۔ جن مین بعض وقت مسیحیون کو بھی باوجود حکمرانی کے سخت نقصان پہونچ جاتا۔ پانچوین صدی عیسوی کی ابتدا ہی

یہودیون کا خطرناک تعصب

مین انطاکیہ اور خالقیس کے درمیان امسطر نام ایک قصبے مین چند بدمست یہودی اس سخت گناہ و بدتمیزی کے مرتکب ہوے کہ سر بازار حضرت مسیح کے نام کی توہین شروع کر دی۔ اور جوش مین بکتے جھکتے اس قدر حد سے گذر گئے کہ ایک صلیب کھڑی کی اس پر ایک عیسائی لڑکے کو باندھا۔ اور نہایت بے رحمی و سنگدلی کے ساتھ کوڑے مار مار کے اُسے

عہ بہ نشان دوبامر

مار ڈالا۔ جب مسیحی حکمران کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو اس نے مجرمون کو با خود کر کے سخت سزا دی۔ مگر اتنی ہی سزا سے عیسائیون کے دل کا حوصلہ نہین نکلا۔ وہ غضب اور کینے کو دل مین لیے رہے۔ جس کا آخری اُبال یون آیا کہ چند سال بعد عیسائیون نے خاص انطاکیہ مین یہودیون کے ایک سناگاگ کو ہنگامہ کر کے لوٹ لیا۔

شومرون کے یہودی

اس کے بعد سے ۸۶ئھ قبل محمد (سنہ ۴۹۰ء) تک ارض فلسطین اور بیت المقدس کے قرب وجوار مین امن وامان رہا۔ لیکن اس زمانے مین شومرون والون نے جو یہودیون سے کسی قدر جدا مگر انھین کے گروہ مین شامل سمجھے جاتے تھے بغاوت کا ایک خاص سلسلہ شروع کر دیا۔ شومرون کے یہودی اپنے مقدس و محترم پہاڑ جریزیم پر قابض تھے۔ اور وہین جا کے عبادت کیا کرتے تھے۔ اگرچہ وہان کوئی عمارت نہین بنی تھی۔ اور نہ کوئی معبد تھا۔ مگر ان کے اعتقاد مین پہاڑ کی چوٹی اپنی سادی حالت کے ساتھ ہی زیادہ مقدس تھی۔ عیسائی مدت دراز سے اس تاک مین تھے کہ کوئی عمدہ موقع ملے تو اس قدیم تاریخی قلّہ کوہ پر بھی اپنا ایک کنیسہ تعمیر کر دین۔ مگر یہودیون کی مستعدی سے اس کی نوبت نہین آنے پائی تھی۔ ناگہان زمانے کے مظالم نے یہود کو ایسا از خود رفتہ کیا کہ اُنھون نے خود ہی عیسائیون کے لیے اس بات کا موقع پیدا کر دیا۔ اور بات یہ ہوئی کہ جب یہود پر بے انتہا ظلم ہوے تو عاجز آ کے وہ جان پر کھیل گئے۔ اور ایک ایسٹر کے دن جو نصارا کی عید کا روز تھا جوش

ان کا ہنگامہ

بغاوت سے بھرے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور نابلوس کے گرجے پر عین اس حالت مین جبکہ عیسائی عبادت کر رہے تھے حملہ کر دیا۔ بہت سے مسیحیون کو قتل کیا خود بشپ کو زخمی کیا۔ اور اس کی چند انگلیان کاٹ ڈالین۔ عیسائی بشپ فریاد لے کے قسطنطنیہ پہونچا اپنا انگلیان کٹا ہاتھ خود قیصر کو دکھایا۔ اور اسی ذیل مین مسیحی شہنشاہ کو یہ بھی یاد دلایا کہ ایک عیسائی عقیدت کیش کی نظر مین شومرون کا ٹیلہ کیا وقعت رکھتا ہے۔ اور حضرت مسیح کے وہ کلمات پیش کیے جو اس ٹیلے کے متعلق ارشاد ہوے تھے۔ شہنشاہ نے برہم ہو کے حکم دیا کہ یہودی مجرمون کو سخت سزا دی جائے۔ اور کوہ جریزیم سے اہل شومرون

نکال دیے جائین۔

یہ حکم پاتے ہی عیسائیون نے یہودیون کے اس ایک باقی ماندہ متبرک ٹیلے پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس پر اپنا ایک عالیشان کنیسہ قائم کیا۔ اور زبردست پہرہ مقرر کر دیا کہ شومرون والے کبھی قریب آنے کی بھی جرأت نہ کر سکین لیکن اہل شومرون برابر تاک مین لگے رہے یہان تک کہ انطاسیلوس قیصر کے عہد مین ان کی ایک پرجوش اور جان باز جماعت نے ایک دلیر عورت کی سربراہی سے اس پہاڑی پر حملہ کیا۔ عیسائیون پر ناگہان جا پڑے۔ اور تمام پہرے والون کو قتل کر ڈالا۔ مگر حکومت عیسائیون کی طرفدار تھی۔ چند روز بعد جب عیسائیون نے دوبارہ قبضے کی کوشش کی تو یہودیون کا کوئی زور نہ چلا اور متنازع فیہ پہاڑی پھر عیسائیون کے قبضے مین تھی۔

شومرون والون نے اپنی اس متبرک پہاڑی کے حاصل کرنے کے لیے پھر کوششین شروع کین۔ اکثر سخت خونریزیان ہوئین۔ اور ایک مرتبہ تو وہ مسیحیون کی ایک جماعت کثیر کو قتل و غارت کر کے کوہ جرزیم پر قابض بھی ہو گئے اس پر طرہ یہ ہوا کہ انھین مین کے ایک بلند پرواز شخص نے حریفون کو پیپا کر کے مظلومون اور فریادیون کی صورت بنائی۔ اور قسطنطنیہ مین پہونچ کے شہنشاہ کے سامنے اس فصاحت و بلاغت سے اپنی قوم کی بیکسی و مظلومی اور عیسائیون کا ظلم و جور بیان کرنے لگا کہ خود عیسائی تاجدار کو اپنی قوم اور اپنے ہم مذہبون کی زیادتی کا یقین آ گیا۔ اور اس کی نظر مین وہی بانی فساد ثابت ہو گئے اس کارروائی کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ فلسطین کے تمام عیسائی مقتدا غافل اور مطمئن بیٹھے تھے کہ ناگہان بلا استفسار و امتیاز شہنشاہی فرمان کی رو سے گرفتار کر لیے گئے۔ مگر انجام یہ ہوا کہ قسطنطنیہ کے بعض صاحب اثر مسیحی مقتداؤن کی کوشش سے تحقیقات کے لیے ایک کمیشن قائم ہوا۔ اس کمیشن کے تمام ارکان غالباً عیسائی ہی ہون گے لہذا لازمی تھا کہ اُن کی تحقیقات مین یہودی ہی ملزم ٹھہرائے جائین۔

اس کا انتقام | اہل شومرون کی کارروائی کو اس طریقے سے اُنھین پر اُلٹ کے مسیحیون نے سخت جوش و خروش سے انتقام لینا شروع کر دیا۔ شومرون والون کے سرگروہ اور مقتدا

قتل ہونے لگے۔ اور حکم عام دیدیا گیا کہ کسی یہودی کو نابلوس مین آباد ہونے کی اجازت نہین ہے اس کے ساتھ ہی یہ عجیب وغریب فرمان بھی نافذ ہوا کہ کوئی شومرون والا اپنے باپ کی خاندانی جائداد کا وارث نہین ہو سکتا۔ بس اسی وقت سے شومرون کی مقدس پہاڑی پہ ہمیشہ کے لیے صلیب قائم ہو گئی۔

یوسطینوس کا ظلم یہود پر | یہ زمانہ یوسطینوس قیصر کا تھا۔ جس کے سخت اور جابرانہ قوانین نے اہل شومرون اور عموماً یہودیون کے حق مین ظلم وستم کا کوئی دقیقہ نہین فرو گذاشت کیا۔ ان پر ہر طرح کی زیادتی ہو رہی تھی۔ اور وہ صبر وشکر کے ساتھ حکومت کے جور و ن کو جھیل رہے تھے۔ دیوانی اور ملکی محکمون کے تمام معزز عہدون سے وہ کلیتہً محروم کر دیے گئے تھے۔ ماتحتی کی ذلیل خدمتین بجا بھی لاتے تو خیر خواہی۔ نیک چلنی۔ دیانت داری۔ اور جفاکشی کا کوئی معاوضہ نہ ملتا۔ نہ ترقی ہوتی اور نہ کسی قسم کی قدر دانی کی جاتی۔ یہ قانون عام طور پہ نافذ تھا کہ جس بچے کے مان باپ مین سے کوئی عیسائی ہو اس کے لیے لازمی ہے کہ سچے دین (یعنی مسیحیت) ہی کی پیروی کرے۔ جن مان باپ کی اولاد عیسائی ہو جائے اُن کا فرض تھا کہ اپنی جائداد اُسکی بسر کے لیے چھوڑ دین۔ اس کے حوائج ضروری کو فراہم کرین۔ مسیحیون مین اُس کی شادی کرین۔ اور اسے جہیز یا عروسی ہدیے مسیحی رسم ورواج کے مطابق دین۔ اس کا نتیجہ تھا کہ جن یہودیون کا کوئی لڑکا عیسائی ہو جاتا وہ تمام آبائی جائداد پہ قابض ہوتا۔ اور باقی ماندہ اولاد محروم رہ جاتی۔ ان سب پہ بالا یہ قانون تھا کہ شومرون والون کے تمام معبد منہدم کر دیے جائین۔ اور جو کوئی ان کی تعمیر یا ترمیم کا ارادہ کرے سخت سزا پائے۔ ان سخت اور ظالمانہ قوانین نے شومرون والون کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ مگر ان کا مذہب ایسا مضبوط اور دلون مین جگہ پیدا کر لینے والا تھا کہ روم کے قدیم مذہب کی طرح اس مذہب کو مسیحیت دنیا سے نہ مٹا سکی۔ اتنی صدیان گذر جانے کے بعد آج بھی ارض فلسطین مین چند سماری یہودی نظر آتے ہین جو آج تک اپنے اُن پُرانے اصول پہ قائم ہین۔

اور مسیحیون پر اسکی عنایتین | یوسطینوس کا عہد مسیحیت کے لیے نہایت کامیابی و سرسبزی کا زمانہ تھا

اس نے اگرچہ کلیسا کے خزانے کو مہمات سلطنت کے لیے ضبط کر لیا۔ مگر اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ اس کے دور مین ارض مقدس عیسائیون کا بہت بڑا مرجع و ماوی بنی ہوئی تھی سارے ملک شام مین راہبون اور ننون کی خانقاہین اور فقیرون کے جھونپڑے چھائے ہوے تھے مگر عقیدت کیشون اور تارک الدنیا درویشون کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ وہ خانقاہنیا بھی کافی نہ تھین۔ اس لیے کہ کوئی غار نہ تھا جس مین کسی فقیر نے عزلت گزینی نہ اختیار کی ہو۔ اور کسی پہاڑ کا پہلو نہ تھا جس مین کوئی نہ کوئی راہب لذت دنیوی کو چھوڑ کے نہ بیٹھا ہو۔ اور ہر وقت ریاضت و نفس کشی مین مشغول نہ نظر آتا ہو۔ ہوا ان لوگون کی جستجوؤن سے کو بجتی رہتی جو روحانی ترقی اور کمالات تجرد حاصل کرنے کے لیے اپنے جسمون کو طرح طرح کی تکلیفون مین مبتلا کرتے۔ اس پر طرہ یہ تھا کہ سارا ملک تبرکات اور مقدس یادگارون کا خزانہ خیال کیا جاتا تھا۔ اور چونکہ ممالک دور و دراز مین اُن تبرکات کی بڑی قدر و منزلت ہوتی۔ لہذا ان کا ڈھونڈھ کے فراہم کرنا یا بنانا ایک سودمند اور موجب ثواب تجارت قرار پا گیا تھا۔ جس مین اکثر لوگ مشغول رہتے۔ اور راہبون کا وہ وقت جو ریاضت و عبادت سے بچتا اسی کار خیر مین صرف ہوتا۔ مجلسون اور صحبتون مین علم کلام کے مسائل اور علم الٰہی کے اصول پر مباحثے ہوتے۔ اور شب و روز کنیسون اور گرجون سے گھنٹون کی آوازین سنی جاتین۔ درحقیقت اس عہد مین یہ زمین نقط راہبون کی نذر کر دی گئی تھی۔ اور اُنھین کے ساتھ مخصوص تھی۔

مسجد اقصیٰ کے کھنڈرون پر گرجا | یوسطینوس کی بلند حوصلگی نے یون تو بہت سے نئے کنیسے قائم کر دیے تھے۔ مگر تعصب یا یہودیون کے دل پر ایک تازہ زخم لگانے کے لیے اس کی متعصبانہ اولوالعزمی و سرگرمی نے ایک گرجا خاص مسجد اقصیٰ کے کھنڈرون پر قائم کر دیا۔ اس لیے کہ جوپٹر کا مندر رومی مذہب کے خاتمے کے ساتھ فنا ہو چکا تھا۔ اور قدیم عمارت کے کھنڈر ویران پڑے ہوے تھے۔ اس عمارت کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نہایت عالیشان تھی۔ اور بڑے اہتمام سے بنوائی گئی تھی۔ یہان تک کہ جب بن کے تیار ہو گئی تو اُس کی عظمت و شان دیکھ کے وہ نہایت

فخر و شان کے طریقے سے چلا اٹھا۔ او سلیمان! مین نے تیرا نام بھی مٹا دیا۔"[ع۱]

مسجد اقصیٰ کی اصلی عمارت کا کچھ نہ کچھ حصہ ہمیشہ باقی رہا

ہیکل سلیمانی کے بار بار کھدنے اور بننے کے متعلق اس امر کا ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ اس عمارت کا انہدام عموماً آتش زنی کے طریقے سے عمل مین آیا۔ جس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ پوری طرح کبھی منہدم نہین ہوئی جس قدر حصے کو آگ جلا سکی اتنا حصہ جل جایا کیا مگر دیوارین اور ستون ایک ویرانے کی شان سے کھڑے رہ گئے۔ اور چونکہ بعد کی تعمیرون مین اکثر وہی دیوارین اور وہی ستون کام مین لائے گئے لہذا کہہ سکتے ہین کہ ابتدائی بنیاد یعنی حضرت سلیمان کی تعمیر کا تھوڑا بہت حصہ ہمیشہ باقی رہا۔ اور آج تک باقی[ع۲] ہے۔

سینٹ صوفیا بھی مندر سے گرجا بنی

اسی مشہور اور الوالعزم شہنشاہ نے قسطنطنیہ کی مشہور پرانی عمارت سینٹ صوفیا کو جو قسطنطین کے ہاتھون سے تعمیر ہو کے دانائی کی خیالی دیوی کے نام پر نذر کی گئی تھی از سر نو درست کروا کے مسیحی کنیسہ بنایا اور ملت عیسوی کی نذر کر دیا۔ سینٹ صوفیا کو بھی قسطنطنیہ کی باہمی خونریزیون اور وحشی اقوام کے حملون سے بارہا ضرر پہونچ چکا تھا۔ دو دفعہ آگ لگائی گئی تھی اور قسطنطنیہ کی عالی شان اور شاہانہ عمارت نے ایک ویران کھنڈر کی صورت پیدا کر لی تھی۔ یوسطینوس جب اس کی تعمیر اور درستی کیطرف متوجہ ہوا تو پہلے اس کے کھنڈر کوڑے اور افتادہ پتھرون سے صاف کیے گئے۔ گرد کی زمینین زیادہ قیمت دے دے کے خریدی گئین۔ اور اس کا رقبہ پہلے سے زیادہ وسیع کیا گیا انطی میوس نام ایک درباری مہندس نے عمارت کا نقشہ مرتب کیا۔ پھر اس کے اہتمام سے تعمیر شروع ہو گئی۔ دس ہزار معمار اور مزدور اس اہم کام مین لگائے گئے جو ہر روز

ع۱ یوسطینوس کے اس جملے کو مسٹر بزنٹ و پامر نے اپنی تاریخ بیت المقدس مین اسی کنیسے کی تعمیر کے موقع پر بیان کیا ہے جو ہیکل سلیمانی کے کھنڈرون پر قائم کیا گیا تھا۔ مگر گبن نے اس متکبرانہ جملے کو اس موقع پر بیان کیا ہے جبکہ یوسطینوس نے سینٹ صوفیا کے مشہور روزگار کنیسے کی تجدید و ترمیم کی تھی۔ اگر عمارت کی عالی شانی کا لحاظ کیا جائے تو گبن کا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر حضرت سلیمان کے نام کی مناسبت کا لحاظ کیا جائے تو بزنٹ و پامر کا کہنا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ ع۲ بزنٹ و پامر

غروب آفتاب سے پیشتر اپنی مزدوری چاندی کے سکون مین پاتے۔ اور خوش خوش گھر جاتے
خود شہنشاہ روز آ کے کام کو دیکھتا۔ اور اپنے اخلاق دینی جوش اور انعام و اکرام سے
لوگون کو ایسا محظوظ کرتا کہ وہ زیادہ جی توڑ کے کام کرتے۔ تیاری کے بعد یہ عمارت ایسی
خوشنما اور عالیشان نظر آئی کہ خود یوسطینوس بھی اپنی اولوالعزمی و بلند حوصلگی پر فخر و ناز
کرنے لگا۔ لیکن اس رومی سلیمان کے غرور کو بیس ہی برس مین اور اس کی زندگی ہی مین ایک
سخت زلزلے نے توڑ دیا۔ اس قدرت کی بھیجی ہوئی آفت نے سر بفلک گنبد کے مشرقی حصے کو
منہدم کر دیا۔ مگر یوسطینوس کا جوش پھر ترمیم کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس کی تخت نشینی کے
چھتیسوین سال یہ مشہور اور دیرپا عمارت دوبارہ بن کے دین عیسوی کی نذر ہو گئی۔

باب بست و دوم

دولت ساسانی عجم اور یہود

یہودی ایران مین۔ ابتداءً وہان ان کی اتنی خراب حالت نہ تھی۔ طالمود مین تصنیف
ہوئی۔ یہود مین ایک نیا مسیح اور ان پر تاجداران عجم کا عام ظلم۔ نوشیروان عادل۔ یہود
کے حق مین وہ بھی عادل نہ تھا۔ ایرانیون اور رومیون مین صلح۔ قلمرو روم پر نوشیروان
کا حملہ۔ اور صلح۔ یہود پر ہرمز کی مہربانیان۔ خسرو پرویز اور بہرام چوبین۔ پرویز کے ہاتھ سے
یہود پر ظلم۔ پرویز کا حملہ روم پر۔ یہود کی بغاوت۔ اور عیسائیون پر ظلم۔ اس کی پاداش
شام پر ایرانیون کا تسلط۔ یہود کا جوش مسرت۔ ہرقل قیصر روم۔ یہود کا جوش انتقام
یہود نصاریٰ کے تعصبات۔ ایرانیون کی امداد مین یہود کا جوش۔ بیت المقدس کا محاصرہ
حامیون کی کمزوری۔ یورش اور قتل عام۔ یہودی عیسائیون کو مول لے کے قتل کرتے
ہین عیسائیون پر سب سے بڑے ظلم۔ اصلی صلیب ایران جاتی ہے۔ ایران کی ملکہ مسیحہ صلیب
اور مقتدائے نصاریٰ کی تعظیم کرتی ہے۔ حضرت مسیح کا معجزہ پھر بنتا ہے۔ مگر ہیکل سلیمانی پھر ویران
ہے ارض فلسطین پر ساسانی حکومت۔

عنہ گبن ۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم تھوڑا بہت حال اُن یہودیون کا بھی بیان کردین جو مشرقی دولت روم کی قلمرو سے باہر دولت ساسانی کے زیر حمایت بسر کر رہے تھے اور مملکت ایران کے اندر آباد تھے - یہ لوگ ان قدیم اسرائیلیون کی یادگار تھے جو قدیم الایام مین گرفتار کر کے وہان لے جا کے آباد کیے گئے تھے - ان مین کے بہت سے لوگ تو واپسی کی اجازت ملتے ہی اپنی موعودہ زمین مین واپس چلے آئے تھے - اور بہتون نے ہمیشہ کے لیے ملک عراق اور اطراف بابل ہی مین سکونت اختیار کر لی تھی -

ابتداءً وہان ان کی اتنی خراب حالت نہ تھی

وہ زمانہ جو سنہ ۱۴۱ قبل محمدؐ سے سنہ ۶۸ قبل محمدؐ تک (سنہ ۴۲۹ء تا سنہ ۵۰۳ء) یعنی یزدجرد اول کے عہد سے قباد کے زمانے تک گذرا اگرچہ یہودیون کے حق مین زیادہ مناسب نہ تھا مگر ویسا سخت اور جابرانہ بھی نہ تھا جیسا کہ بیت المقدس اور دیگر ممالک کی قلمرو مین گذر رہا تھا - وہان وہ بآزادی اپنے دین کے رسوم کو بجا لاتے - اور اطمینان کے ساتھ اپنے قومی مدارس مین تعلیم پاتے - اس مملکت کے کئی شہرون مین اُن کے اعلی مدارس قائم تھے

طالمود یہین تصنیف ہوئی

جن مین موسوی الٰہیات اور اسرائیلی فقہ بہت کچھ تحقیق و تدقیق کے ساتھ پڑھائی جاتی - اور اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ خاص بابل مین طالمود کا ایک مقبول اور مستند حصہ تیار ہو گیا لیکن بدقسمتی سے مذکورہ زمانے کے خاتمے پر اُن مین معیر نام ایک عجیب و غریب شخص پیدا ہوا - جو غالباً مسیحا ہونے کا دعوے دار تھا وہ اپنے معتقدون سے کہتا کہ ایک آتشین

یہود مین ایک نیا مسیح اور اُن پر تاجداران عجم کا عام ظلم

ستون میرے آگے آگے چلتا ہے - بہت سے یہودی اُس کے معتقد ہو گئے - جن مین سے چار سو جانبازون کی جماعت کو اپنے ہمراہ لے کے اس نے بغاوت کر دی - قباد کی فوجی توجہ نے اس فساد کو دبا دیا - خود معیر اپنے بعض پیروون کے ساتھ قتل ہوا - اور اُس شخص کی اس مجنونانہ کارروائی یا قومی جوش نے اپنی قوم کو بہت بڑا پولیٹیکل ضرر پہونچا دیا - اس لیے کہ تاجداران ایران کی نظر مین ساری قوم بنی اسرائیل باغی تصور کی جانے لگی - اور انتقام گیر آتش پرستون کے ہاتھ سے یہودی تمام معززین سرگروہون کا بھی وہی حشر ہوا - جو شعرا اور ملک کے مخصوصین کا ہوا تھا - ان سختیون کی وجہ سے یہودی اپنی جانین لے کے بھاگنے لگے - جن مین سے چند اسی قدیم زمانے مین

مشرق کی طرف روانہ ہوئے اور جزیرہ نمائے ہند تک پہونچ کے سواحل ملابار پر آباد ہو گئے۔

نوشیروان عادل

اس واقعے کے ایک ہی سال بعد یعنی سنہ ۳۹ قبل محمدؐ[ع۱] (سنہ ۵۳۱ء) میں نوشیروان عادل ساسانی تاج و تخت کا وارث ہوا۔ جس کو یہ فخر حاصل ہے کہ اسی کے عہد میں ہمارے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔ نوشیروان اگرچہ بڑا عدل پرور شہنشاہ مشہور ہے۔ مگر یہودیوں کی بدقسمتی سے ان کے حق میں وہ بھی کچھ زیادہ رحم دل نہیں ثابت ہوا۔ اُس نے اپنے زمانے میں یہودیوں کے قومی مدارس بند کر دیے مگر انھیں دنوں یوسطینوس[ع۲] قیصر اپنی قلمرو کے یہودیوں پر ایسے مظالم کر رہا تھا کہ بابل و مدائن کے یہودیوں کو اپنی حالت پھر بھی اچھی اور قابل اطمینان نظر آئی۔ آخر بادشاہ کی ہمدردی حاصل کرنے اور عیسائیوں سے انتقام لینے کی غرض سے اُنھوں نے نوشیروان عادل کو امید دلائی کہ اگر حضور ارض فلسطین پر حملہ کرنے اور بیت المقدس کے لوٹنے کا ارادہ کریں تو ہم اپنی قوم کے پچاس ہزار جانباز سپاہی ہمراہ رکاب کریں گے۔ ان کی مدد سے ایک طرف تو شہنشاہ کو بے انتہا غنیمت ہاتھ آئے گی اور دوسری طرف ایک نیا ملک ساسانی قلمرو میں شامل ہو جائے گا۔ یہ درخواست منظور ہوئی۔ اور دولت ایران کی طرف سے حملے اور فوج کشی کا سامان ہونے لگا۔ مگر لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی

ایرانیوں اور رومیوں میں صلح

یوسطینوس اور نوشیروان میں ایک دائمی صلح ہو گئی۔ جس نے قدیم دولت روم کا غرور یوں توڑا کہ قیصر روم کو ایک بہت بڑی رقم زبردست حملہ آوری کی نذر کرنی پڑی۔ تاجدار ایران کو تو اس طریقے سے بہت کچھ دولت مل گئی مگر یہودیوں کا حوصلہ

ع مسلمان مورخین کا بیان ہے کہ نوشیروان عادل سنہ ۴۲ قبل محمدؐ میں تخت نشین ہوا۔ دیکھو ابن اثیر۔
ع انگریزی مورخین کے بیان کے مطابق نوشیروان عادل کا معاصر جسٹینین قیصر تھا اس کے نام کو عربوں نے معرب کر کے یوسطینوس بنایا ہے مگر تعجب یہ ہے کہ ابن اثیر کے سے محقق مورخ نے جہاں قیاصرۂ روم کی فہرست دی وہاں تو لکھا ہے کہ نوشیروان کا معاصر یوسطینوس تھا مگر جہاں نوشیروان کے تفصیلی حالات بیان کیے ہیں وہاں لکھ دیا ہے کہ اس کا معاصر قلطیانوس قیصر تھا۔ ہم نہیں سمجھ سکے کہ قسطیانوس قیصر سے کون مراد ہے۔

دل ہی میں رہ گیا جو اپنے بھائیوں کی مظلومی کے حالات سن سن کے پیچ و تاب کھا رہے تھے۔

روم و ایران کی یہ دائمی صلح بڑی مشکلوں سے فقط سات سال تک قائم رہ سکی اور اس کے ٹوٹنے کی وجہ یہ ہوئی کہ عرب کے شمال میں مغرب کی طرف بنی غسان کا بادشاہ رومیوں کا ماتحت تھا۔ اور مشرق کی جانب حیرہ کا بادشاہ دولت ساسانی کا تابع فرمان تھا۔ ملک غسان نے کسی ذاتی مخالفت کے باعث حیرہ پر فوج کشی کر کے وہاں کے بادشاہ کو شکست دی اور اس کے مال و دولت کو لوٹ لیا۔ جب اس کی خبر نوشیروان کو ہوئی تو اس نے یوسطینوس کو لکھا کہ "یہ امر ایران و روم کی صلح کے خلاف ہے۔ ملک غسان کو لکھو کہ جو کچھ لوٹ لے گیا ہے واپس کرے۔ اور جن لوگوں کو قتل کیا ہے ان کی خون بہا ادا کرے"۔

قلمرو روم پر نوشیروان کا حملہ

یوسطینوس نے اس تحریر کی پروا نہ کی اور نوشیروان نے برہم ہو کے حملہ شروع کر دیا۔ ساتھ ہی یہودیوں کی آرزوئیں بھی تازہ ہو گئیں۔ اور تاجدار ایران کچھ اوپر ستر ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کے حدود روم میں داخل ہوا پہلے علاقہ جزیرہ میں اس کا گذر ہوا جہاں کے بلاد و امصار پر قبضہ کر کے اس نے حدود شام میں قدم رکھا۔ وہاں کے بلاد منبج و حلب وغیرہ اس کے تصرف میں آ گئے۔ اور وہ بڑھ کے شہر انطاکیہ پر قابض ہو گیا جو اس زمانے میں بہت بڑا بارونق اور آباد شہر تھا۔ نوشیروان نے انطاکیہ کو ویران کر کے ایک دوسرا شہر آباد کیا جو رومیہ کہلاتا ہے اور تمام اہل انطاکیہ کو گرفتار کر کے اس نئے شہر میں بسا دیا۔ یوسطینوس سے مقابلے کی کوئی کارروائی نہ بن پڑی مگر بہت سا روپیہ فراہم کر کے اس نے تمام بلاد شام کو نوشیروان سے مول لے لیا اور کچھ معینہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ الغرض ساسانی شہنشاہ تو دولت سے لدا پھندا اپنے دار السلطنت کو واپس آیا مگر یہودیوں کے دل کی آرزو پھر دل ہی میں رہ گئی۔

یہود پر ہرمز کی مہربانیاں

نوشیروان کے بیٹے ہرمز کا عہد یہودیوں کے لیے زیادہ امن و امان کا زمانہ تھا۔ اس نے پھر ان کے مدارس کھلوا دیے۔ اور ان کے سر سے سلطنت کے مخالف ہونے کا الزام بھی اٹھا دیا گیا۔ مگر ہرمز کے بعد بدقسمتی نے پھر انھیں ایک نیا نازو نخرہ دکھایا

اور بات یہ ہوئی کہ ان دنون بہرام چوبین نام ایک غاصب شخص ہرمز کے اصلی وارث

خسرو پرویز اور بہرام چوبین

تاج دو یعنی خسرو پرویز کو سلطنت سے محروم کر کے تخت و تاج پر قابض ہو گیا تھا۔ یہودیون نے ناعاقبت اندیشی سے بہرام چوبین کا ساتھ دیا۔ اور خسرو پرویز کی طرف سے بالکل بے پروا ہو گئے۔ پرویز اپنے غاصب رقیب سے شکست کھا کے روم کی طرف بھاگا۔ اور موریق قیصر کے دربار[ع] مین پناہ لی۔ موریق بڑی خاطر و تواضع سے پیش آیا۔ اپنی بیٹی مریم اُس کے عقد نکاح مین دی۔ اور ایک بڑے رومی لشکر کے ساتھ اسے ایران کی طرف روانہ کیا کہ بہرام چوبین کی قوت توڑ کے اپنے آبائی تاج و تخت کو حاصل کرے[ع]۔
ایران مین یہودیون کے سوا ساری رعایا بہرام کو ناپسند کرتی تھی۔ اور اس کی دشمن ہو رہی تھی۔ خسرو پرویز کے پہونچتے ہی رعایا ٹوٹ ٹوٹ کے اس سے ملنے لگی۔ اور دو ہی ایک لڑائیون مین بہرام کو مشرق کی طرف بھاگنا پڑا۔ پرویز دار السلطنت مین داخل ہو کے تخت پر بیٹھا۔ اور اُس کی تخت نشینی کے بعد ہی بہرام علاقہ ترکستان مین گرفتار کر کے قتل کیا گیا۔

پرویز کے ہاتھ سے یہود پر ظلم

خسرو پرویز نے آبائی تخت حاصل کرنے کے بعد باغیون اور بہرام کے طرفدارون کو سزا دینا شروع کی۔ اور جو لوگ اس جرم مین ماخوذ ہو کے قتل ہوے اُن مین ایک تعداد کثیر یہودیون کی تھی۔ مگر چند روز بعد اُن کی خطا معاف کی گئی۔ ان دنون اتفاقاً قسطنطنیہ مین ایک بڑا بھاری انقلاب ہو گیا تھا۔ جس نے خسرو کے مربی موریق اور اُس کے پانچ بیٹون کی زندگی کا چراغ گل کر دیا۔ اور فوقاس نام ایک نیا شخص شہنشاہ روم بنا۔ خسرو پرویز نے یہ خبر سنتے ہی اپنے مربی کے خون کا بدلہ لینے کے لیے فوج کشی کر دی۔ ان دنون ارض فلسطین کے یہودی انتہا سے زیادہ جوش مین

پرویز کا حملہ روم پر

بھرے ہوے تھے۔ اس لیے کہ فوقاس نے ان کو زبردستی پکڑ پکڑ کے بپتسمہ دینا اور عیسائی بنانا شروع کر دیا تھا۔ خسرو پرویز کی فوج کشی کی فقط خبر ہی آئی تھی

یہود کی بغاوت اور عیسائیون پر ظلم

اور ایرانی فوجین ہنوز وہان تک پہونچنے نہین پائی تھین

ع ملمین تاریخ یہود ع ابن اثیر

کہ انطاکیہ کے یہودیون نے بلوہ کر دیا۔ بڑے بڑے عالیشان محلون مین آگ لگا دی۔ بہت سے عیسائیون کو قتل کر ڈالا۔ سب سے بڑے مقتدائے نصاریٰ کو نہایت سنگدلی و بےرحمی سے سڑکون پر کھینچنا شروع کیا۔ اور یہان تک کھینچا کہ اُس غریب نے زمین کی رگڑ کھاتے کھاتے جان دیدی۔ جب اس ہنگامے کی خبر فوقاس کو پہونچی تو اس نے

اس کی یاداش — اپنے چند افسرون کو ان کی سزادہی کے لیے روانہ کیا جنھون نے آتے ہی تمام یہودیون کو شکست دی۔ عام طور پر قتل عام شروع کر دیا۔ اور بہت سخت انتقام لیا لیکن انتقام کی کارروائی ہنوز پوری نہین ہونے پائی تھی کہ ایرانی فوجین آپہونچین۔ اور رومی سردارون کو انطاکیہ چھوڑ کے بھاگنا پڑا۔

شام پر ایرانیون کا تسلط — ایرانی بلا مزاحمت اور بغیر کسی دشواری کے انطاکیہ پر قابض ہو گئے یہان تک فتح کرنے کے بعد خود خسرو پرویز تو قسطنطنیہ کی طرف بڑھا۔ اور اس کے دو سپہ سالار دو جداگانہ فوجین لے کے جنوب کی طرف چلے۔ جن مین سے ایک تو مصر پر حملہ آور ہوا اور دوسرے نے خاص بیت المقدس کی طرف رخ کیا۔ اور راستے کے تمام مقامات

یہود کا جوش مسرت — ایرانی سپاہیون کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہونے لگے۔ اس بےامنی اور انقلاب کی حالت نے یہودیون کے دل مین انتہا سے زیادہ جوش پیدا کر دیا۔ اُن کے نزدیک انتقام کا وقت آپہونچا تھا۔ اور وہ ستائے اس قدر جا چکے تھے کہ زیادہ انتظار کی اُن مین تاب بھی نہ تھی۔ ہر گانون اور ہر شہر کے یہودی باغیانہ جوش ظاہر کرتے ہوے اُٹھے اور ایرانی فوجون مین جا جا کے ملنے لگے۔ جہان اپنے عراقی ہم مذہبون سے بغلگیر ہوتے۔ اور حملہ آورون کی قوجی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی۔ کہتے ہین کہ صرف ناصرہ وغیرہ کے اطراف سے چوبیس ہزار یہودی تاجدار ایران کی فوجون مین شامل ہو گئے[ع]۔

ایرانی فوجون نے بلاد شام پر سنہ ۱۱ھ محمدی (سنہ ۶...) مین قبضہ کیا۔ مگر قسطنطنیہ مین اس سے ایک سال پیشتر ہی فوقاس کی زندگی کا چراغ گل ہو چکا تھا۔ اور لوگون نے

ع ملمین تاریخ یہود

ہرقل قیصر روم

ہرقلوس کو جسے قدیم عربی مورخین ہرقل کے نام سے یاد کرتے ہین اپنا شہنشاہ قرار دیا تھا۔ ہرقل نے تخت نشین ہونے کے بعد مشرق کی طرف سے جو پہلی خبر سنی وہ یہ تھی کہ انطاکیہ پہ ایرانیون کا قبضہ ہوگیا۔ اور فوقاس کے بھیجے ہوے افسر جو یہودیون کے قتل و قمع پہ مامور تھے انھون نے بھاگ کے جس دامن مین پناہ لی۔ وہ ہرقل کا دامن تھا۔ مگر ہرقل ابھی ناتجربہ کار تھا سلطنت کے تمام نظام بگڑے ہوے تھے۔ اور جو فتنے جابجا اُٹھ کھڑے ہوے تھے اُن کا دبانا ایک دو دن کا کام نہ تھا۔ الغرض ہرقل خاموش بیٹھا رہا۔ اور زرتشتی سپاہیون نے تمام ملک شام و مصر کو تہ و بالا کرنا شروع کر دیا۔[ع۵]

یہود کا جوشِ انتقام

اس وقت یہودیون کو ہر جگہ کے یہودی انتقام پہ آمادہ تھے۔ مگر شہر سور یعنی طائر کے اسرائیلیون نے غضب ہی کر دیا۔ انھون نے دمشق اور دیگر بلاد کے یہودیون کے پاس خفیہ خطوط بھیج کے ایک معینہ تاریخ بتائی اور یہ خواہش کی کہ اس روز سب لوگ شہر سور مین آجائین جب سب قریب آجائین گے تو ہم بھی بلوہ کر دین گے۔ اور باہم مل کے تمام عیسائیون کو قتل کر ڈالین گے۔ اتفاقاً عیسائیون کو اس خفیہ سازش کی قبل از وقت خبر ہوگئی۔ چنانچہ انھون نے فوراً سور کے تمام معزز اور صاحب اثر یہودیون کو گرفتار کر کے قید خانے مین ڈال دیا۔

یہود و نصاریٰ کے تعصبات

اور اپنے شہر کے پھاٹک خوب مضبوطی سے بند کر کے شہر پناہ پہ فوجین قائم کر دین۔ تاریخ معینہ پہ چارون طرف سے یہودیون کے غول آپہونچے۔ مگر اپنی امید کے خلاف شہر کے پھاٹک بند پا کے انھون نے اطراف و جوانب کے گاؤن کی طرف رخ کیا۔ اور گرد و پیش کے کنیسون کو منہدم کرنے لگے۔ اس کے جواب مین سور کے مسیحیون نے یہ کارروائی شروع کی کہ باہر کے یہودی جب کسی کنیسہ کو منہدم کرتے تو وہ اس کے عوض مین شہر کے ایک سو یہودیون کے سر کاٹ کے محاصرہ کرنے والون کے سامنے ڈال دیتے۔ مگر یہودیون نے اس کی بھی چندان پروا نہ کی۔ حوالی شہر کے بیس گرجے انھون نے منہدم کیے اور اسی حساب سے دو ہزار یہودیون کے سر کاٹ کاٹ کے اُن کے سامنے پھینکے گئے۔[ع۶]

ع۵ گبن ع۶ پامر و بزنٹ۔

شہر تسور کے گرد یہ وحشیانہ مظالم ہو ہی رہے تھے کہ خبر آئی خسرو پرویز کی فوجین خاص بیت المقدس کی طرف بڑھ رہی ہین۔ یہودیون کے لیے یہ عجیب مژدۂ جانفزا تھا۔ اُنھون نے

ایرانیون کی امداد مین یہود کا جوش

تسور کا محاصرہ بھی چھوڑ دیا۔ اور عجمی حملہ آورون سے ملنے کے لیے بے انتہا ذوق و شوق کے ساتھ روانہ ہوئے۔ انھین پر منحصر نہین۔ ہر شہر اور ہر گاؤن کے یہودیون نے بڑے جوش و خروش سے ایرانیون کا استقبال کیا۔ اور ہر شخص یہی کوشش کرنے لگا کہ خسرو پرویز کے جھنڈے کے نیچے کھڑے ہو کے مسیحیون کی تباہی و بربادی کا تماشا دیکھے[ع]۔

ان تماشائیون اور غیر منتظم و بے اصول اسرائیلی گروہون کے علاوہ ساسانی تاج کے جان نثارون مین چھبیس ہزار یہودی تھے جو ایران کی فوج مین شامل تھے۔ اور خاص ارض عراق سے آئے تھے۔

یہودیون ہی پر منحصر نہین مسیحیون کے دیگر مظلوم فرقون نے بھی اپنے وحشی و غارت گر پیروؤن کی ایک جماعت کثیر خسرو کی فوجون مین ملا دی۔ اس لیے کہ بہت سے یعقوبی اور نسطوری عیسائی بھی ایرانی سپہ سالار کے ہمراہ رکاب تھے[ع]۔ آخر حملہ آورون اور انتقام کی آواز بلند کرنے والون کا عظیم الشان لشکر خاص شہر بیت المقدس کے گرد آ پڑا۔ جس کے جوش

بیت المقدس کا محاصرہ

و خروش سے نظر آتا تھا کہ طیطوس کے زمانہ کا سا خوفناک اور دلون کو لرزا دینے والا وقت پھر بیت المقدس کے گنبدون اور کلسون پر اپنی نحوست کا سایہ ڈال رہا ہے۔

مگر افسوس اب کی مرتبہ مقدس شہر کی حفاظت نہایت کمزور ہاتھون سے کی گئی۔ وہ

حامیون کا کمزور ہونا

یہودیون کا جوش دین جس نے طیطوس کے حملے کے وقت رومیون کو ایک مدت دراز تک مصیبت مین مبتلا رکھا تھا۔ اور اُن کے حوصلے پست کر دیے تھے۔ حضرت مسیح کے معتقدون مین نہ تھا۔ اب تو صرف چند نفس کُش اور بزدل زاہب تھے جو جانبازی اور حمایت دین کے مقابلے مین مر رہنے اور مظلومی ادا مین دکھانے کو زیادہ موجب ثواب

ع لی مین تاریخ یہود عہ گبن

سمجھتے تھے پہلے ہی حملے مین ایرانیون نے شہر کے پھاٹک کھلوا لیے اور قتل عام شروع ہو گیا۔ کنیسون اور مسیحیون کی تمام مذہبی عمارتون مین آگ لگا دی گئی۔ ہر طرف شعلے بلند ہوے۔ دین عیسوی نے تین سو برس کی مدت مین جو کچھ سامان فراہم کیا تھا۔ اور جس قدر ترقی پیدا کی تھی سب ایک دن مین فنا کر دی گئی۔

یورش اور قتل عام

ابتدائی قتل عام اور تاخت و تاراج مین جو کچھ مال و دولت ہاتھ لگا۔ اُس کے علاوہ روپیہ پیدا کرنے کی ایرانیون نے یہ تدبیر اختیار کی کہ عیسائیون کو گرفتار کر کے بیچنے لگے۔ یہودیون کی متعصبانہ فیاضی نے ہر گرفتار شدہ مسیحی کے مول لینے کی کوشش کی۔ لونڈی غلام بنانے کے لیے نہین بلکہ اس لیے کہ اُن کو اپنے قبضے مین کر کے قتل کر ڈالین۔ پُرجوش اسرائیلیون نے اس وحشیانہ دینی خدمت مین یہان تک سرگرمی دکھائی کہ بہتون نے اپنے خزانے اور اپنی تمام دولت صرف کر ڈالی۔ اور جہان تک امکان مین ہوا عیسائیون کے خون سے بیت المقدس کے در و دیوار کو رنگا۔ قدیم راویون کا بیان ہے کہ ایرانیون کے اس حملے نے نوے ہزار عیسائیون کی جانین لین۔ شہر کے اندر جتنے عیسائی کنیسے تھے سب منہدم کر دیے گئے[ع۵]۔ اب نہ وہ جناب مسیح کا مقدس مقبرہ تھا۔ اور نہ وہ قسطنطین اعظم اور ملکہ ہیلنا کی شاندار عمارتین۔ وہی بدنصیبی کا دن جو اس پرانے شہر نے بخت نصر اور طیطوس کے زمانون مین دیکھا تھا ایک دفعہ پھر دیکھا۔ مگر افسوس کہ اب کی حضرت ارمیا کا سا کوئی مرثیہ خوان نہ تھا اور نہ اُن کی قوم کے جلاوطن زندہ تھے وہ مدت ہاے دراز کا انتقام پانے پر خوش تھے۔ یہ واقعہ سنہ ۱۳ ہجری ۶۱۴ع کا ہے۔

یہودی عیسائیون کو مول لے لے کے قتل کرتے ہین

اس فتنے کے نتیجے مین جو سب سے بڑی مصیبت عیسائیون پر پڑی یہ تھی کہ ان کا صلیب اعظم آتش پرست فاتحون کے ہاتھ مین اسیر ہوا جسے وہ اپنے ملک یعنی قلمرو ایران مین پکڑ لے گئے۔ اور اس سے بھی بڑھ کے قومی و مذہبی ذلت یہ ہوئی کہ عشاے ربانی اور رسوم عبادت کے لیے جو قیمتی ظروف بنائے گئے تھے۔ اور نہایت متبرک خیال کیے جاتے تھے۔ غارتگرون کا مال غنیمت بنے۔ اور اصلی صلیب کو بھی وہ اٹھا لے گئے

عیسائیون پر سب سے بڑے ظلم

اصلی صلیب ایران جاتی ہے

ع۵ دیز نٹ ولیم عہ گبن۔

جس کے ٹکڑے یورپ کے دور دور دراز کنیسون مین پُج رہے تھے- اور جن کے ذریعے سے
مصلوبیت مسیح کی برکت ہر عیسائی شہر مین پھیلی ہوئی تھی-

ایران کی ملکہ مسیحیہ صلیب اور مقتداے نصارٰی کی تعظیم کرتی ہے-

لیکن جس طرح ایک خوبصورت یہودیہ لڑکی استیر[عہ] نے
شہر سوسن کی ملکہ بن کے بخت نصر کے گرفتار کیے ہوے
اسرائیلیون کو اسیری مین شہنشاہی کا مزہ دکھا دیا تھا- اسی طرح اس موقع پر خسرو پرویز
کی ملکہ نے جو مسیحیہ[عہ] تھی عیسائی مقتداے دین کو قید مین وطن اور آزادی سے زیادہ

حضرت مسیح کا مقبرہ پھر بنتا ہے

آرام دیا- اور صلیب کو احتیاط سے اور تعظیم و تکریم کے ساتھ
رکھوایا- خسرو پرویز کے واپس جانے کے بعد اسکندریہ کے ایک فیاض عیسائی نے اپنی
بے انتہا دولت صرف کر کے حضرت مسیح کے مقبرے کی عمارت از سر نو تعمیر کرا دی- مگر دوسری

مگر ہیکل سلیمانی پھر ویران ہے

عمارتین مسمار ہی پڑی رہین- خاص ہیکل سلیمانی پر جو کنیسہ بنوایا
گیا تھا اسے ایرانیون کے حملے نے منہدم کیا تو آخر تک مسمار ہی پڑا رہا- اب عیسائیون نے اگرچہ

عہ استیر کا طولانی اور عجیب و غریب قصہ عہد عتیق یعنی توراۃ کی کتاب آستیر مین تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے-
جن صاحبون کو اس کے دیکھنے کا شوق ہو بائبل مین ملاحظہ فرما سکتے ہین- عہ ایرانی اور عربی مورخین
بالاتفاق کہتے ہین کہ جب خسرو پرویز بہرام چوبین کے دست برد سے بھاگ کے قسطنطنیہ مین گیا ہے تو موریق قیصر
روم نے اپنی بیٹی اسکے عقد نکاح مین دی تھی- عیسائی اور یورپین مورخین [illegible] انکار کرتے ہین اور کہتے
ہین کہ اس نے صرف فوج سے مدد دے کے خسرو پرویز کو ایران کی طرف واپس بھیجا تھا لیکن اس موقع پر
جبکہ وہ دیکھتے ہین کہ خسرو پرویز کی مسیحیہ ملکہ نے زکریا کے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا اور اصلی صلیب کی قدر و منزلت کی تو انھین
مختلف قسم کی تاویلین کرنی پڑتی ہین- سب سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ مسٹر گبن اپنی تاریخ کے ایک نوٹ مین لکھتے
ہین کہ "شیرین کو یونانی مورخین رومی الاصل اور دین مسیحی کا پابند بتاتے ہین- مگر فارسی اور ترکی قصون مین وہ موریق کی
بیٹی بتائی گئی ہے" دوسرے مقام پر خود اصلی تاریخ مین لکھتے ہین کہ "وہی شیرویہ کی ماں تھی" یعنی بالکل "چہ خوش گفت است
سعدی در زلیخا" کی شان رکھتی ہین- شیرین آرمینیہ کی شاہزادی تھی- اُس کے مسیحیہ ہونے کا کوئی ثبوت نہین- اور اُس کو
شیرویہ کی ماں بتانا ایک حماقت اور فاش غلطی ہے- یہ مسیحیہ ملکہ بہ ظن غالب موریق کی بیٹی مریم ہی تھی- جس نے اس
فتح کے موقع پر زکریا اور صلیب کی قدر دانی کی-

دو ایک کنیسے بنا کے تیار کر لیے تھے مگر ارض فلسطین پر حکومت ساسانی شہنشاہوں ہی
ارض فلسطین پر ساسانی حکومت | کی تھی۔ خسرو پرویز کی فتوحات کا ایک سیلاب تھا جس نے
بچیس برس ہی زمانے میں تمام ممالک ایشیا اور مصر کو شہنشاہ قسطنطنیہ کی حکومت سے جدا
کر دیا۔ اس کے سپہ سالار خاص قسطنطنیہ کے نیچے پہونچ گئے تھے۔ اور پورے چودہ عہ
سال تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مشرقی شہنشاہی روم کے زوال کا زمانہ آ گیا۔

باب بست و سوم

ارض مقدس میں رومیوں کا آخری عہد

ہرقل کا نازک زمانہ۔ وہ بھاگنے کا ارادہ کرتا ہے۔ وحشیان آوار کا مقابلہ اور
شکست۔ دولت روم کی عاجزی۔ پرویز کی خود نمائی۔ اور صلح سے روم باج گزار
عجم۔ پرویز کے نام حضرت رسالت مآب کا خط۔ ہرقل مستعد بادشاہ بنتا ہے۔ ایرانیوں
کے مقابلے کی تیاریاں۔ ہرقل کی ایرانیوں پر فوج کشی۔ سورۂ روم کی شان نزول
فتحمندی رومی ایران میں خسرو پرویز کی پریشانی۔ دولت ایران کی نازک حالت۔ پرویز کا بیٹا شیرویہ تخت پر
بیٹھ کے باپ کو قتل کرا دیتا ہے۔ روم و ایران میں صلح۔ اصلی صلیب پھر بیت المقدس میں۔ کلیسا کا تقاضا
یہودیوں پر پھر ظلم ہوتا ہے۔ اسلام کے ہاتھوں سے ان تمام جھگڑوں کا خاتمہ۔

ہرقل کا نازک زمانہ | ہرقل بھی بہ لحاظ اپنے زمانۂ حکومت کے دنیا میں ایک عجیب و غریب
شہنشاہ ثابت ہوا ہے۔ جس وقت تخت نشین ہوا ہے ملک کی یہ حالت تھی کہ ایرانی فوجیں بڑھتی
چلی آتی تھیں۔ اور وہ سوا اس کے کہ اپنی تخت گاہ میں بیٹھ کے روز ایک نئے شہر پر تاخت
و تاراج ہونے اور ہاتھ کے اپنے قبضے سے نکل جانے کی خبر خاموشی سے سن لے اور کچھ نہ
کر سکتا تھا۔ اس کی سلطنت پر مشرق ہی کی طرف سے آفت نہیں آئی تھی۔ بلکہ مغرب اور شمالی
یورپ میں بھی وحشی اور غارتگر قوم آوار بڑھتی چلی آتی تھی جس کے ہاتھوں روم

عہ بجز شاد بامر

شریف زادیون اور شاہزادیون کے ننگ و ناموس مین جس بے عزتی اور بے رحمی سے
داغ لگائے گئے ہین شاید تاریخین اس کی نظیر سے خالی ہون گی۔ ان دونون طرف کی
ہولناک مصیبتون کے بعد اس انگریزی مثل "مصیبت جب آتی ہے ہر طرف سے آتی ہے" کی
یون تکمیل ہوئی کہ قحط پڑ گیا۔ اور رعایا بھوکون مرنے لگی۔ ان تمام آفتون نے ہرقل کو

وہ بھاگنے کا ارادہ کرتا ہے

تخت پر قدم رکھتے ہی اس قدر پریشان اور بدحواس کر دیا کہ وہ سلطنت
چھوڑ کے بھاگ جانے پر آمادہ ہو گیا۔ شاہی اسباب جہازون پر لد چکا تھا۔ اور لنگر اٹھنے ہی کی
دیر تھی کہ لوگون کو خبر ہو گئی۔ قسطنطنیہ کے بڑے مقتدائے دین نے روکا۔ سمجھا بجھا کے اسے
سینٹ صوفیا کے کنیسے مین لے گیا۔ اور عہد لیا کہ جن لوگون کی زندگی و موت خدا نے اسکے
ہاتھ مین دی ہے اُن کا وہ آخر تک ساتھ دے گا۔" اس عہد و پیمان کے بعد

وحشیان آوار کا مقابلہ اور شکست

آوار کے مقابلے کا ارادہ کیا گیا۔ مگر تقدیر ابھی تک دشمن تھی۔ ان وحشی
لٹیرون کے مقابلے مین ہرقل کو ایسی فاش شکست ہوئی کہ بے سر و پا بھاگا
ہوا قسطنطنیہ مین آیا اور آوار نے بھی ایسا سخت تعاقب کیا کہ شور کرتے ہوئے قسطنطین اعظم
کے مشہور و مضبوط شہر کے سنہرے پھاٹک کے اندر تک داخل ہو گئے۔ لیکن ان کا حوصلہ اتنا
تنگ تھا کہ اطراف جوانب کے چند محلے ہی لوٹنے پائے ہون گے کہ دولت سے جی بھر گیا۔
دو لاکھ ساٹھ ہزار آدمیون کو گرفتار کر کے واپس گئے۔ اور دریائے ڈینوب سے اُتر گئے۔

دولت روم کی عاجزی

اُدھر سے اطمینان نہین ہونے پایا تھا کہ شہنشاہ ایران کا سپہ سالار
آ پہونچا۔ مگر اس نے اپنی نیک نفسی سے ہرقل کو مشورہ دیا کہ اپنے چند وکیلون کو میرے
ساتھ دربار عجم مین بھیجیے۔ اور خسرو پرویز سے صلح کی درخواست کیجیے۔ ایسی نازک
حالت مین یہ بھی غنیمت معلوم ہوا۔ اور بڑے بڑے مقتدایان دین عیسوی کے مشورے سے
ایک نہایت ہی عاجزانہ درخواست ایرانی شہنشاہ کے دربار کو روانہ کی گئی۔ مگر پرویز کا

پرویز کی خود فراموشی

خود فراموش تاجدار اس اظہار عجز پر بھی نہایت برہم ہوا۔ اور اپنے
سپہ سالار سائین کیطرف غصے سے دیکھ کے غیظ و غضب کے لہجے مین اُسے ڈانٹا۔ "مین نے
تم کو اس سفارت لانے کے لیے نہین بھیجا تھا۔ بلکہ مین تو یہ چاہتا تھا کہ خود ہرقل کو زنجیرون

میں باندھ کے لاؤ۔ اور میرے تخت کے پاؤں کے پاس ڈال دو شہنشاہ روم جب تک اپنے
مصلوب خدا سے حلفیہ بیزاری نہ ظاہر کرے گا۔ اور آفتاب کی پرستش نہ اختیار کرے گا۔
اسوقت تک میں اسے پناہ نہ دوں گا" اس کے بعد ایرانی سپہ سالار کی زندہ کھال کھنچوالی
گئی۔ اور رومی سفیر قید کر دیے گئے۔

اور صلح

تاہم چھ برس کی متواتر حملہ آوریوں سے تنگ آ کے خسرو پرویز نے صلح کر لی۔ مگر کیونکر؟ بادشاہ
روم کے سارے غرور اور تمام کر و فر کو خاک میں ملا کے اس صلح کی رو سے ہرقل پر واجب تھا کہ

روم باج گذار عجم

ہر سال ایک ہزار اشرفیاں ایک ہزار روپیہ ایک ہزار حریر کے
تھان۔ ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار باکرہ لڑکیاں تاجدار ایران کی نذر
کیا کرے۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ تمام ممالک میں خسرو پرویز سے زیادہ زبردست کوئی

پرویز کے نام حضرت رسالت مآب کا خط

بادشاہ نہ تھا۔ روم کی قوت بالکل ٹوٹ چکی تھی۔ اور وہ انتہا درجے
کی تمکنت سے اپنے قصر میں بیٹھا عشرت پرستیاں کر رہا تھا۔ اسی حالت
میں اس کے پاس جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا خط یا یوں کہا جائے کہ ہدایت
نامہ پہونچا۔ جس کا جو کچھ جواب دولت کے نشہ اور حکومت کی خود فراموشی نے دلوایا اس کا
حال ہم بعد کی کتابوں میں بیان کریں گے۔ ہرقل نے جس وقت تاج شاہی سر پر

ہرقل سعید بادشاہ بنتا ہے

رکھا ہے اس وقت تو وہ بالکل عیش پرست اور عشرت پسند
بادشاہ تھا۔ مگر ناکامیوں اور سلطنت کی زوال پذیر حالت نے غیرت دلائی اور زمانے نے
بیداری مغزی کا سبق دے کے یکایک وہ ایک نہایت ہی مستعد اور ہوشیار فرمانروا
بن گیا اور سنہ ۵ محمدی (سنہ ۶۲۱ع) میں اس نے اپنی سلطنت کے مضبوط کرنے اور کھوئے
ہوئے صوبجات کے واپس لینے کا سامان شروع کر دیا۔ خسرو پرویز نے اپنے حملوں
کی غرض صرف اتنی ظاہر کی تھی کہ موریق قیصر کے خون کا انتقام لے۔ اور فوقاس کو جو غاصب
تھا سزا دے۔ جس کی بنا پر رومیوں اور خود ہرقل کا یہ خیال تھا کہ فوقاس کے بعد جب
بنائے فساد ہی مٹ گئی تو خسرو روم کے صوبجات کو واپس کر دے گا۔ ہرقل ابتدا میں کئی
سال تک انتظار کرتا رہا کہ شہنشاہ ایران خود ہی واپس کرے گا۔ مگر جب اس کی نوبت

نہ آئی تو خسرو پرویز سے شکر گزاری کے ساتھ درخواست کی گئی لیکن سماعت نہ ہوئی تب معلوم ہوا کہ پرویز کی فوج کشی مین نیک نیتی نہ تھی۔ بلکہ دراصل وہ دولت روم ہی کا دشمن ہے۔ لیکن حالت یہ ہو رہی تھی کہ حملہ کرنا درکنار خود اپنی عزت بچانا اور خاص قسطنطنیہ کی حفاظت کرنا بھی دشوار تھا۔ ایران کی فوجین خود دارالسلطنت کا محاصرہ کیے ہوے تھین۔ اور اُن کے ہاتھون رومی ترقی و تہذیب کے چیتھڑے اُڑ رہے تھے۔ ان سے صلح کرنے کے بعد خسرو پرویز سے جو صلح ہوئی وہ اتنی ذلیل تھی کہ ہرقل کو اپنے تاج و تخت سے حکومت و سلطنت کا حقیقی مزہ اُٹھانا نصیب ہو سکتا تھا۔ الغرض انھین باتون سے تجربہ اٹھا کے اس نے مقتدیانہ تدبیر سے کام لیا۔ اور یکایک اپنی قوت سنبھالنے کے ساتھ فوج کشی اور حملہ آوری کی تیاریان بھی شروع کر دین۔

ایرانیون سے مقابلے کی تیاریان | سب سے پہلی دشواری یہ تھی کہ خزانے مین روپیہ نہ تھا۔ اور جن صوبجات سے روپیہ وصول ہونے کی امید تھی وہ دولت روم کے قبضے سے نکل چکے تھے۔ مجبوراً بہت سے عہدون اور اداؤن کے مضبوط وعدون کے ساتھ کلیسا کے خزانے سے روپیہ لیا گیا۔ مقتدایان ملت عیسوی نے بھی قومی اور مذہبی عزت کے بچنے کے خیال سے اس کو اس دست برد کی اجازت دے دی۔ اور ہرقل بڑی سرگرمی سے اپنی فوجین درست کرنے لگا۔ چند ہی روز کی تیاریون کے بعد ہرقل نے شاہی کپڑے اتار کے سپاہیانہ لباس پہنا۔ اور اپنے پُرجوش سپاہیون کو

ہرقل کی ایرانیون پر فوج کشی | لے کے سواحل ایشیا پر اُتر پڑا۔ سنہ ہجری کے ۲ سنہ محمدی سے ۸ ہجری تک (۶۲۲ء تا ۶۲۶ء) یعنی پانچ سال سخت معرکہ آرائیان رہین۔ جن مین بعض اوقات رومیون کو بھی شکست ہوئی اور چند فتح کیے ہوے بلاد چھوڑ دینے پڑے۔ انھین لڑائیون

سورۂ روم کی شان نزول | کے زمانے مین ایک مرتبہ جبکہ رومیون کا قدم زیادہ پیچھے ہٹ گیا تھا مشرکین مکہ خوش ہوے۔ اور شگون لیا کہ جس طرح مجوسی اہل کتاب پر فتحیاب ہوے

ع گین۔

اسی طرح ہم مسلمانون کے مقابلہ مین فتح حاصل کرین گے۔ مشرکین کی ان باتون سے مسلمان کسیقدر افسردہ خاطر ہونے لگے تھے کہ آیۂ کریمۂ "الٓمّٓ ٭ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ٭ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ٭" نازل ہوئی۔ یعنی مغلوب ہوے رومی تھوڑی زمین مین۔ اور وہ لوگ اپنی اس مغلوبیت کے بعد پھر غالب ہون گے۔ آخر روم وایران کی ان مسلسل معرکہ آرائیون کا خاتمہ یہ ہوا کہ یونانی سپاہی خاص ایران کی حدود مین داخل ہو کے

فتحمند رومی ایران مین بہت دور تک بڑھتے چلے گئے۔ صلیبی جھنڈا قزوین و اصفہان کے قریب اُڑنے لگا۔ اور ان شہرون کے قریب کے میدانون مین رومی خیمے نصب ہو گئے۔ مذکورہ زمانے کے آخر مین ہرقل اپنی فوجون کے ساتھ خاص شہر دستگرد کی طرف بڑھا جو موصل سے کسیقدر شمال بجانب قدیم اسیریا کی سرزمین پہ تھا۔ خسرو پرویز نے اس شہر کو اپنی عشرتگاہ قرار دیا تھا جہان وہ ہزارہا حسین وپریجمال عورتون کے جھرمٹ مین رہتا۔ اور شب وروز میکشی وشاہد پرستی مین مشغول رہا کرتا۔

خسرو پرویز کی پریشانی اب خسرو پرویز کی حالت نہایت نازک ہو رہی تھی وہ پریشان تھا۔ اپنے سردارون اور افسرون پہ جھنجھلاتا تھا اور کچھ زور نہ چلتا تھا۔ جب خبر پہونچی کہ رومی گھوڑے خاص دستگرد کے گرد ہنہنا رہے ہین تو شیرین اور دو ایک اور عورتون کو ساتھ لے کے چپکے سے نکل بھاگا اور شہر طیسفون یعنی مدائن مین جا کے پناہ گزین ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہرقل نے دستگرد مین داخل ہو کے اُسے خوب لوٹا اور تباہ کیا۔ ادھر آگے کی تباہیان کیتھیں مغلوبیت اور متواتر شکستون نے دولت ایران کی نہایت نازک حالت

دولت ایران کی نازک حالت کر رکھی تھی پرویز کی عشرت پرستی اور درشت مزاجی سے خود اس کے وزرا اور سردار تنگ آ گئے تھے۔ جن لوگون کو رومیون سے بھاگنے کا الزام دیا ان کی نسبت قتل کا حکم تھا اور وہ بھاگتے پھرتے تھے۔ آخر اس کے تخت سے اُتارے جانے کے لیے ایک خفیہ سازش شروع ہوئی جس مین خود اس کا بیٹا شیرویہ بھی شریک تھا۔ جو رومی

پرویز کا بیٹا شیرویہ شاہزادی مریم کے بطن سے تھا اس سازش کا حال خسرو پرویز پہ اس وقت کھلا

---

۱۵۶ ابن اثیر۔ ۱۵۵ گبن۔

جب معاملہ اختیار سے باہر ہو چکا تھا مجبوراً قصر سے نکل کے بھاگا۔ ساز شیون نے راستے مین پہچان کے پکڑ لیا۔ جس کے اسیر ہوتے ہی شیرویہ نے تخت پر بیٹھ کے تاج شاہی سر پر رکھا۔ اور اہل فوج اور دیگر ارکان سلطنت کے مجبور کرنے سے خود اپنے مقید باپ کے قتل کا بھی حکم دے دیا[ع۵]۔ مگر ایران کے اس سب سے پچھلے اولوالعزم شاہنشاہ کا قتل ۶ھ محمدی (۶۲۸ء) مین بڑی شرمناک اور حد سے گزری ہوئی بے رحمیون کے ساتھ عمل مین آیا۔

وہ تخت پر بیٹھ کے باپ کو قتل کرتا ہے

اس لیے کہ نا خلف اور بے مہر بیٹے کے حکم سے خسرو پرویز نے پہلے اپنے سترہ ناز پرور دہ بیٹون کے وحشیانہ قتل کا تماشا آنکھون سے دیکھ لیا[ع۵] تو خود جان دینے کی باری آئی

لیکن کہتے ہین کہ باپ اور بھائیون کے خون کا اتنا بڑا بار شیرویہ کو اپنی گردن پر نظر آتا تھا اور اس طرح اسے ہر جانب سے لعنت و نفرین کی آواز سنائی دیتی تھی کہ کبھی سلطنت مین مزہ نہین آیا اور ہمیشہ اپنی حالت پر رو کیا۔ مگر اس نے تخت پر قدم رکھتے ہی ایران و روم کی لڑائی کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے سفیر شاہی خط لیے ہرقل کے دربار مین پہونچے۔ اور نہایت مناسب اور عمدہ شرائط پر صلح ہو گئی۔

روم و ایران مین صلح

مسیحی فرمان روا کو دولت ساسانی کا تباہ کرنا نہین منظور تھا۔ اسی سبب سے دونون سلطنتون کی وہی پرانی[ع۲] حدین قائم رہین۔ مصر۔ ارض فلسطین۔ جزیرہ اور تمام اقطاع ایشیا مائنر سے شیرویہ دست بردار ہوا۔ اور ہرقل نے بھی ایران کے وہ تمام شہر چھوڑ دیے جن پر گذشتہ لڑائی مین قبضہ کیا تھا۔ ایرانیون نے تمام رومی سپاہیون کو قید سے چھوڑ دیا۔ ان کے جتنے جھنڈے چھینے تھے واپس دیے۔ اور سب سے خوشی کی بات عیسائیون کے لیے یہ تھی کہ اصلی صلیب واپس ملی جس کے لیے مشرق سے مغرب تک ہر عیسائی بیتاب تھا۔ صلح کے بعد ہرقل مغرب کی طرف واپس گیا اور قسطنطین اعظم کے دار السلطنت مین اس دھوم دھام اور کر و فر سے داخل ہوا کہ گاڑی مین چار ہاتھی جتے ہوئے تھے۔ اور چارون طرف سے جوش و خروش کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔

ع۵ ابن اثیر۔ ع۵ گبن۔ ع۲ ابن اثیر

اصلی صلیب پھر بیت المقدس مین دوسرے برس یعنی ۹ھ محمدی کا (۶۲۹ء) مین ایک بہت بڑی رسم بجا لائی گئی۔ جو اس تقریب مین تھی کہ اصلی صلیب پھر بیت المقدس مین حضرت عیسیٰ کے مقبرے پر قائم کی جائے۔ اس رسم کی تکمیل کے لیے ہرقل نے تاج اور لباس شاہی کو اتار کے زائرون اور حقیدت کیش دینداروں کی وضع سے ارض فلسطین کا سفر کیا۔ پہلے سب سے بڑے معتقدانے اس بات کی تصدیق کی کہ یہ وہی صلیب ہے جو قسطنطین کے زمانے مین زمین سے کھود کے نکالی گئی تھی۔ مگر بظاہر اس کی چندان ضرورت نہ تھی۔ اس لیے کہ کہا جاتا ہے شیرین (جسے عیسائی مسیحہ بتاتے ہین) کی خوش عقیدگی سے وہ صلیب اس احتیاط سے رکھی گئی تھی کہ جو مہر اُس کی صندوق پر ابتدائً لگائی گئی وہی آخر تک قائم تھی۔ صرف اس مہر کا پہچان لینا اطمینان دلانے کے لیے کافی تھا۔ اس طرح تصدیق ہو چکنے کے بعد ہزارہا بشپون اور دیندار راہبون کے مجمع کے سامنے اور خود ہرقل کی موجودگی مین وہ اپنے اصلی مقام پر قائم کیگئی اور وہ پہلا پُرجوش منظر جو حضرت سلیمان کے عہد مین تابوت سکینہ کے ہیکل ربانی مین لاکے رکھتے وقت نظر آیا تھا بیت المقدس نے پھر ایک بار دیکھ لیا عیسائیون مین یہ دن ایک مذہبی عید قرار دیا گیا۔ اور معمول ہو گیا کہ اس کے بعد سے ہر سال صلیب کے واپس ملنے پر خوشیان منائی جاتین۔

کلیسا کا تقاضا ہرقل نے ایک حد تک یہ بھی کوشش کی کہ ان تمام کنیسون کو از سر نو بنا کے طیار کر دے جو ایرانیون کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہو گئے تھے۔ مگر اس مین کامیابی دشوار تھی۔ اس لیے کہ کلیسا کا جو روپیہ قرض لیا گیا تھا وہ کسی صاحب مروت۔ رحم دل۔ اور فیاض دوست کا نہین بلکہ ایک سخت گیر بے مروت۔ اور بار بار تقاضا کرنے والے مہاجن کا قرض تھا جس کی ادائی کی اُسے سب سے زیادہ فکر تھی۔ اسی وجہ سے باوجود ایک نیک رحم دل بادشاہ ہونے کے اُسے کسی قدر طامع سخت گیر۔ اور ظالم بننا پڑا۔ جن شہرون اور ملکون کو ایرانی جی بھر کے لوٹ چکے تھے ان پر سلطنت بدلنے مین از سر نو محاصل کا بار ڈالا گیا۔ اور روپیہ وصول کرنے مین بڑی بڑی سختیان عمل مین آنے لگین۔[عہ]

عہ یہ کام غالباً شیرین کا نہین بلکہ پوپیزی کی اصلی ملکہ مریم کا ہوگا۔ جو قیصر روم کی بیٹی شیرویہ کی مان اور مذہباً عیسوی تھی۔ عہ گلبن۔

یہودیون پر پھر ظلم ہو رہا ہے

لیکن افسوس کہ رومیون کی فتحمندی کے ساتھ ہی یہودیون کی قسمت پلٹ گئی تھی۔ اُن کے لیے پھر وہی روز بد شروع ہوگیا کہ مسیحیون کی حکومت تھی۔ اور اُن سے طرح طرح کا انتقام لیا جاتا تھا مسیحی مورخین دعویٰ کرتے ہین کہ ہرقل نے یہودیون پر کبھی ظلم نہین کیا۔ بیشک وہ ایک نیک نفس فرمان روا تھا اور ہرگز نہ پسند کرتا ہوگا کہ کسی حصہ رعایا کیلیے جبر و تشدد کی کارروائی جائز رکھی جائے۔ مگر اس کا کیا علاج کہ جس قدر رحمدلی اُس مین تھی مسیحیت مین نہ تھی اس لیے کہ عین اس موقع پر جب کہ وہ زائرانہ شان سے بیت المقدس مین آیا ہے اور اصلی صلیب کھڑی کیگئی ہے سب سے بڑے مقتدائے دین نے مذہبی تحکمانہ لہجے مین اس سے درخواست کی کہ یہودیون پر جو ظلم کا سلسلہ شروع کر دیا جائے اسکے بعد تاریخ اگرچہ ساکت معلوم ہوتی ہے مگر قیاس سے کام لیا جائے تو صاف کھل جاتا ہے کہ صاحب اثر مسیحی سرداران دین عیسوی کے مقتداؤن نے یہودیون پر کیسی کچھ زیادتیان کی ہونگی۔ اور اس سے تو انکار ہی نہین کیا جا سکتا کہ کل یہودی بیت المقدس کی چار دیواری سے نکال دیے گئے اور وہ پرانا اور یانوس قیصر کا قانون پھر جاری کر دیا گیا کہ اس مقدس شہر کے چارون طرف تین میل کے اندر کوئی یہودی ملے گا تو سزا کا مستوجب ہوگا۔[عه]

اسلام کے ہاتھون سے ان تمام جھگڑون کا خاتمہ

لیکن عیسائیون کو یہ آزادی تھوڑے ہی دنون نصیب رہی اس لیے کہ سنہ ۵ محمدی (سنہ ۶۲۶ء) مین انھون نے ایرانیون کو شکست دیکے ارض فلسطین پر قبضہ کیا تھا۔ اس کے چار ہی سال بعد سنہ ۱۱ محمدی (سنہ ۶۳۲ء) مین مجاہدین عرب نے ملک شام پر حملے شروع کر دیے اور سنہ ۱۶ محمدی (سنہ ۶۳۷ء) مین شہر بیت المقدس پر علم اسلام لہرانے لگا۔ اب نہ عیسائیون کا ظلم تھا اور نہ یہودیون کی مظلومی۔ بلکہ دونون ایک دوسرے مذہب دوسری قوم اور دوسری حکومت کے تابع فرمان تھے۔ دونون کے حقوق یکسان تھے۔ اور وہ عہد شروع ہو چکا تھا جس کا حال ہم اس تاریخ کی چوتھی کتاب مین بوضاحت بیان کرین گے۔

عه ملمن تاریخ یہود۔

عه گبن۔

حاشیہ متعلقہ کتاب دوم تاریخ ارض مقدس

موسومہ بہ "مسیح و مسیحیت" باب پنجم صفحہ ۳۳

حضرت مسیح کی تبلیغ مین اختلاف ہے۔ مسیحی دعویٰ کرتے ہین کہ آپ کی تبلیغ ساری دنیا اور تمام قومون کے لیے عام تھی۔ اور دلیل یہ لاتے مین کہ جناب مسیح مصلوب ہونے کے بعد زندہ ہوکے جب اپنے حواریون سے ملے ہین تو اُنھین حکم دیا تھا کہ تم تمام دنیا مین جا کے ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔ جو ایمان لاتا اور بپتسمہ پاتا ہے نجات پائے گا (مرقس۔ باب ۱۶۔ آیت ۱۵ و ۱۶۔ اور یہی مضمون انجیل لوقا کے باب ۲۴ آیت ۴۷ اور انجیل متی کے باب ۲۸۔ آیت ۱۹ و ۲۰ سے بھی ظاہر ہوتا ہے) بخلاف مسیحون کے مسلمان مصنفون اور مناظرون کا دعویٰ ہے کہ آپ کا شمار انبیاے بنی اسرائیل مین ہے۔ اور آپ کی نبوت و تبلیغ آل یعقوب کے ساتھ مختص تھی۔ اور اس کا ثبوت وہ انجیل سے یون دیتے ہین کہ ایک یونانی اور فینقی عورت سے جو اپنی بیٹی کے سر سے کسی دیو کے اتروانے کو آئی تھی حضرت مسیح نے فرمایا "مین اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑون کے سوا اور کسی پاس نہین بھیجا گیا۔ (دیکھو انجیل متی باب ۱۵۔ آیت ۲۴۔ اور یہی مضمون انجیل مرقس باب [illegible] آیت [illegible] سے بھی ظاہر ہوتا ہے)

میرے خیال مین مسلمانون کا دعویٰ زبردست ہے۔ اس لیے کہ جب خود حضرت مسیح نے صراحۃً فرمادیا کہ مین فقط بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہون تو پھر کسی کو اس مین عذر کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ رہا حضرت مسیح کا مرنے کے بعد زندہ ہوکے شاگردون کو نظر آنا اور عام قومون کی ہدایت کا حکم دینا وہ اُن کے زمانۂ تبلیغ کے بعد کا ہے۔ اس لیے کہ زمانۂ تبلیغ مصلوبیت کے واقعہ پر ختم ہو چکا تھا۔ بعد آپ کا نظر آنا شاگردون کا خواب و خیال بھی ہو سکتا ہے اور مشتبہ ہے۔ کسی مذہب مین بانی مذہب کا وہ قول جو اس کی وفات کے بعد کسی مشاہدے یا خواب کی بنا پر پیش کیا جاے نص قطعی اور واجب التعمیل نہین ہو سکتا فقط

جبکہ اس کے زمانۂ تبلیغ کے حکموں کے صراحتاً خلاف ہو۔

ہم گو کہ بخلاف عام مسلمانوں کے حضرت مسیح کے اُس وقت دنیا میں زندہ موجود ہونے کے قائل ہیں مگر ہم بھی کسی ایسے قول کو نہیں تسلیم کر سکتے جو آپ کی غیبت کے زمانے کا ہو۔ اور کوئی شخص اسے آپ کی جانب منسوب کر کے بطریق حجت پیش کرے۔

قطع نظر اس کے یہ امر بھی خیال کرنے کے قابل ہے کہ ناصری مسیحی جو آپ کی تعلیم کی پہلی برکت تھے اور آپ کے اصلی احکام پر بغیر کسی تاویل کے عمل کر رہے تھے وہ یہی جانتے تھے کہ تعلیم مسیح بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اپنے دین کو انھوں نے کبھی غیر قوموں کے سامنے نہیں پیش کیا اور نہ کسی غیر کو اپنے دینی گروہ میں شامل کیا۔ اور اسی بنا پر ان میں اور پولوس میں جو جھگڑے ہوئے وہ ہماری اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

انہیں مذکورہ بیانات کے مطابق ہم اپنے اس فقرے کو واپس لیتے ہیں جو اس کتاب کے صفحہ (۳۲) سطر ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ میں درج ہے۔ اور جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ”آپ کی ہدایت یہود اور اسرائیلیوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دنیا کی ہر قوم ہر ملک کے باشندوں پر یکساں طریقے سے نجات کا دروازہ کھل سکتا ہے۔“

دراصل یہ فقرہ ہماری ناواقفی و غفلت کا نتیجہ ہے۔ جسے ہم ندامت کے ساتھ معافی مانگ کے واپس لیتے ہیں۔

مگر جو کچھ ہو ہماری کتاب پر اس کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ گو آپ کی نبوت محض بنی اسرائیل تھی۔ مگر آپ کے شاگردوں اور خصوص پولوس نے آپ کے منشا کے خلاف ابتدا ہی سے اسے غیر قوموں کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا۔ اور ان لوگوں نے دنیا پر یہی ظاہر کیا کہ تعلیم مسیح ساری دنیا اور تمام قوموں کے لیے عام ہے۔